زکوٰۃ

مختصر احکام ومسائل

اعداد وترتیب

عنایت اللہ بن حفیظ اللہ مدنی

صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی

﴿خُذْ مِنْ أَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيهِم بِهَا﴾ [التوبۃ: ۱۰۳].

مختصر احکام ومسائل

تالیف

ابوعبداللہ عنایت اللہ بن حفیظ اللہ سنابلی مدنی

صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی

نام کتاب	:	زکاۃ-مختصر احکام ومسائل
تالیف	:	ابوعبداللہ عنایت اللہ بن حفیظ اللہ سنابلی مدنی
سنہ اشاعت	:	رمضان ۷ ۱۴۳۷ھ بمطابق ۲۰۱۶ء
تعداد	:	دو ہزار
ایڈیشن	:	اول
صفحات	:	160
ناشر	:	شعبۂ نشر واشاعت، صوبائی جمعیت اہل حدیث، ممبئی

ملنے کے پتے:

- دفتر صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی: ۱۴-۱۵، چوناوالا کمپاؤنڈ، مقابل بیسٹ بس ڈپو، ایل بی ایس مارگ، کرلا (ویسٹ) ممبئی-۷۰ ٹیلیفون: 022-26520077

  ویب سائٹ: www.ahlehadeesmumbai.org

- مسجد ومدرسہ دار التوحید: چودھری کمپاؤنڈ، واونجہ پالا روڈ، واونجہ، تعلقہ پنویل، ضلع رائے گڈھ-۴۱۰۲۰۸ فون: 9773026335

- مرکز الدعوۃ الاسلامیہ والخیریہ، بیت السلام کمپلیکس، نزد المدینہ اسکول، مہاڈ ناکہ، کھیڈ، ضلع رتناگری-415709، فون نمبر: 02356-264455

- جمعیت اہل حدیث ٹرسٹ، بھیونڈی: فون: 226526 / 225071

فہرست مضامین

تقدیم

الحمد لله رب العالمين، والصلوة والسلام على رسوله النبي الكريم، وعلى آله وصحبه أجمعين، ومن تبعهم بإحسان إلى يوم الدين۔

أمابعد!

اسلام کے پانچ ارکان ہیں؛ ان میں زکوۃ اسلام کا ایک اہم رکن ہے جس کا صلوٰۃ (نماز) کے ساتھ اکثر ذکر کیا گیا ہے۔اس کی رکنیت ہی اس کی اہمیت بتانے کے لئے کافی ہے۔ البتہ اس کی فضیلت اور عدم ادائیگی زکاۃ پر جس طرح کی وعیدیں ہیں اسلام اور مسلمانوں کے فرد وسماج میں جس طرح اس کی افادیت واہمیت ہے مسلمان ان سے آگاہ ہوکر کوتاہی یا پہلو تہی نہیں کرسکتا، بالخصوص جب یہ بھی جانتا ہو کہ مال شر اور فتنہ ہے اور زکوٰۃ کی ادائیگی سے مال کا شر وفساد ختم ہوتا ہے۔

زکوٰۃ کے مسائل کو قدرے مفصل، مدلل اور حالات کو سامنے رکھ کر عوام وخواص کے لئے عام فہم اور مفید بنا کر پیش کرنا خالص علمی، تجرباتی اور بڑا ذمے دارانہ عمل ہے۔اللہ کے فضل وتوفیق سے صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی کے شعبۂ نشر واشاعت کے ذمہ دار اور نگراں شیخ عنایت اللہ مدنی حفظہ اللہ نے اسے بخوبی انجام دیا ہے اور زکوٰۃ کے موضوع پر ایک مرجعی، وقیع اور مختصر کتاب ''زکاۃ – مختصر احکام ومسائل'' کے نام سے تیار کیا ہے، جو آپ کے ہاتھوں میں ہے،عوام وخواص اس سے بھرپور استفادہ کرسکتے ہیں۔

آپ کی کئی اہم تالیفات اور ترجمے صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی کے شعبۂ نشر واشاعت سے شائع ہو چکے ہیں ۔ جسے اہل علم نے قابل قدر ولائق مبارکباد قرار دیا ہے ۔ اس طرح آپ نے جماعت کے حلقہ اہل علم میں زبان وقلم اور تحقیق ونظر کے میدان میں ایک اعتبار حاصل کرلیا ہے، فللّٰہ الحمد والمنہ، اللہ تعالیٰ مزید برکت عطا فرمائے ۔ (آمین)

صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی کی ترجیحات میں یہ چیز داخل ہے کہ دعوتی وتربیتی سطح پر صحیح عقیدہ ومنہج کی روشنی میں اہم موضوعات کے تقاضوں کو ترتیب کی رعایت سے پوری کرنے کی کوشش کی جائے ۔ اللہ کی توفیق کے بعد کافی حد تک (اعتراف تقصیر کے ساتھ) کام ہوا ہے اور ہو رہا ہے ۔ اللہ سے مزید سداد وتوفیق کا سوال ہے ۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ فاضل مولف اور جماعت وجمعیت کے خدام ومعاونین کی اس علمی واصلاحی کوشش میں برکت عطا فرما کر اسے قبولیت سے نوازے، آمین ۔

ربنا تقبل منا إنک أنت السمیع العلیم، وصلی اللہ علی نبینا محمد وعلی آلہ وصحبہ أجمعین ۔

٨ / رمضان المبارک ١۴٣٧ھ — خادم جماعت وجمعیت

١۴ / جون ٢٠١٦ء — عبدالسلام سلفی

صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی

مقدمہ

دین اسلام کا تیسرا اساسی رکن ''زکاۃ'' دراصل اسلام کے اقتصادی نظام کی ایک جامع تعبیر ہے، چونکہ دین اسلام اللہ کا وہ پسندیدہ دائمی وسرمدی دین ہے جو عالمگیر اور سارے عالم کے لئے پورے طور پر موزوں اور تاقیامت تمام تر انسانی ضروریات اور تقاضوں سے ہم آہنگ نیز کما حقہ انسانیت کی اعلیٰ درجہ کی رہنمائی کا ضامن بھی ہے، اس لئے یہ کیونکر ممکن تھا کہ انسانی معیشت کے قوام اور بنیاد یعنی مالی اور اقتصادی پہلو کو اسلام یونہی تشنہ چھوڑ دیتا؟ بلاشبہہ یہ اسلام کی سماحت اور کمال وشمول سے بعید بلکہ ناممکن ہے۔

ساتھ ہی یہ پہلو بھی ذہن نشین رہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اس اقتصادی نظام اور اس سے متعلقہ احکام کو ثانوی حیثیت سے نہیں مشروع کیا بلکہ اسلام کے منجملہ ستونوں کے ایک ستون اور رکن قرار دیا، گویا کہ مالی، معاشی اور اقتصادی رہنمائی اسلام کا ایک نہایت اہم اور بنیادی پہلو ہے۔

تیسری اہم بات یہ ہے کہ چونکہ رزق رسانی کے سلسلہ میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا نظام ''بسط وقدر'' کا ہے، جو اللہ کے حسب منشا اور سراپا عدل ہے' اور اس نظام کا لازمی تقاضہ ہے کہ انسانی زندگی میں حالات وظروف اور مالی تقاضے پیش آئیں گے، لہٰذا جو اہل اموال وثروت ہیں اُن پر زکاۃ کی ادائیگی فرض قرار دی گئی، تاکہ تونگروں، تنگ دستوں، فقراء ومساکین اور دیگر اہل حاجت کی مالی ضروریات کی تکمیل ہوسکے، چنانچہ اللہ کے نبی ﷺ نے اسے اپنی جامع تعبیر میں فرمایا:

''...فَإِنْ هُمْ أَطَاعُوا لِذَلِكَ، فَأَعْلِمْهُمْ أَنَّ اللَّهَ افْتَرَضَ عَلَيْهِمْ صَدَقَةً فِي أَمْوَالِهِمْ تُؤْخَذُ مِنْ أَغْنِيَائِهِمْ وَتُرَدُّ عَلَى فُقَرَائِهِمْ'' [بخاری:1395، ومسلم:19]۔

اگر وہ تمہاری یہ بات مان لیں تو انہیں بتلاؤ کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر ان کے مالوں میں زکاۃ فرض کیا ہے جو ان کے مالداروں سے لی جائے گی اور محتاجوں میں لوٹادی جائے گی۔

اور پھر کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ میں اموال زکویہ، فرضیت کے شرائط، نصاب، مقدار زکاۃ اور دیگر تفصیلات بیان کردی گئیں ہیں۔

چوتھی بات یہ ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے نقود یعنی سونے، چاندی اور ان کے حکم میں آنے والی مالیتوں مثلاً موجودہ کاغذی نوٹوں اور دھاتی سکوں وغیرہ میں شروط کے ساتھ زکاۃ کی نہایت معمولی مقدار متعین فرمائی ہے اور وہ ہے (۲ء۵) فیصد، جو اس بات کا کھلا الٰہی اعلان ہے کہ اگر اہل ثروت اپنے مالوں کی (۲ء۵) فیصد زکاۃ پوری دیانتداری کے ساتھ ادا کریں، تو اتنی مقدار سے بے شمار دینی، دنیوی، معاشی وسماجی وابستہ مصلحتیں مکمل ہوجائیں گی، اور دنیا سے غربت وافلاس اور فقر وفاقہ کا خاتمہ ہوجائے گا اور نتیجۃً معاشرہ بہت سے مالی واخلاقی جرائم سے پاک ہوجائے گا، چنانچہ علامہ سعدی رحمہ اللہ اس سلسلہ میں فرماتے ہیں:

”فأوجب الله هذه الحصة في أموال الأغنياء، لسد الحاجات الخاصة والعامة للإسلام والمسلمين، فلو أعطى الأغنياء زكاة أموالهم على الوجه الشرعي، لم يبق فقير من المسلمين، ولحصل من الأموال ما يسد الثغور، ويجاهد به الكفار وتحصل به جميع المصالح الدينية“۔[تیسیر الکریم الرحمن للسعدی (ص: 341)، نیز دیکھئے: الأسئلة والأجوبة الفقهية (2/128)]۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے مالداروں کے اموال میں یہ حصہ واجب قرار دیا ہے تاکہ اسلام اور مسلمانوں کی خاص اور عام حاجتیں پوری ہوسکیں، لہٰذا اگر مالدار حضرات شریعت کے مطابق اپنی زکاتیں ادا کریں تو مسلمانوں میں کوئی فقیر ومحتاج باقی نہ رہے گا، بلکہ اتنی مقدار میں مال باقی رہ

جائے گا جس سے اسلامی مملکت کے حدود کی حفاظت کی جاسکے گی، کفار سے جہاد کیا جاسکے گا، اسی طرح اس سے تمام دینی مصلحتیں حاصل ہوں گی۔

زیرنظر رسالہ ''زکاۃ-مختصر احکام ومسائل'' اسلامی فریضۂ زکاۃ سے متعلق چند اہم اور ضروری مسائل پر مشتمل ایک مختصر رسالہ ہے۔ اللہ کی توفیق سے مسائل کو کتاب وسنت کے دلائل، آثار سلف، اجماع امت اور مقبول تعلیلات اور اختلافی مسائل کو محققین کی ترجیحات سے آراستہ کرنے کی کوشش کی گئی ہے؛ تاہم چونکہ کمال رب ذوالجلال کے لئے مختص ہے، بشری کوتاہیوں سے کسی کو بھی کسی طرح مفر نہیں، لہٰذا اس رسالہ میں جو کچھ درست ہے وہ اللہ کی طرف سے اور اس کی توفیق سے ہے اور خطائیں غلطیاں میری اور شیطان کی طرف سے ہیں، میں اللہ سے مغفرت کا خواستگار ہوں۔

اس رسالہ کی اشاعت پر میں سب سے پہلے اپنے رب تعالیٰ کی حمد وشکر کرتا ہوں جس کی توفیق خاص سے یہ رسالہ تحریر پایا، بعدہ اپنے والدین بزرگوار کا شکر گزار ہوں جن کی انتھک تعلیمی وتربیتی کوششوں اور مخلصانہ دعاؤں کے نتیجہ میں اس توفیق ارزانی تک رسائی ہوئی، فجزاہم اللہ خیراً۔ اسی طرح اس موقع پر میں صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی کے موقر ذمہ داران بالخصوص امیر محترم فضیلۃ الشیخ عبدالسلام سلفی حفظہ اللہ تعالیٰ کا سپاس گزار ہوں، جن کی منہجی ومسلکی غیرت، اصلاحی وتربیتی فکر، جماعتی دھن اور اس رسالہ کے سلسلہ میں خصوصی توجیہ وتوجہ، فکرمندی اور یاددہانی کے نتیجہ میں یہ رسالہ زیور طبع سے آراستہ ہورہا ہے، دعا ہے کہ مولائے کریم امیر محترم کی مخلصانہ کوششوں کو قبول فرمائے اور اس پر انہیں عظیم صلہ عطا فرمائے، آمین۔ نیز اس رسالہ کو ہر خاص وعام کے لئے مفید بنائے، اور صوبائی جمعیت کی مخلصانہ جہود کو شرف قبولیت بخشے، آمین۔

ممبئی: ۸ / رمضان ۱۴۲۳ھ

ابوعبداللہ عنایت اللہ بن حفیظ اللہ مدنی
(شعبۂ نشر واشاعت، صوبائی جمعیت اہلحدیث ممبئی)
(inayatullahmadani@yahoo.com)

بسم الله الرحمن الرحيم

پہلی فصل:

زکاۃ: معنیٰ ومفہوم، حقیقت اور اقسام

1 زکاۃ کا لغوی وشرعی مفہوم:

الف: زکاۃ کا لغوی مفہوم:

عربی زبان میں زکاۃ کا لفظ دراصل پاکی، بڑھوتری، برکت، اور مدح وستائش کے معنی میں ہے، اور کتاب وسنت میں ان تمام معانی میں استعمال ہوا ہے (1)۔

کہا جاتا ہے: ''زکاالزرع'' جب کاشت میں بڑھوتری اور اضافہ ہو جائے (2)۔

اور زکاۃ کی جمع زکوات آتی ہے (3)۔

اسی طرح زکاۃ صلاح، نیکی اور پاکیزگی کے معنیٰ میں بھی آتا ہے، جیسا کہ اللہ کا ارشاد ہے:

﴿فَأَرَدْنَآ أَن يُبْدِلَهُمَا رَبُّهُمَا خَيْرًا مِّنْهُ زَكَوٰةً وَأَقْرَبَ رُحْمًا ﴿٨١﴾﴾ [الکھف: 81]۔

اس لئے ہم نے چاہا کہ انہیں ان کا پروردگار اس کے بدلے اس سے بہتر پاکیزگی والا اور

---

(1) النہایۃ فی غریب الحدیث از ابن الأثیر، 2/307، ولسان العرب، از علامہ ابن منظور دمشقی، 14/358۔

(2) دیکھئے: التعریفات از امام جرجانی، ص 152، والمغنی از ابن قدامہ مقدسی، 4/5، والشرح الممتع از علامہ ابن عثیمین، 6/17۔

(3) معجم لغۃ الفقہاء، از محمد رواس، ص 208۔

اس سے زیادہ محبت اور پیار والا بچہ عنایت فرمائے۔

علامہ عبدالرحمٰن سعدی رحمہ اللہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

"أي: ولدا صالحا، زكيا، واصلا لرحمه، فإن الغلام الذي قتل لو بلغ لعقهما أشد العقوق بحملهما على الكفر والطغيان"(1)۔

یعنی نیک، صالح، پاکیزہ، اور صلہ رحمی کرنے والا بچہ، کیونکہ جس بچے کو قتل کیا گیا تھا اگر وہ بالغ ہوتا تو اپنے ماں باپ کو کفر وسرکشی پر آمادہ کر کے اُن کی سخت نافرمانی کرتا۔

اسی طرح ارشاد ہے:

﴿ وَلَوْلَا فَضْلُ ٱللَّهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُۥ مَا زَكَىٰ مِنكُم مِّنْ أَحَدٍ أَبَدًا وَلَٰكِنَّ ٱللَّهَ يُزَكِّي مَن يَشَآءُ ۗ وَٱللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ﴿٢١﴾ ﴾[النور:21]۔

اور اگر اللہ تعالیٰ کا فضل وکرم تم پر نہ ہوتا تو تم میں سے کوئی کبھی بھی پاک صاف نہ ہوتا، لیکن اللہ تعالی جسے پاک کرنا چاہے، کردیتا ہے، اور اللہ سب سننے والا سب جاننے والا ہے۔

اس آیت کریمہ کی تفسیر میں علامہ شنقیطی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"وَالزَّكَاةُ فِي هَذِهِ الْآيَةِ: هِيَ الطَّهَارَةُ مِنْ أَنْجَاسِ الشِّرْكِ، وَالْمَعَاصِي، وَقَوْلِهِ: وَلَكِنَّ اللَّهَ يُزَكِّي مَنْ يَشَاءُ، أَيْ يُطَهِّرُهُ مِنْ أَدْنَاسِ الْكُفْرِ وَالْمَعَاصِي"(2)۔

اس آیت کریمہ میں زکاۃ کا معنیٰ شرک اور معاصی کی ناپاکیوں سے پاک کرنا ہے، اور فرمان باری: "لیکن اللہ جسے چاہتا ہے پاک کرتا ہے" کا معنیٰ یہ ہے کہ اُسے کفر ومعاصی کی آلائشوں سے پاک کرتا ہے۔

اسی طرح زکاۃ کا لفظ مدح وثنا اور ستائش کے معنیٰ میں استعمال ہوتا ہے، ارشاد باری ہے:

---

(1) تیسیر الکریم الرحمن فی تفسیر کلام المنان، ص: (483)۔

(2) أضواء البیان فی إیضاح القرآن بالقرآن: (5/485)۔

﴿ فَلَا تُزَكُّوٓاْ أَنفُسَكُمۡۖ هُوَ أَعۡلَمُ بِمَنِ ٱتَّقَىٰٓ ﴿٣٢﴾ ﴾[النجم:32]۔

پس تم اپنی پاکیزگی آپ بیان نہ کرو، وہی پرہیزگاروں کو خوب جانتا ہے۔

علامہ بغوی رحمہ اللہ اپنی تفسیر معالم التنزیل میں سلف مفسرین کے اقوال نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: لَا تَمْدَحُوهَا. قَالَ الْحَسَنُ: عَلِمَ اللَّهُ مِنْ كُلِّ نَفْسٍ مَا هِيَ صَانِعَةٌ وَإِلَى مَا هِيَ صَائِرَةٌ، فَلَا تُزَكُّوا أنفسكم، فلا تبرؤوها عَنِ الْآثَامِ وَلَا تَمْدَحُوهَا بِحُسْنِ أَعْمَالِهَا"[1]۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: اپنے آپ کی تعریف نہ کرو۔ حسن بصری فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ ہر نفس کے بارے میں جانتا ہے کہ وہ کیا کرنے والا ہے اور اس کا انجام کیا ہونے والا ہے، لہٰذا اپنے نفسوں کی صفائی بیان نہ کرو، انہیں گناہوں سے پارسا نہ بتاؤ، اور نہ ان کے حسن عمل پر ان کی مدح وستائش کرو۔

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"قَوْلُهُ: ﴿ فَلَا تُزَكُّوٓاْ أَنفُسَكُمۡ ﴾ أَيْ: تَمْدَحُوهَا وَتَشْكُرُوهَا وَتَمُنُّوا بِأَعْمَالِكُمْ"[2]۔

فرمان باری: "تم اپنی پاکیزگی آپ بیان نہ کرو" کا معنیٰ یہ ہے کہ اپنے نفسوں کی تعریف اور شکر گزاری نہ کرو، اور نہ اپنے اعمال کا احسان جتاؤ۔

اور علامہ سعدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"﴿ فَلَا تُزَكُّوٓاْ أَنفُسَكُمۡ ﴾ أي: تخبرون الناس بطهارتها على وجه التمدح"[3]۔

---

① معالم التنزیل، از امام بغوی، (4/312)۔

② تفسیر ابن کثیر تحقیق سامی سلامۃ، (7/462)۔

③ تیسیر الکریم الرحمن فی تفسیر کلام المنان، ص:(821)۔

''تم اپنی پاکیزگی آپ بیان نہ کرو''یعنی تعریف کے طور پر لوگوں کو اُن کی پاکیزگی نہ بتاؤ۔
خلاصۂ کلام اینکہ زکاۃ کا لفظ پاکی، بڑھوتری، برکت، اور مدح و ستائش کے معنی میں استعمال ہوتا ہے[1]۔

ب: زکاۃ کا شرعی مفہوم:

اصطلاح شریعت میں زکاۃ کی مختلف تعریفیں کی گئی ہیں، چند اہم تعریفیں ملاحظہ فرمائیں:

(۱) علامہ جرجانی رحمہ اللہ زکاۃ کی شرعی تعریف کرتے ہوئے ''التعریفات'' میں لکھتے ہیں:

''عبارة عن إيجاب طائفة من المال في مال مخصوص لمالك مخصوص''[2]۔

مخصوص مالک کے مخصوص مال میں، مال کی ایک مقدار واجب قرار دینے کا نام زکاۃ ہے۔

(۲) علامہ ابن عثیمین رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

'' التعبد لله تعالى بإخراج جزء واجب شرعاً، في مال معين، لطائفة أو جهة مخصوصة''[3]۔

معین مال میں کسی مخصوص گروہ یا مد کے لئے شرعاً واجب ہونے والا حصہ نکال کر اللہ کی عبادت بجالانے کا نام زکاۃ ہے۔

(۳) فقہ انسائیکلوپیڈیا کویت میں ہے:

''حق يجب في أموال مخصوصة، على وجه مخصوص، ويعتبر في وجوبه

---

① دیکھئے: النہایۃ فی غریب الحدیث، از امام ابن الأثیر، 2/ 307، ولسان العرب، از ابن منظور دمشقی، 14/ 358)۔
② التعریفات، از علامہ جرجانی ص 114)۔
③ مجموع فتاوی ورسائل محمد بن صالح العثیمین، 18/ 11، نیز دیکھئے: الشرح الممتع، لابن عثیمین، 6/ 17)۔

الحول والنصاب"[1]۔

زکاۃ: ایک حق ہے جو مخصوص اموال میں، مخصوص طریقہ سے واجب ہوتا ہے، اور اس کے واجب ہونے میں سال کے گزرنے اور نصاب کی تکمیل کا اعتبار کیا جاتا ہے۔

اور ان کے علاوہ اہل علم نے بھی اپنی کتابوں میں زکاۃ کی مختلف تعریفیں کی ہیں۔

(۴) زکاۃ کی جامع اور شامل شرعی تعریف کرتے ہوئے ڈاکٹر سعید بن وہف قحطانی لکھتے ہیں:

"التعبد لله تعالى بإخراج حق واجب مخصوص شرعاً، من مال مخصوص، في وقت مخصوص، لطائفة مخصوصة، بشروط مخصوصة"[2]۔

خاص شرائط کے ساتھ، خاص لوگوں کے لئے، خاص وقت میں، خاص مال سے شرعاً خاص واجب ہونے والا حق نکال کر اللہ کی عبادت بجالانے کا نام زکاۃ ہے۔

۲ زکاۃ کی وجہ تسمیہ:

زکاۃ کا لغوی مفہوم زیادتی، بڑھوتری، برکت اور پاکی وطہارت اور شرعی تعریف واضح ہوجانے کے بعد اس کی وجہ تسمیہ بھی سمجھ لینا مناسب ہے، چنانچہ عمر بن محمد نجم الدین النسفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"وَسُمِّيَتْ الزَّكَاةُ زَكَاةً لِأَنَّهُ يَزْكُو بِهَا الْمَالُ بِالْبَرَكَةِ وَيَطْهُرُ بِهَا الْمَرْءُ بِالْمَغْفِرَةِ"[3]۔

زکاۃ کو زکاۃ اس لئے کہا جاتا ہے کہ برکت کے ذریعہ اس سے مال میں بڑھوتری پیدا ہوتی ہے، اور آدمی کو اُس کے نتیجہ میں مغفرت کے ذریعہ پاک کیا جاتا ہے۔

نیز علامہ ابن عثیمین رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

---

① الموسوعۃ الفقہیۃ الکویتیۃ، مادۃ زکاۃ، (23/226)۔

② الزکاۃ فی الاسلام فی ضوء الکتاب والسنۃ ص:9)۔

③ طلبۃ الطلبۃ فی الاصطلاحات الفقہیۃ ص:16، نیز دیکھئے: الموسوعۃ الفقہیۃ المیسرۃ فی فقہ الکتاب والسنۃ المطہرۃ، (3/9)۔

’’أن الزكاة وإن كان ظاهرها نقص كمية المال، لكن اثارها زيادة المال بركة وكمية، فإن الإنسان قد يفتح الله له من أبواب الرزق ما لا يخطر بباله، ... قال تعالى: ﴿وَمَآ ءَاتَيْتُم مِّن زَكَوٰةٍ تُرِيدُونَ وَجْهَ ٱللَّهِ فَأُو۟لَٰٓئِكَ هُمُ ٱلْمُضْعِفُونَ ﴿٣٩﴾﴾ [الروم:39]‘‘[1]۔

زکاۃ میں گرچہ بظاہر مال کی مقدار کم ہوتی ہے لیکن اس کا ثمرہ برکت اور مقدار کے اعتبار سے مال میں اضافہ اور بڑھوتری ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ انسان کے لئے روزی کے ایسے دروازے کھولتا ہے، جس کا اسے تصور بھی نہیں ہوتا... ارشاد باری ہے: ترجمہ: اور جو کچھ زکوٰۃ تم اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لئے دو تو ایسے لوگ ہی اپنا دو چند کرنے والے ہیں۔

اور علامہ شوکانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

’’وَتَرِدُ شَرْعًا بِالِاعْتِبَارَيْنِ مَعًا، أَمَّا بِالْأَوَّلِ فَلِأَنَّ إِخْرَاجَهَا سَبَبٌ لِلنَّمَاءِ فِي الْمَالِ، أَوْ بِمَعْنَى أَنَّ الْأَجْرَ يَكْثُرُ بِسَبَبِهَا، أَوْ بِمَعْنَى أَنَّ تَعَلُّقَهَا بِالْأَمْوَالِ ذَاتِ النَّمَاءِ كَالتِّجَارَةِ وَالزِّرَاعَةِ ... وَأَمَّا الثَّانِي فَلِأَنَّهَا طُهْرَةٌ لِلنَّفْسِ مِنْ رَذِيلَةِ الْبُخْلِ وَطُهْرَةٌ مِنْ الذُّنُوبِ‘‘[2]۔

شریعت میں زکاۃ کا لفظ بیک وقت دو اعتبار سے آتا ہے: اول یہ کہ زکاۃ کی ادائیگی مال میں بڑھوتری کا سبب ہے یا اس معنیٰ میں کہ اس کی وجہ سے اجر وثواب میں اضافہ ہوتا ہے، یا اس طور پر کہ زکاۃ کا تعلق بڑھنے والے اموال سے ہے جیسے تجارت وکاشتکاری وغیرہ، اور دوم: یہ کہ زکاۃ نفس کو بخیلی جیسی گندی خصلت سے اور اسی طرح گناہوں سے پاکی کا ذریعہ ہے۔

---

① مجموع فتاوی ورسائل العثیمین، (18/11)۔

② نیل الأوطار فی شرح منتقی الأخبار، از امام شوکانی، (4/138)۔

۳ زکاۃ کی قسمیں:

کتاب وسنت میں زکاۃ کی حسب ذیل تین قسمیں ہیں:

پہلی قسم: زکاۃ النفس (نفس کی زکاۃ):

جیسا کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَنَفْسٍ وَمَا سَوَّىٰهَا ۝ فَأَلْهَمَهَا فُجُورَهَا وَتَقْوَىٰهَا ۝ قَدْ أَفْلَحَ مَن زَكَّىٰهَا ۝ وَقَدْ خَابَ مَن دَسَّىٰهَا ۝﴾ [الشمس:7-10]۔

قسم ہے نفس کی اور اسے درست بنانے کی، پھر سمجھ دی اس کو بدکاری کی اور بچ کر چلنے کی۔ جس نے اسے پاک کیا وہ کامیاب ہوا۔ اور جس نے اسے خاک میں ملا دیا وہ ناکام ہوا۔

اور اس پاکی سے مراد نفس کو شرک، کفر، نفاق، بدعات وخرافات اور دیگر تمام معاصی ومنکرات سے پاک کرنا ہے، علامہ سعدی رحمہ اللہ مذکورہ آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

"أي: طهر نفسه من الذنوب، ونقاها من العيوب، ورقاها بطاعة الله، وعلاها بالعلم النافع والعمل الصالح"[1]۔

یعنی نفس کو گناہوں سے پاک کیا، عیوب سے ستھرا کیا، اُسے اللہ کی اطاعت کے ذریعہ بڑھایا اور ترقی دیا، اور علم نافع اور عمل صالح سے بلند کیا۔

اسی طرح توحید باری تعالیٰ اور ادائیگی زکاۃ کے سیاق میں نبی کریم ﷺ کی عظیم الشان حدیث میں وارد ہے:

عَن عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مُعَاوِيَةَ الْغَاضِرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ:

---

① تیسیر الکریم الرحمن، ص:926، نیز دیکھئے: تفسیر ابن کثیر تحقیق سامی سلامۃ، 8/412، وأضواء البیان فی إیضاح القرآن بالقرآن از علامہ شنقیطی، (8/541)۔

''ثَلَاثٌ مَنْ فَعَلَهُنَّ فَقَدْ ذَاقَ طَعْمَ الْإِيمَانِ: مَنْ عَبَدَ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ وَحْدَهُ بِأَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ، وَأَعْطَى زَكَاةَ مَالِهِ طَيِّبَةً بِهَا نَفْسُهُ فِي كُلِّ عَامٍ، وَلَمْ يُعْطِ الْهَرِمَةَ وَلَا الدَّرِنَةَ وَلَا الْمَرِيضَةَ وَلَكِنْ مِنْ أَوْسَطِ أَمْوَالِكُمْ؛ فَإِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ لَمْ يَسْأَلْكُمْ خَيْرَهَا وَلَمْ يَأْمُرْكُمْ بِشَرِّهَا، وَزَكَّى نَفْسَهُ''، فَقَالَ رَجُلٌ: وَمَا تَزْكِيَةُ النَّفْسِ؟ فَقَالَ: ''أَنْ يَعْلَمَ أَنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ مَعَهُ حَيْثُ كَانَ''[1]۔

عبد اللہ بن معاویہ غاضری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو تین کاموں کو انجام دے گا اسے ایمان کی لذت مل جائے گی: جو اللہ عز وجل کی تنہا عبادت کرے، بایں طور کہ اس کے سوا کوئی سچا عبادت کے لائق نہیں، اور اپنے نفس کی پاکیزگی کے ساتھ ہر سال اپنے مال کی زکاۃ ادا کرے، نہ تو بوڑھا کمزور جانور ادا کرے، نہ ہی خارش زدہ گھٹیا جانور، نہ ہی بیمار، بلکہ تمہارے متوسط اور درمیانی مال سے؛ کیونکہ اللہ عز وجل نے تم سے سب سے بہتر مال کا مطالبہ کیا ہے، نہ ہی تمہیں سب سے بُرے مال کا حکم دیا ہے، اور جو اپنے نفس کو پاک صاف کرلے، تو ایک شخص نے عرض کیا: نفس کو پاک کرنے کا کیا مطلب ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: وہ اس بات کا علم رکھے کہ وہ جہاں کہیں ہے، اللہ عز وجل اس کے ساتھ ہے۔

چنانچہ حدیث میں رسول ﷺ نے نفس کے تزکیہ کی نہایت جامع اور بلیغ تفسیر فرمائی ہے، معنیٰ یہ

[1] سنن ابو داود، کتاب الزکاۃ، باب فی زکاۃ السائمۃ، 2/103، حدیث (1582)، والمعجم الصغیر للطبرانی (1/334، حدیث (555)، والسنن الکبریٰ للبیہقی، کتاب الزکاۃ، باب لا یاخذ الساعی فیما یاخذ مریضاً ولا معیباً، وفی الابل عدد الفرض صحیح، 4/161، حدیث (7275)، علامہ البانی رحمہ اللہ نے اپنی تحقیقات میں اسے صحیح قرار دیا ہے، دیکھئے: سلسلۃ الأحادیث الصحیحۃ للالبانی، 3/37، حدیث (1046)، وصحیح سنن أبی داود، 5/300، حدیث (1410)، وصحیح الترغیب والترہیب، 1/460، حدیث (750)، وصحیح الجامع، 1/583، حدیث (3041)۔

ہے کہ جب بندہ ہر پل اور ہر لمحہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے مراقبہ اور اپنے ساتھ ہونے کا احساس وشعور رکھے گا تو اللہ سے ڈر کر اپنے نفس کو ہر قسم کے منکرات اور گناہوں سے باز رکھے گا۔

علامہ ابن رجب حنبلی رحمہ اللہ جامع العلوم والحکم میں رقمطراز ہیں:

''المعية تقتضي علمَه واطِّلاعه ومراقبته لأعمالهم، فهي مقتضيةٌ لتخويف العباد منه''[1]۔

اللہ کا ساتھ ہونا اللہ تعالیٰ کے علم، آگاہی اور اُن کے اعمال کی نگرانی اور مراقبہ کا متقاضی ہے، لہٰذا یہ معیت بندوں کو اللہ سے ڈرانے کی متقاضی ہے۔

نیز ارشاد نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے:

''اللهُمَّ اتِ نَفْسِي تَقْوَاهَا، وَزَكِّهَا أَنْتَ خَيْرُ مَنْ زَكَّاهَا، أَنْتَ وَلِيُّهَا وَمَوْلَاهَا''[2]۔

اے اللہ! میرے نفس کو اس کا تقویٰ عطا فرما، اور اسے پاک وصاف کر دے، کہ تو ہی اسے سب سے بہتر پاک کرنے والا ہے، تو ہی اس کا نگراں ومددگار ہے۔

دوسری قسم: زکاۃ البدن (جسم کی زکاۃ):

یہ رمضان المبارک کے مہینہ کا زکاۃ الفطر ہے، جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہر چھوٹے، بڑے، مرد وعورت، اور آزاد وغلام مسلمان پر، ایک صاع گیہوں، یا جو، یا کھجور، یا پنیر یا کشمش، یا دیگر کھانے پینے کی چیزوں کی شکل میں، صائم کو لغو اور شہوانی امور سے پاک کرنے اور مساکین کے لئے غذا فراہم کرنے کے لئے، فرض کیا ہے۔ جیسا کہ عمر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے:

---

① جامع العلوم شرح خمسین حدیثاً من جوامع الکلم، تحقیق ماہر یاسین فحل، 2/561)۔

② صحیح مسلم، کتاب الذکر والدعاء والتوبۃ والاستغفار، باب التعوذ من شر ما عمل ومن شر ما لم یعمل 4/2088، حدیث (2722)۔

''فَرَضَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ زَكَاةَ الْفِطْرِ صَاعًا مِنْ تَمْرٍ ، أَوْ صَاعًا مِنْ شَعِيرٍ عَلَى الْعَبْدِ وَالْحُرِّ ، وَالذَّكَرِ وَالأُنْثَى، وَالصَّغِيرِ وَالْكَبِيرِ مِنَ الْمُسْلِمِينَ ، وَأَمَرَ بِهَا أَنْ تُؤَدَّى قَبْلَ خُرُوجِ النَّاسِ إِلَى الصَّلاَةِ''(۱)۔

رسول اللہ ﷺ نے زکاۃ الفطر ایک صاع کھجور یا ایک صاع جو مسلمانوں میں سے ہر غلام، آزاد، مرد، عورت اور چھوٹے بڑے پر فرض قرار دیا ہے، اور حکم دیا ہے کہ لوگوں کے صلاۃ عید کے لئے نکلنے سے پہلے اسے ادا کر دیا جائے۔

تیسری قسم: زکاۃ الأموال (مالوں کی زکاۃ):

یہ اسلام کے ارکان میں سے تیسرا رکن ''زکاۃ'' ہے، جس کو اکثر و بیشتر ''صلاۃ'' کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے، جس سے نفس اور مال کی پاکی ہوتی ہے اور اُن میں برکت پیدا ہوتی ہے (۲)۔

سابقہ سطور میں زکاۃ النفس کے تحت ذکر کردہ عبداللہ بن معاویہ غاضری رضی اللہ عنہ کی حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے اموال کی زکاۃ کا بھی ذکر فرمایا ہے، ملاحظہ فرمائیں۔

۴ نصوص شریعت میں زکاۃ اور صدقہ کا استعمال:

زکاۃ کا لغوی مفہوم اور شرعی تعریف گزر چکی ہے، البتہ صدقہ کے لغوی وشرعی مفہوم کے سلسلہ میں اہل علم کی تصریحات ملاحظہ فرمائیں:

الف: صدقہ کا لغوی مفہوم:

معجم لغۃ الفقہاء میں ہے:

---

(۱) صحیح البخاری، کتاب الزکاۃ، باب فرض صدقۃ الفطر، حدیث 1503، وباب صدقۃ الفطر علی الحر والمملوک، حدیث (1511)، ومسلم، کتاب الزکاۃ، باب زکاۃ الفطر علی المسلمین، حدیث (984)۔

(۲) دیکھئے: الشرح المختصر علی متن زاد المستقنع، از علامہ صالح بن فوزان الفوزان، 2/236، نیز دیکھئے: لسان العرب، از ابن منظور دمشقی، (14/358)۔

"الصدقة: بالتحريك، ج صدقات، العطية التي يبتغى بها الثواب عند الله تعالى"[1]۔

صدقہ: دال پر فتحہ کے ساتھ، جس کی جمع صدقات آتی ہے، اس عطیہ کو کہا جاتا ہے جس سے اللہ عزوجل کے یہاں ثواب کی چاہت کی جائے۔

اسی طرح المعجم الوسیط میں ہے:

"مَا يُعْطَى عَلَى وَجْهِ التَّقَرُّبِ إِلَى اللَّهِ تَعَالَى لاَ عَلَى وَجْهِ الْمَكْرُمَةِ"[2]۔

صدقہ اسے کہتے ہیں جسے اللہ تعالیٰ سے حصولِ قرب کے طور پر دیا جائے، نوازش اور شرف کے طور پر نہیں۔

اور بسا اوقات صدقہ کا استعمال وقف کے لئے بھی کیا جاتا ہے، جیسا کہ صحیح بخاری میں ہے:

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّ عُمَرَ تَصَدَّقَ بِمَالٍ لَهُ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ، وَكَانَ يُقَالُ لَهُ ثَمْغٌ وَكَانَ نَخْلًا، فَقَالَ عُمَرُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنِّي اسْتَفَدْتُ مَالًا وَهُوَ عِنْدِي نَفِيسٌ، فَأَرَدْتُ أَنْ أَتَصَدَّقَ بِهِ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: "**تَصَدَّقْ بِأَصْلِهِ، لاَ يُبَاعُ وَلاَ يُوهَبُ وَلاَ يُورَثُ، وَلَكِنْ يُنْفَقُ ثَمَرُهُ**"[3]۔

ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ عمر نے رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں ثمغ نامی اپنی ایک جائیداد وقف کی، جو ایک کھجور کا ایک باغ تھا، تو عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! مجھے ایک جائیداد ملی ہے جو میرے نزدیک نہایت عمدہ ہے، اس لئے میں

---

① معجم لغۃ الفقہاء، از محمد رواس قلعجی و حامد صادق قنیبی، ص 272، نیز دیکھئے: التعریفات از امام جرجانی، ص 132۔ الفاظ اس طرح ہیں: (الصدقة: هي العطية تبتغي بها المثوبة من الله تعالى)۔

② المعجم الوسیط، از مجمع اللغۃ العربیۃ قاہرہ، ص 511، نیز دیکھئے: القاموس الفقہی لغۃ واصطلاحاً، از دکتور سعدی أبو حبیب، ص: (209)۔

③ صحیح البخاری، کتاب الوصایا، باب وما للوصی أن یعمل فی مال الیتیم وما یاکل منہ بقدر عمالتہ، 4/10، حدیث (2764)۔

نے چاہا کہ اسے صدقہ کر دوں، تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اصل مال کو صدقہ کرو کہ بیچا جاسکے، نہ ہبہ کیا جاسکے اور نہ اس کا کوئی وارث بن سکے، صرف اس کا پھل اللہ کی راہ میں خرچ ہو۔

اور صدقہ کی وجہ تسمیہ بیان کرتے ہوئے علامہ أحمد سلامۃ القلیوبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''سُمِّيَتْ بِذَلِكَ لِإِشْعَارِهَا بِصِدْقِ نِيَّةِ بَاذِلِهَا''(۱)۔

صدقہ کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ وہ اپنے خرچ کرنے والے کی نیک نیتی کا پتہ دیتا ہے۔

ب: صدقہ کا شرعی مفہوم:

فقہ انسائیکلو پیڈیا کویت میں ہے:

''وَفِي الاِصْطِلاَحِ: تَمْلِيكٌ فِي الْحَيَاةِ بِغَيْرِ عِوَضٍ عَلَى وَجْهِ الْقُرْبَةِ إِلَى اللَّهِ تَعَالَى''(۲)۔

اصطلاح شرع میں: اللہ تعالیٰ کی قربت کی نیت سے بلاعوض اپنی زندگی میں کسی کو کسی چیز کا مالک بنا دینا صدقہ کہلاتا ہے۔

ان لغوی اور شرعی تمام تعریفات سے معلوم ہوتا ہے کہ صدقہ بلا وجوب محض تقرب الٰہی کی غرض سے (از راہ نفل وتطوع) خرچ کرنے کا نام ہے، جبکہ زکاۃ از راہ تقرب ایک فریضہ اور اسلام کا رکن رکین ہے، لیکن نصوص کتاب وسنت میں صدقہ کا استعمال فرض زکاۃ کے لئے بھی کیا گیا ہے، جیسا کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿خُذْ مِنْ أَمْوَٰلِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيهِم بِهَا وَصَلِّ عَلَيْهِمْ ۖ إِنَّ صَلَوٰتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ ۗ وَٱللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ۝١٠٣﴾ [التوبۃ:103]۔

---

۱ حاشیۃ أحمد سلامۃ القلیوبی وحاشیۃ أحمد البرلسی عمیرۃ بر شرح کتاب منہاج الطالبین للنووی، از علامہ جلال الدین المحلی رحمہم اللہ، (196/3۔)

۲ الموسوعۃ الفقہیۃ الکویتیۃ (26/322۔

آپ ان کے مالوں میں سے صدقہ لے لیجئے، جس کے ذریعہ سے آپ ان کو پاک صاف کر دیں اور ان کے لیے دعا کیجئے، بلاشبہ آپ کی دعا ان کے لیے موجب اطمینان ہے اور اللہ تعالیٰ خوب سنتا ہے خوب جانتا ہے۔

نیز ارشاد باری ہے:

﴿إِنَّمَا ٱلصَّدَقَٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَٱلْمَسَٰكِينِ وَٱلْعَٰمِلِينَ عَلَيْهَا وَٱلْمُؤَلَّفَةِ قُلُوبُهُمْ وَفِى ٱلرِّقَابِ وَٱلْغَٰرِمِينَ وَفِى سَبِيلِ ٱللَّهِ وَٱبْنِ ٱلسَّبِيلِ ۖ فَرِيضَةً مِّنَ ٱللَّهِ ۗ وَٱللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ۝٦٠﴾ [التوبۃ:60]۔

صدقے صرف فقیروں کے لئے ہیں اور مسکینوں کے لئے اور ان کے وصول کرنے والوں کے لئے اور ان کے لئے جن کے دل پرچائے جاتے ہوں اور گردن چھڑانے میں اور قرض داروں کے لئے اور اللہ کی راہ میں اور راہرو مسافروں کے لئے، فرض ہے اللہ کی طرف سے، اور اللہ علم وحکمت والا ہے۔

اور اس قسم کی دیگر آیات میں صدقہ یا صدقات سے مراد زکاۃ ہے جو فرض ہے۔

اسی طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:

”لَيْسَ فِيمَا دُونَ خَمْسِ أَوَاقٍ مِنَ الوَرِقِ صَدَقَةٌ“[1]۔

پانچ اوقیہ سے کم چاندی میں صدقہ (یعنی زکاۃ) نہیں ہے۔

اسی طرح جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو یمن بھیجا تو اُن سے فرمایا:

---

① متفق علیہ: صحیح بخاری، کتاب الزکاۃ، باب ما أدی زکاتہ فلیس بکنز، حدیث (1405)، وباب زکاۃ الورق، حدیث (1447)، وباب: لیس فیما دون خمسۃ أوسق صدقۃ، حدیث (1484)، وصحیح مسلم، کتاب الزکاۃ، باب لیس فیما دون خمسۃ أوسق صدقۃ، حدیث (979)۔

”...فَإِنْ هُمْ أَطَاعُوا لِذَلِكَ، فَأَعْلِمْهُمْ أَنَّ اللَّهَ افْتَرَضَ عَلَيْهِمْ صَدَقَةً فِي أَمْوَالِهِمْ تُؤْخَذُ مِنْ أَغْنِيَائِهِمْ وَتُرَدُّ عَلَى فُقَرَائِهِمْ“[1]۔

اگر وہ تمہاری یہ بات مان لیں تو انہیں بتلاؤ کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر ان کے مالوں میں زکاۃ فرض کیا ہے جو ان کے مالداروں سے لی جائے گی اور محتاجوں میں لوٹادی جائے گی۔

اور خلیفۂ اول ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے خط میں ہے:

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ أَبَا بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُما كَتَبَ لَهُمْ إِنَّ هَذِهِ فَرَائِضُ الصَّدَقَةِ الَّتِي فَرَضَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَلَى الْمُسْلِمِينَ الَّتِي أَمَرَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ بِهَا رَسُول الله ﷺ“[2]۔

انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو لکھ بھیجا کہ یہ زکاۃ کے فرائض (نصاب) ہیں جسے رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں پر فرض کیا ہے، جس کا اللہ عزوجل نے اپنے رسول ﷺ کو حکم دیا ہے۔

چنانچہ ان نصوص اور ان جیسے دیگر نصوص میں صدقہ سے مراد فرض زکاۃ ہے۔

علامہ اصفہانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”الصَّدَقَةُ: ما يخرجه الإنسان من ماله على وجه القربة كالزّكاة، لكن الصدّقة في الأصل تقال للمتطوّع به، والزّكاة للواجب، وقد يسمّى الواجب صدقة إذا تحرّى صاحبها الصّدق في فعله“[3]۔

---

(1) متفق علیہ: صحیح بخاری، کتاب الزکاۃ، باب وجوب الزکاۃ، حدیث (1395)، وصحیح مسلم، کتاب الایمان، باب الدعاء إلی الشہادتین وشرائع الاسلام، حدیث (19)۔

(2) سنن النسائی، کتاب الزکاۃ، باب زکاۃ الابل، 5/18، حدیث (2447)، نیز دیکھئے: 5/27، حدیث (2455)، اور علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے إرواء الغلیل (3/264، حدیث: 792) میں صحیح قرار دیا ہے۔

(3) المفردات فی غریب القرآن، از علامہ اصفہانی ص 480۔

صدقہ اسے کہتے ہیں جسے انسان اپنے مال میں سے اللہ کی قربت کے لئے نکالتا ہے، جیسے زکاۃ، لیکن صدقہ اصل میں نفلی انفاق کو کہتے ہیں، اور زکاۃ واجب کو، اور کبھی کبھار واجب زکاۃ کو بھی صدقہ کہہ دیا جاتا ہے جب دینے والا اُس کی انجام دہی میں صدق نیت کا جویا ہو۔ واللہ اعلم

دوسری فصل:

زکاۃ کی اہمیت وفضیلت، فوائد اور عدمِ ادائیگی پر وعیدیں

١ اسلام میں زکاۃ کا مقام اور اہمیت وفضیلت:

صدقہ وانفاق اور بالخصوص زکاۃ کی اسلام میں بڑی اہمیت ہے اور اس کا بہت بلند مقام ہے، اس سلسلہ میں کتاب وسنت کے چند نصوص ملاحظہ فرمائیں:

۱۔ زکاۃ اسلام کا تیسرا عظیم رکن اور اس کا ایک ستون ہے، جس پر اسلام کا محل قائم ہے:

عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ أَبِيهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُما قَالَ: قَالَ عَبْدُ اللهِ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: "**بُنِيَ الْإِسْلَامُ عَلَى خَمْسٍ، شَهَادَةِ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ، وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ**، [وفي رواية: **عَلَى أَنْ يُوَحَّدَ اللهُ**]، [وفي رواية: **عَلَى أَنْ يُعْبَدَ اللهُ، وَيُكْفَرَ بِمَا دُونَهُ**] **وَإِقَامِ الصَّلَاةِ، وَإِيتَاءِ الزَّكَاةِ، وَحَجِّ الْبَيْتِ، وَصَوْمِ رَمَضَانَ**"[1]۔

---

① متفق علیہ: صحیح بخاری، کتاب الایمان، باب: دعاؤکم إیمانکم، حدیث (8)، وصحیح مسلم، کتاب الایمان، باب أرکان الاسلام ودعائمہ العظام، حدیث (16)۔

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اپنے والد سے روایت کرتے ہیں، وہ بیان کرتے ہیں کہ عبداللہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: دین کی بنیاد پانچ ستونوں پر رکھی گئی ہے، اس بات کی گواہی کہ اللہ کے سوا کوئی سچا عبادت کے لائق نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے بندے اور رسول ہیں، [اور ایک روایت میں ہے: کہ اللہ کی توحید کا اقرار کیا جائے] ، [اور ایک روایت میں ہے: کہ اللہ کی عبادت کی جائے اور اس کے علاوہ کا کفر وانکار کیا جائے] ، اور نماز قائم کرنا، زکاۃ دینا، اللہ کے گھر کعبہ کا حج کرنا اور رمضان کا روزہ رکھنا۔

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زکاۃ کو تیسرا رکن قرار دیتے ہوئے معاذ بن جبل سے فرمایا:

”...فَإِنْ هُمْ أَطَاعُوا لِذَلِكَ، فَأَعْلِمْهُمْ أَنَّ اللَّهَ افْتَرَضَ عَلَيْهِمْ صَدَقَةً فِي أَمْوَالِهِمْ تُؤْخَذُ مِنْ أَغْنِيَائِهِمْ وَتُرَدُّ عَلَى فُقَرَائِهِمْ“[1]۔

اگر وہ تمہاری یہ بات مان لیں تو انہیں بتلاؤ کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر ان کے مالوں میں زکاۃ فرض کیا ہے جو ان کے مالداروں سے لی جائے گی اور محتاجوں میں لوٹادی جائے گی۔

۲۔ زکاۃ کا ذکر اللہ کی کتاب قرآن کریم میں بتیس مرتبہ آیا ہے، جن میں سے تیس مرتبہ زکاۃ شرعی کے معنیٰ میں مستعمل ہوا ہے اور دو مرتبہ دوسرے معنوں میں[2]، البتہ ان میں سے چھبیس مرتبہ اللہ تعالیٰ نے زکاۃ کا ذکر صلاۃ یعنی نماز کے شانہ بہ شانہ فرمایا ہے، اس طور پر زکاۃ نماز کی قرین اور ہمجولی ہے، جس سے اس کی اہمیت وعظمت اور مقام ومرتبہ کا پتہ چلتا ہے، کیونکہ اسلام میں نماز کی اہمیت وعظمت کسی سے مخفی نہیں، چند آیات ملاحظہ فرمائیں:

ارشاد باری ہے:

---

① متفق علیہ: صحیح بخاری، کتاب الزکاۃ، باب وجوب الزکاۃ، حدیث (1395)، وصحیح مسلم، کتاب الایمان، باب الدعاء إلی الشہادتین وشرائع الاسلام، حدیث (19)۔

② دیکھئے: الکھف: 81، ومریم: 13)۔

﴿وَأَقِيمُوا۟ ٱلصَّلَوٰةَ وَءَاتُوا۟ ٱلزَّكَوٰةَ وَٱرْكَعُوا۟ مَعَ ٱلرَّٰكِعِينَ ﴿٤٣﴾﴾ [البقرۃ:43]۔

اور نمازوں کو قائم کرو اور زکوٰۃ دو اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو۔

نیز ارشاد باری ہے:

﴿وَقُولُوا۟ لِلنَّاسِ حُسْنًا وَأَقِيمُوا۟ ٱلصَّلَوٰةَ وَءَاتُوا۟ ٱلزَّكَوٰةَ ثُمَّ تَوَلَّيْتُمْ إِلَّا قَلِيلًا مِّنكُمْ وَأَنتُم مُّعْرِضُونَ ﴿٨٣﴾﴾ [البقرۃ: 83]۔

اور لوگوں کو اچھی باتیں کہنا، نمازیں قائم رکھنا اور زکوٰۃ دیتے رہا کرنا، لیکن تھوڑے سے لوگوں کے علاوہ تم سب پھر گئے اور منہ موڑ لیا۔

نیز ارشاد ہے:

﴿وَأَقِيمُوا۟ ٱلصَّلَوٰةَ وَءَاتُوا۟ ٱلزَّكَوٰةَ ۚ وَمَا تُقَدِّمُوا۟ لِأَنفُسِكُم مِّنْ خَيْرٍ تَجِدُوهُ عِندَ ٱللَّهِ ۗ إِنَّ ٱللَّهَ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ﴿١١٠﴾﴾ [البقرۃ:110]۔

تم نمازیں قائم رکھو اور زکوٰۃ دیتے رہا کرو اور جو کچھ بھلائی تم اپنے لئے آگے بھیجو گے، سب کچھ اللہ کے پاس پالو گے، بے شک اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال کو خوب دیکھ رہا ہے۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے نیکی کے کاموں اور متقیوں کی خوبیوں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

﴿وَءَاتَى ٱلْمَالَ عَلَىٰ حُبِّهِۦ ذَوِى ٱلْقُرْبَىٰ وَٱلْيَتَٰمَىٰ وَٱلْمَسَٰكِينَ وَٱبْنَ ٱلسَّبِيلِ وَٱلسَّآئِلِينَ وَفِى ٱلرِّقَابِ وَأَقَامَ ٱلصَّلَوٰةَ وَءَاتَى ٱلزَّكَوٰةَ﴾ [البقرۃ: 177]۔

جو مال سے محبت کرنے کے باوجود قرابت داروں، یتیموں، مسکینوں، مسافروں اور سوال کرنے والے کو دے، غلاموں کو آزاد کرے، نماز کی پابندی اور زکوٰۃ کی ادائیگی کرے۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے ایمان اور عمل صالح کرنے والوں کی پہچان اور ان کا انجام نیک بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

﴿إِنَّ ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ وَعَمِلُوا۟ ٱلصَّٰلِحَٰتِ وَأَقَامُوا۟ ٱلصَّلَوٰةَ وَءَاتَوُا۟ ٱلزَّكَوٰةَ لَهُمْ أَجْرُهُمْ عِندَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ۝٢٧٧﴾ [البقرۃ:277]۔

بے شک جو لوگ ایمان کے ساتھ (سنت کے مطابق) نیک کام کرتے ہیں، نمازوں کو قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں، ان کا اجر ان کے رب تعالیٰ کے پاس ہے، ان پر نہ تو کوئی خوف ہے، نہ اداسی اور غم۔

اسی طرح دیگر آیات ہیں جن میں اللہ تعالیٰ نے زکاۃ کو نماز کے ساتھ ذکر فرمایا ہے [1]۔

اسی طرح رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد خلیفہ اول صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے مرتدین اور مانعین ومنکرین زکاۃ کے فتنہ کی سرکوبی کے لئے نہایت ٹھوس مجاہدانہ، حکیمانہ اور قائدانہ فیصلہ لیتے ہوئے نماز اور زکاۃ کے ہم جولی ہونے اور زکاۃ کی اہمیت کو اجاگر کرتے ہوئے فرمایا تھا، ملاحظہ فرمائیں:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: لَمَّا تُوُفِّيَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَاسْتُخْلِفَ أَبُو بَكْرٍ بَعْدَهُ، وَكَفَرَ مَنْ كَفَرَ مِنَ العَرَبِ، [وفي رواية: وَرَأَى أَبُو بَكْرٍ قِتَالَ مَنْ مَنَعَ الزَّكَاةَ] [2]، قَالَ عُمَرُ لِأَبِي بَكْرٍ: كَيْفَ تُقَاتِلُ النَّاسَ؟ وَقَدْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ

---

(1) دیکھئے: النساء:166،77، والمائدۃ:12،55، والتوبۃ:5،11،18،71، ومریم:31،55، والانبیاء:73، والحج:41، 78، والنور:37،56، والنمل:3، ولقمان:4، والاحزاب:33، والمجادلۃ:13، والمزمل:20، البینۃ:5، جبکہ سورۃ المومنون (1-4) میں ایک سیاق میں، اور تین مرتبہ زکاۃ کا ذکر علحدہ کیا گیا ہے۔ دیکھئے: الاعراف:156، والروم:39، وفصلت:6۔

(2) صحیح البخاری، کتاب الاعتصام بالکتاب والسنۃ، باب: قول اللہ تعالیٰ: ﴿وَأَمْرُهُمْ شُورَىٰ بَيْنَهُمْ﴾ [الشوری:38]، ﴿وَشَاوِرْهُمْ فِي ٱلْأَمْرِ﴾ [آل عمران:159]، 9/113 ترجمۃ الباب)۔

ﷺ : ''**أُمِرْتُ أَنْ أُقَاتِلَ النَّاسَ حَتَّى يَقُولُوا: لاَ إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، فَمَنْ قَالَ: لاَ إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ عَصَمَ مِنِّي مَالَهُ وَنَفْسَهُ، إِلَّا بِحَقِّهِ وَحِسَابُهُ عَلَى اللَّهِ**''، فَقَالَ: وَاللَّهِ لَأُقَاتِلَنَّ مَنْ فَرَّقَ بَيْنَ الصَّلاَةِ وَالزَّكَاةِ، فَإِنَّ الزَّكَاةَ حَقُّ المَالِ، وَاللَّهِ لَوْ مَنَعُونِي عِقَالًا كَانُوا يُؤَدُّونَهُ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ لَقَاتَلْتُهُمْ عَلَى مَنْعِهِ، فَقَالَ عُمَرُ: فَوَ اللَّهِ مَا هُوَ إِلَّا أَنْ رَأَيْتُ اللَّهَ قَدْ شَرَحَ صَدْرَ أَبِي بَكْرٍ لِلْقِتَالِ، فَعَرَفْتُ أَنَّهُ الحَقُّ''[1]۔

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب نبی کریم ﷺ کی وفات ہوئی اور آپ کے بعد ابوبکر رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے اور عرب کے کئی قبائل اسلام سے مرتد ہو گئے، (اور ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان سے قتال کرنا چاہا) تو عمر نے ابوبکر رضی اللہ عنہما سے کہا: آپ لوگوں سے کس بنیاد پر جنگ کریں گے؟ جب کہ رسول ﷺ نے فرمایا تھا: ''کہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ لوگوں سے اس وقت تک لڑتا رہوں جب تک وہ اس بات کی گواہی نہ دیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود حقیقی نہیں، لہٰذا جو اس بات کی گواہی دے گا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود حقیقی نہیں، وہ مجھ سے اپنا مال اور اپنی جان محفوظ کرلے گا، الایہ کہ کسی حق کے بدلے ہو، اور اس کا حساب اللہ کے حوالے ہے''، تو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ کی قسم! میں تو اس شخص سے ضرور جنگ کروں گا جو نماز اور زکوٰۃ میں فرق کرے گا، کیونکہ زکوٰۃ مال کا حق ہے، اللہ کی قسم! اگر وہ مجھ سے ایک رسی بھی روک لیں گے جسے وہ رسول اللہ ﷺ کو دیتے تھے، تو میں اُس کے روکنے پر بھی اُن سے جنگ کروں گا۔ عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جب میں نے دیکھ لیا کہ اللہ تعالیٰ نے جنگ کے لئے ابوبکر رضی اللہ عنہ کا سینہ کھول دیا ہے تو میں نے جان لیا کہ وہ حق پر ہیں۔

---

[1] صحیح البخاری، کتاب الاعتصام بالکتاب والسنۃ، باب الاقتداء بسنن رسول اللہ ﷺ، 9/ 93، حدیث (7284)، وصحیح مسلم، کتاب الایمان، باب الأمر بقتال الناس حتیٰ یقولوا: لاإلہ إلااللہ محمد رسول اللہ، 1/ 51، حدیث (20)۔

۳۔ سنت رسول ﷺ میں زکاۃ کے احکام ومسائل کے سلسلہ میں نہایت دقیق اور خصوصی اہتمام موجود ہے، جو اسلام میں زکاۃ کی اہمیت وفضیلت اور بلند مقام ومرتبہ کی واضح دلیل ہے، چنانچہ احادیث رسول میں زکاۃ کی رکنیت، فرضیت، ادائیگی کا حکم، ادائیگی نہ کرنے والوں کا گناہ اور اخروی عذاب و وعید، اور زکاۃ روکنے والوں سے جنگ وغیرہ کا بیان موجود ہے، اسی طرح اموال زکاۃ کی قسموں؛ بہیمۃ الانعام (مویشی)، سونے، چاندی، سامان تجارت، زمین کی پیداوار، پھل، اناج اور غلہ جات، نیز کان اور دفینوں وغیرہ کا ذکر تفصیل کے ساتھ موجود ہے، اسی طرح وجوب زکاۃ کے لئے مطلوبہ نصاب، مقدار ادائیگی اور دیگر شرائط وضوابط کی وضاحت بھی موجود ہے، اسی طرح زکاۃ کے آٹھ مصارف (مدات) اور اُن کی تفصیلات اور دیگر حدود وقیود کی تفصیلات بھی کتاب وسنت میں موجود ہیں، یہی وجہ ہے کہ کتب ستہ سمیت صحاح وسنن، جوامع ومسانید، اور معاجم ومصنفات وغیرہ پر مشتمل ذخیرۂ احادیث کی کم وبیش تمام تر کتابیں زکاۃ کے احکام ومسائل پر مبنی کتب وابواب سے لبریز ہیں۔ اور یہ تمام چیزیں اسلام میں زکاۃ کی عظمت واہمیت پر دلالت کرتی ہیں (1)۔

۴۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کی متعدد آیات میں زکاۃ کی کما حقہ ادائیگی کرنے والوں کی مدح وثنا فرمائی ہے، جو اس کی اہمیت ومرتبت کی واضح دلیل ہے، چنانچہ ارشاد باری ہے:

﴿إِنَّمَا يَعْمُرُ مَسَٰجِدَ ٱللَّهِ مَنْ ءَامَنَ بِٱللَّهِ وَٱلْيَوْمِ ٱلْءَاخِرِ وَأَقَامَ ٱلصَّلَوٰةَ وَءَاتَى ٱلزَّكَوٰةَ وَلَمْ يَخْشَ إِلَّا ٱللَّهَ فَعَسَىٰٓ أُو۟لَٰٓئِكَ أَن يَكُونُوا۟ مِنَ ٱلْمُهْتَدِينَ ﴿١٨﴾﴾ [التوبۃ:18]۔

اللہ کی مسجدوں کی رونق وآبادی تو ان کے حصے میں ہے جو اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہوں، نمازوں کے پابند ہوں، زکوٰۃ دیتے ہوں، اللہ کے سوا کسی سے نہ ڈرتے ہوں، توقع ہے کہ یہی لوگ یقیناً ہدایت یافتہ ہیں۔

---

(1) ملاحظہ فرمائیں: فقہ الزکاۃ، از ڈاکٹر یوسف عبداللہ قرضاوی، (1/9-10)۔

نیز اسماعیل علیہ السلام کی مدح میں اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿وَٱذۡكُرۡ فِي ٱلۡكِتَٰبِ إِسۡمَٰعِيلَۚ إِنَّهُۥ كَانَ صَادِقَ ٱلۡوَعۡدِ وَكَانَ رَسُولٗا نَّبِيّٗا ۝٥٤ وَكَانَ يَأۡمُرُ أَهۡلَهُۥ بِٱلصَّلَوٰةِ وَٱلزَّكَوٰةِ وَكَانَ عِندَ رَبِّهِۦ مَرۡضِيّٗا ۝٥٥﴾ [مریم: 55-54]۔

اس کتاب میں اسماعیل (علیہ السلام) کا واقعہ بھی بیان کر، وہ بڑا ہی وعدے کا سچا تھا اور تھا بھی رسول اور نبی۔ وہ اپنے گھر والوں کو برابر نماز اور زکوٰۃ کا حکم دیتا تھا، اور تھا بھی اپنے پروردگار کی بارگاہ میں پسندیدہ اور مقبول۔

اسی طرح ارشاد باری ہے:

﴿رِجَالٞ لَّا تُلۡهِيهِمۡ تِجَٰرَةٞ وَلَا بَيۡعٌ عَن ذِكۡرِ ٱللَّهِ وَإِقَامِ ٱلصَّلَوٰةِ وَإِيتَآءِ ٱلزَّكَوٰةِ يَخَافُونَ يَوۡمٗا تَتَقَلَّبُ فِيهِ ٱلۡقُلُوبُ وَٱلۡأَبۡصَٰرُ ۝٣٧﴾ [النور:37]۔

یہ ایسے لوگ ہیں جنہیں تجارت اور خرید وفروخت اللہ کے ذکر سے اور نماز کے قائم کرنے اور زکوٰۃ ادا کرنے سے غافل نہیں کرتی' اس دن سے ڈرتے ہیں جس دن بہت سے دل اور بہت سی آنکھیں الٹ پلٹ ہو جائیں گی۔

اور اس معنیٰ کی آیات اور احادیث بکثرت ہیں۔

۵۔ زکاۃ کی اہمیت ومرتبت کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اُسے اموال زکاۃ، نصاب اور مقدار ادائیگی وغیرہ کی تعیین کے بغیر' مکی دور ہی میں فرض قرار دیا، اور پھر اموال زکاۃ کے اصناف، نصاب، مقدار واجب اور دیگر تمام شروط کے ساتھ مدنی دور میں سنہ ۲/ ہجری میں فرض کیا۔

چنانچہ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ فرمان باری:

﴿وَٱلَّذِينَ هُمۡ لِلزَّكَوٰةِ فَٰعِلُونَ ۝٤﴾ [المومنون:4]۔

اور جو زکوٰۃ ادا کرنے والے ہیں۔

کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

’’الْأَكْثَرُونَ عَلَى أَنَّ الْمُرَادَ بِالزَّكَاةِ هَاهُنَا زَكَاةُ الْأَمْوَالِ، مَعَ أَنَّ هَذِهِ الْآيَةَ مَكِّيَّةٌ، وَإِنَّمَا فُرِضَتِ الزَّكَاةُ بِالْمَدِينَةِ فِي سَنَةِ اثْنَتَيْنِ مِنَ الْهِجْرَةِ. وَالظَّاهِرُ أَنَّ الَّتِي فُرِضَتْ بِالْمَدِينَةِ إِنَّمَا هِيَ ذَاتُ النُّصَبِ وَالْمَقَادِيرِ الْخَاصَّةِ، وَإِلَّا فَالظَّاهِرُ أَنَّ أَصْلَ الزَّكَاةِ كَانَ وَاجِبًا بِمَكَّةَ‘‘[۱]۔

اکثر لوگوں کا کہنا یہ ہے کہ یہاں زکاۃ سے مراد اموال کی زکاۃ ہے، حالانکہ یہ آیت کریمہ مکی ہے، اور زکاۃ کی فرضیت مدینہ میں سنہ ۲ ہجری میں ہوئی ہے۔ظاہر یہ ہے کہ مدینہ میں جو زکاۃ فرض ہوئی ہے وہ متعین نصاب اور مقدار والی خاص زکاۃ ہے، ورنہ اصل زکاۃ مکہ ہی میں واجب ہو چکی تھی۔

نیز امام طبری رحمہ اللہ اپنی تفسیر میں اُسے فرض زکاۃ قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

’’والذين هم لزكاة أموالهم التي فرضها الله عليهم فيها مؤدُّون‘‘[۲]۔

وہ لوگ جو اپنے مالوں میں اللہ کی فرض کردہ زکاۃ ادا کرنے والے ہیں۔

اسی طرح امام ابن کثیر رحمہ اللہ سورۃ المزمل کی آیت کریمہ:

﴿ وَأَقِيمُوا۟ ٱلصَّلَوٰةَ وَءَاتُوا۟ ٱلزَّكَوٰةَ وَأَقْرِضُوا۟ ٱللَّهَ قَرْضًا حَسَنًا ﴾ [المزمل:20]۔

اور نماز کی پابندی رکھو اور زکوٰۃ دیتے رہا کرو اور اللہ تعالیٰ کو اچھا قرض دو۔

کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

’’أَقِيمُوا صَلَاتَكُمُ الْوَاجِبَةَ عَلَيْكُمْ، وَاتُوا الزَّكَاةَ الْمَفْرُوضَةَ. وَهَذَا يَدُلُّ لِمَنْ قَالَ: إِنَّ فَرْضَ الزَّكَاةِ نَزَلَ بِمَكَّةَ، لَكِنَّ مَقَادِيرَ النُّصُبِ والمخْرَج لَمْ تُبَين إِلَّا بِالْمَدِينَةِ‘‘[۳]۔

---

① تفسیر ابن کثیر تحقیق سامی سلامۃ،(462/5)۔

② جامع البیان عن تاویل آی القرآن، از ابن جریر طبری،(10/19)۔

③ تفسیر ابن کثیر تحقیق سامی سلامۃ،(259/8)

یعنی اپنے اوپر واجب نماز قائم کرو اور فرض زکاۃ ادا کرو۔ یہ ان لوگوں کی دلیل ہے جو اس بات کے قائل ہیں کہ زکاۃ کی فرضیت مکہ میں اتری ہے، البتہ نصاب اور ادائیگی کی مقدار وغیرہ کا بیان مدینہ میں ہوا ہے۔

نیز علامہ ابن عثیمین رحمہ اللہ اس سلسلہ میں ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں:

''أن الزكاة فرضت في أصح أقوال أهل العلم بمكة، ولكن تقدير الأنصبة والأموال الزكوية وأهل الزكاة كان بالمدينة''[1]۔

اہل علم کے صحیح ترین قول کے مطابق زکاۃ مکہ میں فرض ہوئی، البتہ نصاب، اموال زکاۃ اور مستحقین زکاۃ وغیرہ مسائل کی تعیین مدینہ میں ہوئی ہے۔

۶۔ زکاۃ کی اہمیت وعظمت کا ایک نہایت اہم پہلو یہ ہے کہ زکاۃ نہ دینے والے سے جہاد کیا جائے گا، جیسا کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث میں ہے:

عَنِ ابْنِ عُمَرَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: ''**أُمِرْتُ أَنْ أُقَاتِلَ النَّاسَ حَتَّى يَشْهَدُوا أَنْ لاَ إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ، وَيُقِيمُوا الصَّلاَةَ، وَيُؤْتُوا الزَّكَاةَ، فَإِذَا فَعَلُوا ذَلِكَ عَصَمُوا مِنِّي دِمَاءَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ إِلَّا بِحَقِّ الإِسْلاَمِ، وَحِسَابُهُمْ عَلَى اللَّهِ**''[2]۔

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجھے حکم دیا گیا ہے کہ لوگوں سے اس وقت تک لڑتا رہوں جب تک وہ اس بات کی گواہی نہ دیں کہ اللہ کے سوا

---

① مجموع فتاوی ورسائل ابن عثیمین،18 / 15، نیز دیکھئے: الشرح الممتع، 6/ 15، وصحیح ابن خزیمۃ،4 / 13، والموسوعۃ الفقہیۃ الکویتیۃ،(23/ 228)۔

② صحیح البخاری، کتاب الایمان، باب قول اللہ تعالیٰ: ﴿فَإِن تَابُوا۟ وَأَقَامُوا۟ ٱلصَّلَوٰةَ وَءَاتَوُا۟ ٱلزَّكَوٰةَ فَخَلُّوا۟ سَبِيلَهُمْ﴾، 1/ 14، حدیث (25)۔

کوئی معبود حقیقی نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں اور نماز قائم کریں، زکاۃ دیں، اور جب لوگ ایسا کرلیں گے تو مجھ سے اپنی جان اور اپنا مال محفوظ کرلیں گے، سوائے اسلام کے حق کے، اور ان کا حساب اللہ کے حوالے ہے۔

اور خلیفۂ رسول ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مانعین زکاۃ سے جہاد کرکے امت کے سامنے اس کا عملی نمونہ پیش کیا:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: لَمَّا تُوُفِّيَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَاسْتُخْلِفَ أَبُو بَكْرٍ بَعْدَهُ، وَكَفَرَ مَنْ كَفَرَ مِنَ العَرَبِ، قَالَ عُمَرُ لِأَبِي بَكْرٍ: كَيْفَ تُقَاتِلُ النَّاسَ؟ وَقَدْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ''**أُمِرْتُ أَنْ أُقَاتِلَ النَّاسَ حَتَّى يَقُولُوا: لاَ إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، فَمَنْ قَالَ: لاَ إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ عَصَمَ مِنِّي مَالَهُ وَنَفْسَهُ، إِلَّا بِحَقِّهِ وَحِسَابُهُ عَلَى اللَّهِ**''، فَقَالَ: وَاللَّهِ لَأُقَاتِلَنَّ مَنْ فَرَّقَ بَيْنَ الصَّلاَةِ وَالزَّكَاةِ، فَإِنَّ الزَّكَاةَ حَقُّ المَالِ، وَاللَّهِ لَوْ مَنَعُونِي عِقَالًا كَانُوا يُؤَدُّونَهُ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ لَقَاتَلْتُهُمْ عَلَى مَنْعِهِ، فَقَالَ عُمَرُ: فَوَ اللَّهِ مَا هُوَ إِلَّا أَنْ رَأَيْتُ اللَّهَ قَدْ شَرَحَ صَدْرَ أَبِي بَكْرٍ لِلْقِتَالِ، فَعَرَفْتُ أَنَّهُ الحَقُّ''[1]۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب نبی کریم ﷺ کی وفات ہوئی اور آپ کے بعد ابو بکر رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے اور عرب کے کئی قبائل اسلام سے مرتد ہو گئے، (اور ابو بکر رضی اللہ عنہ نے ان سے قتال کرنا چاہا) تو عمر نے ابو بکر رضی اللہ عنہما سے کہا: آپ لوگوں سے کس بنیاد پر جنگ کریں گے؟ جب کہ رسول ﷺ نے فرمایا تھا: ''کہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ لوگوں سے اس وقت تک لڑتا رہوں جب تک وہ اس بات کی گواہی نہ دیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود

---

① صحیح البخاری، کتاب الاعتصام بالکتاب والسنۃ، باب الاقتداء بسنن رسول اللہ ﷺ، 9/ 93، حدیث (7284)، وصحیح مسلم، کتاب الایمان، باب الأمر بقتال الناس حتیٰ یقولوا: لا إلہ إلا اللہ، محمد رسول اللہ، 1/ 51، حدیث (20)۔

حقیقی نہیں، لہٰذا جو اس بات کی گواہی دے گا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود حقیقی نہیں، وہ مجھ سے اپنا مال اور اپنی جان محفوظ کر لے گا، الا یہ کہ کسی حق کے بدلے ہو، اور اس کا حساب اللہ کے حوالے ہے''، تو ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ کی قسم! میں تو اس شخص سے ضرور جنگ کروں گا جو نماز اور زکوٰۃ میں فرق کرے گا، کیونکہ زکوٰۃ مال کا حق ہے، اللہ کی قسم! اگر وہ مجھ سے ایک رسی بھی روک لیں گے جسے وہ رسول اللہ ﷺ کو دیتے تھے، تو میں اُس کے روکنے پر بھی اُن سے جنگ کروں گا۔ عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جب میں نے دیکھ لیا کہ اللہ تعالیٰ نے جنگ کے لئے ابو بکر رضی اللہ عنہ کا سینہ کھول دیا ہے تو میں نے جان لیا کہ وہ حق پر ہیں۔

۷۔ زکاۃ کی اہمیت و بلندی مقام کی ایک نمایاں دلیل یہ ہے کہ اس کی مشروعیت اور وجوب وفرضیت کا منکر اور منع زکاۃ کا حلال سمجھنے والا' اگر مسلمان ہو اور مسلمانوں کے درمیان اس کی پرورش ہوئی ہو تو' کافر اور خارج از اسلام ہو جاتا ہے، کیونکہ کتاب اللہ، سنت رسول ﷺ اور مسلمانوں کے اجماع سے زکاۃ کی فرضیت کے دلائل ظاہر و باہر ہیں، اور یہ چیز دین میں بدیہی طور پر معلوم ہے، چنانچہ امام ابن قدامہ مقدسی، امام نووی وغیرہ نے اس کی صراحت فرمائی ہے [۱]۔

البتہ جو زکاۃ کے وجوب اور اس کی فرضیت کا منکر نہ ہو، اور منع زکاۃ کو حلال نہ سمجھتا ہو، بلکہ محض سستی، کاہلی، عدم اہتمام اور لا پروائی کے سبب زکاۃ ادا نہ کرتا ہوں اس کے بارے میں اہل علم کا اختلاف ہے کہ آیا وہ بھی کافر و مرتد کہلائے گا یا نہیں؟ دلائل کی روشنی میں اہل علم کے راجح قول کے مطابق ایسا شخص کافر و مرتد نہ ہوگا بلکہ فاسق ہوگا اور کبائر میں سے ایک بہت بڑے کبیرہ

---

① دیکھئے: المجموع شرح المہذب، 5 / 334، والمغنی لابن قدامۃ (2 / 428، وزاد المستقنع فی اختصار المقنع ص: 78، والشرح الممتع علی زاد المستقنع، 6 / 191، ومجموع فتاوی ابن باز، (14 / 227)۔

کا مرتکب ٹھہرے گا[1]۔

عدم کفر کی ایک واضح دلیل نبی کریم ﷺ کی وہ حدیث بھی ہے جس میں آپ ﷺ نے سونے، چاندی، اونٹ، گائے اور بکریوں کی زکاۃ روکنے والے کے عذاب کا ذکر کرتے ہوئے اخیر میں فرمایا ہے:

"...فِي يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهُ خَمْسِينَ أَلْفَ سَنَةٍ، حَتَّى يُقْضَى بَيْنَ الْعِبَادِ، فَيَرَى سَبِيلَهُ إِمَّا إِلَى الْجَنَّةِ، وَإِمَّا إِلَى النَّارِ"[2]۔

...اس (قیامت کے) دن جس کی مقدار پچاس ہزار سال کے برابر ہوگی، یہاں تک کہ بندوں کے درمیان فیصلہ کر دیا جائے گا، چنانچہ بندہ جنت یا جہنم کی طرف اپنا راستہ دیکھے گا۔

علامہ محمد بن صالح عثیمین رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"فان هذا الحديث يدل علي انه لا يكفر، لأنه لو كان كافرا بترك الزكاة لم يكن له سبيل إلى الجنة"[3]۔

یہ حدیث بتلاتی ہے کہ وہ کافر نہیں ہوگا، کیونکہ اگر ترک زکاۃ کے سبب وہ کافر ہو جاتا تو اس کے لئے جنت کا راستہ نہیں ہوتا۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بندہ کافر نہ ہوگا؛ کیونکہ کافر کے لئے جنت کا راستہ دیکھنا ممکن نہیں۔ واللہ تعالی اعلم۔

---

(1) تفصیل کے لئے دیکھئے: المغنی لابن قدامۃ، 2/429، ومجموع فتاوی ابن باز، 14/227، و28/145، ومجموع فتاوی ورسائل شیخ محمد بن صالح العثیمین، 18/14، نیز دیکھئے: الشرح الممتع لابن عثیمین، 6/7۔

(2) صحیح مسلم، کتاب الزکاۃ، باب اثم مانع الزکاۃ، 2/681، حدیث (987)۔

(3) شرح ریاض الصالحین، از علامہ ابن عثیمین، 1/415، والشرح الممتع علی زاد المستقنع، از علامہ ابن عثیمین، 6/6، نیز دیکھئے: ذخیرۃ العقبی فی شرح المجتبی (سنن النسائی)، از علامہ محمد بن علی الاثیوبی الوَلّوِی، 22/18، والفقہ الاسلامی وأدلتہ، از وھبہ الزحیلی، 3/1792۔

۲ زکاۃ کے فوائد اور حکمتیں:

اسلام کے دیگر ارکان اور فرائض کی طرح زکاۃ جیسے عظیم الشان رکن میں بھی اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے بے شمار انفرادی و اجتماعی حکمتیں اور عظیم فوائد رکھے ہیں، جن سے زکاۃ کی ادائیگی کرنے والا ایک بندہ مومن ہی نہیں بلکہ پورا اسلامی وانسانی سماج، اور ساری دنیا مستفید ہوگی۔ چند فوائد اور حکمتیں ملاحظہ فرمائیں:

۱۔ زکاۃ اسلام کا ایک رکن رکین ہے، لہٰذا اس سے بندے کا ایمان مکمل ہوتا ہے، اور یہ ہر بندے کا ایک عظیم مقصود ہے۔

۲۔ زکاۃ کی ادائیگی سے اللہ کی اطاعت و بندگی حاصل ہوتی ہے، بندہ اللہ سے اجر وثواب کی امید رکھتا ہے، اُس کے عذاب سے ڈرتا ہے اور اس کی محبت وخوشنودی کا طالب ہوتا ہے۔

۳۔ زکاۃ میں مال خرچ کرنے کی آزمائش ہے۔ چونکہ مال وجائداد انسانی طبیعت میں ایک محبوب و مرغوب چیز ہیں، بلکہ امت محمدیہ ﷺ کے فتنہ وآزمائش کا سبب ہیں جیسا کہ متعدد نصوص میں اس کی صراحت آئی ہے، مثلاً ایک حدیث میں نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

عَنْ كَعْبِ بْنِ عِيَاضٍ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: ’’**إِنَّ لِكُلِّ أُمَّةٍ فِتْنَةً، وَإِنَّ فِتْنَةَ أُمَّتِي الْمَالُ**‘‘[1]۔

کعب بن عیاض رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے

---

① مسند أحمد طبع الرسالۃ، 29/ 15، حدیث (17471)، وجامع ترمذی، أبواب الزھد، باب ماجاء أن فتنۃ ھذہ الأمۃ فی المال، 4/ 569، حدیث (2336)، حدیث صحیح ہے، دیکھئے: صحیح الجامع الصغیر، از علامہ البانی، 1/ 430، حدیث (2148)، والتعلیقات الحسان علی صحیح ابن حبان، 5/ 164، حدیث (3212)، نیز دیکھئے: سلسلۃ الأحادیث الصحیحۃ، 2/ 139، حدیث (592)۔

سنا: ''یقیناً ہر امت کا کوئی نہ کوئی فتنہ ہوتا ہے، اور میری امت کا فتنہ مال ہے''[1]۔

اس لئے زکاۃ کی ادائیگی سے بندے کے ایمان کی صداقت کا پتہ چلتا ہے، کیونکہ انسان اپنی کسی محبوب ومرغوب چیز کو اس کے ہم پلہ یا اس سے بلند و برتر محبوب ہی کے لئے قربان کرسکتا ہے۔

---

① لیکن واضح رہے کہ یہ مال ان لوگوں کے حق میں فتنہ ہوگا جو اُسے سود، رشوت، چوری، ڈکیتی، دھوکہ، فریب اور دیگر حرام اور ناجائز طریقوں سے کمائیں، دین کے فرائض و واجبات میں اسے صرف نہ کریں، اس میں اللہ اور اس کے بندگان کے حقوق ادا نہ کریں۔ ورنہ جو اسے حلال طریقوں سے کمائیں اور اللہ کی مرضیات میں معروف کے ساتھ خرچ کریں، اللہ سبحانہ وتعالیٰ اور اس کے بندوں کے حقوق ادا کریں، اس کے ذریعہ دین اور امت کی ساکھ مضبوط کریں، وغیرہ تو یہ مال ان کے حق میں فتنہ نہیں بلکہ نعمت اور عطیہ الٰہی ہوگا، جیسا کہ عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے:

عَنْ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ، يَقُولُ: قَالَ لِي رَسُولُ اللهِ ﷺ: ''**يَا عَمْرُو اشْدُدْ عَلَيْكَ سِلَاحَكَ وَثِيَابَكَ، وَأْتِنِي**''، فَفَعَلْتُ فَجِئْتُهُ وَهُوَ يَتَوَضَّأُ، فَصَعَّدَ فِيَّ الْبَصَرَ وَصَوَّبَهُ، وَقَالَ: ''**يَا عَمْرُو! إِنِّي أُرِيدُ أَنْ أَبْعَثَكَ وَجْهًا، فَيُسَلِّمَكَ اللهُ وَيُغْنِمَكَ، وَأَزْعَبُ لَكَ مِنَ الْمَالِ زَعْبَةً صَالِحَةً**''، قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ إِنِّي لَمْ أُسْلِمْ رَغْبَةً فِي الْمَالِ، إِنَّمَا أَسْلَمْتُ رَغْبَةً فِي الْجِهَادِ وَالْكَيْنُونَةِ مَعَكَ، قَالَ: ''**يَا عَمْرُو! نَعِمَّا بِالْمَالِ الصَّالِحِ لِلرَّجُلِ الصَّالِحِ**''۔

[مسند أحمد طبع الرسالۃ (29/ 337)، حدیث (17802)، نیز دیکھئے: حدیث (17763، و17764)، یہ حدیث امام مسلم کی شرط پر صحیح ہے، دیکھئے: سلسلۃ الأحادیث الضعیفۃ، 5/ 62، حدیث (2042 کے تحت)، والتعلیقات الحسان علی صحیح ابن حبان، 5/ 158، حدیث (3201)، ومشکاۃ المصابیح بتحقیق الالبانی، 2/ 1108، حدیث (3756)، وتخریج مشکلۃ الفقر، ص: 22، حدیث (19)، وغایۃ المرام فی تخریج أحادیث الحلال والحرام، ص: 261، حدیث (454)، نیز دیکھئے: مسند أحمد طبع الرسالۃ (حاشیہ)، 29/ 15۔]

عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے عمرو! اپنے کپڑے زیب تن کرکے اور ہتھیاروں سے لیس ہوکر میرے پاس آؤ، میں نے ایسے ہی کیا اور آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ وضو کر رہے تھے، آپ نے اپنی نظروں سے مجھے اوپر سے نیچے تک دیکھا، اور فرمایا: میں تمہیں ایک جنگی محاذ پر روانہ کرنا چاہتا ہوں، لہٰذا اللہ تعالیٰ تمہیں سلامت رکھے اور مال غنیمت سے نوازے، اور میں تمہیں یکمشت کچھ صاف ستھرا مال بھی دوں گا، بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! میں مال کی خواہش میں اسلام نہیں لایا ہوں، بلکہ جہاد فی سبیل اللہ اور آپ کے ساتھ رہنے کی خواہش میں اسلام لایا ہوں! آپ نے فرمایا: اے عمرو! نیک آدمی کے لئے نیک اور پاکیزہ مال کیا خوب ہوا کرتا ہے۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿لَن تَنَالُوا۟ ٱلْبِرَّ حَتَّىٰ تُنفِقُوا۟ مِمَّا تُحِبُّونَ ۚ وَمَا تُنفِقُوا۟ مِن شَىْءٍ فَإِنَّ ٱللَّهَ بِهِۦ عَلِيمٌ ﴿٩٢﴾﴾ [آل عمران:92]۔

جب تک تم اپنی پسندیدہ چیز سے اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ نہ کروگے ہرگز بھلائی نہ پاؤ گے، اور تم جو خرچ کرو اسے اللہ تعالیٰ بخوبی جانتا ہے۔

اور سلف صالحین کی سیرت میں اللہ کی راہ میں اپنا محبوب ترین مال خرچ کرنے کی عمدہ مثالیں موجود ہیں (1)۔

۴۔ زکاۃ کے ذریعہ جود و کرم، سخاوت وفیاضی اور فقراء ومحتاجوں پر شفقت و رحم کا جذبہ پیدا ہوتا ہے، اور ساتھ ہی بخیلی و کنجوسی جیسی قبیح خصلت سے نفس کی صفائی وستھرائی ہوتی ہے، جیسا کہ اللہ عزوجل کے فرمان میں اس کا اشارہ ملتا ہے ارشاد باری ہے:

﴿خُذْ مِنْ أَمْوَٰلِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيهِم بِهَا﴾ [التوبۃ:103]۔

---

(1) بطور مثال ملاحظہ فرمائیں: جامع ترمذی، کتاب المناقب، باب فی مناقب أبی بکر وعمر- رضی اللہ عنہما -، 5/ 614، حدیث (3675)، وسنن أبو داود، کتاب الزکاۃ، باب الرخصۃ فی ذلک - أی الرخصۃ فی إخراج المال کلہ، 2/ 129، حدیث (1678)، والدارمی فی الزکاۃ، باب الرجل یتصدق بجمیع ما عندہ، 1/ 329، حدیث (1667) دیکھئے: صحیح سنن أبی داود، 5/ 365، حدیث (1473)، ومشکاۃ المصابیح بتحقیق الالبانی، 3/ 1699، حدیث (6030)۔ نیز دیکھئے: والنسائی، کتاب الوصایا، باب وقف المساجد، 6/ 235، حدیث (3605)، وجامع ترمذی کتاب المناقب، باب مناقب عثمان رضی اللہ عنہ، 5/ 627، حدیث (3699)، نیز دیکھئے: صحیح النسائی 2/ 766، وصحیح سنن الترمذی، 3/ 209، وتحفۃ الأحوذی، 10/ 196، وفتح الباری، 7/ 54۔ وصحیح بخاری مع فتح الباری، کتاب الوصایا، باب إذا وقف أرضاً أو بئراً، 5/ 407، حدیث (2778)۔ نیز دیکھئے: صحیح بخاری، کتاب الوکالۃ، باب إذا قال الرجل لوکیلہ: ضع حیث أراک اللہ۔۔، 3/ 102، حدیث (2318)۔ نیز دیکھئے: صحیح مسلم، کتاب الجنائز، باب رکوب المصلی علی الجنازۃ إذا انصرف، 2/ 665، حدیث (965)، ومسند أحمد طبع الرسالۃ، 19/ 464، حدیث (12482)، دیکھئے: التعلیقات الحسان علی صحیح ابن حبان، 10/ 234، حدیث (7115)، وسلسلۃ الأحادیث الصحیحۃ، 6/ 1131، حدیث (2964)۔

آپ ان کے مالوں میں سے صدقہ لے لیجئے، جس کے ذریعہ سے آپ ان کو پاک صاف کر دیں۔

نیز ارشاد ہے:

﴿ وَمَن يُوقَ شُحَّ نَفْسِهِۦ فَأُوْلَٰٓئِكَ هُمُ ٱلْمُفْلِحُونَ ۝٩ ﴾ [الحشر:۹]۔

اور جو بھی اپنے نفس کے بخل سے بچایا گیا وہی کامیاب (اور بامراد) ہے۔

۵۔ زکاۃ سے مال میں اللہ کی جانب سے برکت، اضافہ اور بڑھوتری ہوتی ہے، جیسا کہ ارشاد ہے:

﴿وَمَآ أَنفَقْتُم مِّن شَىْءٍ فَهُوَ يُخْلِفُهُۥ ۖ وَهُوَ خَيْرُ ٱلرَّٰزِقِينَ ۝٣٩﴾ [سبا: 39]۔

اور تم جو کچھ بھی اللہ کی راہ میں خرچ کرو گے اللہ اس کا (پورا پورا) بدلہ دے گا اور وہ سب سے بہتر روزی دینے والا ہے۔

نیز ارشاد ہے:

﴿وَمَآ ءَاتَيْتُم مِّن زَكَوٰةٍ تُرِيدُونَ وَجْهَ ٱللَّهِ فَأُوْلَٰٓئِكَ هُمُ ٱلْمُضْعِفُونَ ۝٣٩﴾ [الروم:39]۔

اور جو کچھ صدقہ زکوٰۃ تم اللہ تعالیٰ کا منہ دیکھنے (اور خوشنودی کے لئے) دو تو ایسے لوگ ہی اپنا دو چند کرنے والے ہیں۔

نیز ارشاد نبوی ہے:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: "**مَا مِنْ يَوْمٍ يُصْبِحُ العِبَادُ فِيهِ إِلَّا مَلَكَانِ يَنْزِلاَنِ، فَيَقُولُ أَحَدُهُمَا: اللَّهُمَّ أَعْطِ مُنْفِقًا خَلَفًا، وَيَقُولُ**

الآخَرُ: اللّٰهُمَّ أَعْطِ مُمْسِكًا تَلَفًا''[1]۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہر روز صبح صبح دو فرشتے اترتے ہیں: ان میں سے ایک کہتا ہے: اے اللہ! خرچ کرنے والے کو بدلہ عطا فرما، اور دوسرا کہتا ہے: اے اللہ! نہ خرچ کرنے (روک لینے) والے کا مال ضائع و اکارت کردے۔

اسی طرح ایک حدیث میں آپ ﷺ نے فرمایا:

''مَا نَقَصَتْ صَدَقَةٌ مِنْ مَالٍ''[2]۔

صدقہ وزکاۃ سے مال میں کوئی کمی نہیں ہوتی۔

اسی طرح حدیث قدسی میں ارشاد ہے:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ''قَالَ اللّٰهُ: أَنْفِقْ يَا ابْنَ آدَمَ أُنْفِقْ عَلَيْكَ''[3]۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ فرماتا ہے: اے آدم کی اولاد خرچ کر، میں تجھ پر خرچ کروں گا۔

٦۔ صدقات وزکاۃ کی ادائیگی سے مالی، سماجی اور اخلاقی جرائم کا خاتمہ ہوتا ہے، جیسے چوری، ڈکیتی، زناکاری، بدکاری، جسم فروشی، اغلام اور دیگر جرائم اور فواحش ومنکرات۔ جیسا کہ نبی کریم ﷺ سے وارد ہے:

---

① صحیح البخاری، کتاب الزکاۃ، باب فی قول اللہ: ﴿فَأَمَّا مَنْ أَعْطَىٰ وَاتَّقَىٰ ۝ وَصَدَّقَ بِالْحُسْنَىٰ ۝﴾ [اللیل:5-6]، 2/115، حدیث (1442)، وصحیح مسلم، 2/700، کتاب الزکاۃ، باب فی المنفق والممسک، (حدیث 1010)۔

② صحیح مسلم، کتاب البر والصلۃ، باب العفو، 4/2001، حدیث (2588)۔

③ متفق علیہ: صحیح بخاری، کتاب النفقات، باب فضل النفقۃ علی الاہل، 7/62، حدیث (5352)، وصحیح مسلم، کتاب الزکاۃ، باب الحث علی النفقۃ وتبشیر المنفق بالخلف، 2/690، حدیث (993)۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: ”قَالَ رَجُلٌ: لَأَتَصَدَّقَنَّ بِصَدَقَةٍ، فَخَرَجَ بِصَدَقَتِهِ، فَوَضَعَهَا فِي يَدِ سَارِقٍ، فَأَصْبَحُوا يَتَحَدَّثُونَ: تُصُدِّقَ عَلَى سَارِقٍ فَقَالَ: اللَّهُمَّ لَكَ الحَمْدُ، لَأَتَصَدَّقَنَّ بِصَدَقَةٍ، فَخَرَجَ بِصَدَقَتِهِ فَوَضَعَهَا فِي يَدَيْ زَانِيَةٍ، فَأَصْبَحُوا يَتَحَدَّثُونَ: تُصُدِّقَ اللَّيْلَةَ عَلَى زَانِيَةٍ، فَقَالَ: اللَّهُمَّ لَكَ الحَمْدُ، عَلَى زَانِيَةٍ؟ لَأَتَصَدَّقَنَّ بِصَدَقَةٍ، فَخَرَجَ بِصَدَقَتِهِ، فَوَضَعَهَا فِي يَدَيْ غَنِيٍّ، فَأَصْبَحُوا يَتَحَدَّثُونَ: تُصُدِّقَ عَلَى غَنِيٍّ، فَقَالَ: اللَّهُمَّ لَكَ الحَمْدُ، عَلَى سَارِقٍ وَعَلَى زَانِيَةٍ وَعَلَى غَنِيٍّ، فَأُتِيَ فَقِيلَ لَهُ: أَمَّا صَدَقَتُكَ عَلَى سَارِقٍ فَلَعَلَّهُ أَنْ يَسْتَعِفَّ عَنْ سَرِقَتِهِ، وَأَمَّا الزَّانِيَةُ فَلَعَلَّهَا أَنْ تَسْتَعِفَّ عَنْ زِنَاهَا، وَأَمَّا الغَنِيُّ فَلَعَلَّهُ يَعْتَبِرُ فَيُنْفِقُ مِمَّا أَعْطَاهُ اللَّهُ“[1]۔

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ایک شخص نے (بتایا جاتا ہے کہ بنی اسرائیل میں سے) کہا: آج رات مجھے ضرور صدقہ کرنا ہے۔ چنانچہ وہ اپنا صدقہ لے کر نکلا اور بے شعوری میں ایک چور کے ہاتھ میں دے دیا۔ صبح ہوئی تو لوگ باتیں کرنے لگے کہ آج رات کسی نے چور کو صدقہ دے دیا ہے۔ اس شخص نے کہا: اے اللہ! تمام تعریفیں تیرے ہی لئے ہیں۔ (آج رات) میں پھر صدقہ کروں گا۔ چنانچہ وہ دوبارہ صدقہ لے کر نکلا اور اس مرتبہ ایک فاحشہ (زانیہ) کے ہاتھ میں دے آیا۔ جب صبح ہوئی تو لوگوں میں پھر چرچا ہوا کہ آج رات کسی نے فاحشہ عورت کو صدقہ دے دیا ہے۔ اس شخص نے کہا: اے اللہ! تمام تعریفیں تیرے ہی لئے ہیں، میں نے زانیہ کو اپنا صدقہ دے

① صحیح بخاری، کتاب الزکاۃ، باب إذا تصدق علی غنی وھو لا یعلم، (2/110)، حدیث (1421)، وصحیح مسلم، کتاب الزکاۃ، باب ثبوت أجر المتصدق وإن وقعت الصدقۃ فی ید غیر أہلہا، 2/709، حدیث (1022)۔

دیا۔آج رات پھر ضرور صدقہ کروں گا۔ چنانچہ اپنا صدقہ لے کر نکلا اور اس مرتبہ ایک مالدار کے ہاتھ پر رکھ دیا۔صبح ہوئی تو لوگ پھر چہ می گوئیاں کرنے لگے کہ ایک مالدار کو کسی نے صدقہ دے دیا ہے۔اس شخص نے کہا کہ اے اللہ! تمام تعریفیں تیرے لئے ہیں۔میں نے لاعلمی میں اپنا صدقہ چور،فاحشہ اور مالدار کو دے دیا۔ چنانچہ اس نے خواب میں دیکھا کہ اس سے کہا جارہا ہے: رہا چور کے ہاتھ میں صدقہ چلے جانے کا معاملہ،تو شاید وہ چوری سے باز آجائے۔اور رہی بات فاحشہ کو صدقہ مل جانے کی،تو شاید وہ اپنی فحاشی اور زناکاری چھوڑ دے،اور جہاں تک رہا مسئلہ مالدار کے ہاتھ میں صدقہ چلے جانے کا،تو شاید اسے عبرت ونصیحت ملے جس سے وہ اللہ کا عطا کردہ مال خرچ کرنے لگے۔

۷۔ صدقہ وزکاۃ کی ادائیگی سے قبر کی حرارت اور قیامت کے دن کی تمازت اور گرمی سے راحت ونجات ملے گی،صدقہ وزکاۃ بندۂ مومن کے لئے قبر کی گرمی سے بچاؤ اور قیامت کے دن سایہ بنیں گے،جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے:

عَنْ عُقْبَةَ بْنَ عَامِرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يَقُولُ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: ''**كُلُّ امْرِئٍ فِي ظِلِّ صَدَقَتِهِ حَتَّى يُفْصَلَ بَيْنَ النَّاسِ – أَوْ قَالَ: يُحْكَمَ بَيْنَ النَّاسِ** –''قَالَ يَزِيدُ: ''وَكَانَ أَبُو الْخَيْرِ لَا يُخْطِئُهُ يَوْمٌ إِلَّا تَصَدَّقَ فِيهِ بِشَيْءٍ وَلَوْ كَعْكَةً أَوْ بَصَلَةً أَوْ كَذَا''[1]۔

عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ہر

---

① مسند أحمد طبع الرسالۃ (28/568)،حدیث (17333)،محققین نے کہا ہے کہ اس کی سند صحیح ہے،وصحیح ابن حبان،تحقیق شعیب الارنؤوط (8/104)،حدیث (3310)،والمستدرک علی الصحیحین للحاکم (1/576)،وحدیث (1517)،والسنن الکبری للبیہقی (4/297)،حدیث (7751)،وصحیح ابن خزیمۃ (4/94)،حدیث (2431)،اور علامہ البانی نے اسے صحیح مسلم کی شرط پر صحیح قرار دیا ہے۔

آدمی اپنے صدقہ کے سائے میں ہوگا، یہاں تک کہ لوگوں کے درمیان فیصلہ کردیا جائے۔

راوی حدیث: یزید بیان کرتے ہیں کہ (عقبہ کے شاگرد) ابوالخیر کا کوئی دن خالی نہ جاتا تھا جس میں کچھ صدقہ نہ کرتے ہوں، خواہ کوئی کیک یا پیاز وغیرہ ہی کیوں نہ ہو۔

اور ایک دوسری روایت میں الفاظ اس طرح ہیں:

''إِنَّ ظِلَّ الْمُؤْمِنِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ صَدَقَتُهُ''[1]۔

یقیناً قیامت کے دن مومن کا سایہ اس کا صدقہ ہوگا۔

اور ایک دوسری روایت میں ہے:

عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: ''إِنَّ الصَّدَقَةَ لَتُطْفِئُ عَنْ أَهْلِهَا حَرَّ الْقُبُورِ، وَإِنَّمَا يَسْتَظِلُّ الْمُؤْمِنُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فِي ظِلِّ صَدَقَتِهِ''[2]۔

عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: صدقہ قبر والوں سے قبروں کی حرارت مٹائے گا، اور مومن قیامت کے دن اپنے صدقہ کے سائے تلے ہوگا۔

اسی طرح رسول کریم ﷺ نے سایہ عرش کے سات مکینوں میں اسے بھی شامل فرمایا ہے جو پورے اخلاص کے ساتھ نہایت راز دارانہ صدقہ کرے، چنانچہ آپ نے فرمایا:

''سَبْعَةٌ يُظِلُّهُمُ اللَّهُ تَعَالَى فِي ظِلِّهِ يَوْمَ لاَ ظِلَّ إِلَّا ظِلُّهُ: ... وَرَجُلٌ تَصَدَّقَ

---

① مسند أحمد ط الرسالۃ (29/579)، حدیث (18043)، محققین نے کہا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے۔

② المعجم الکبیر للطبرانی، 17/286، حدیث (788)، وشعب الایمان، از امام بیہقی، کتاب الزکاۃ، باب التحریض علی صدقۃ التطوع، 5/49، حدیث (3076)۔ نیز دیکھئے: سلسلۃ الأحادیث الصحیحۃ، 7/1412، حدیث (3484)، وصحیح الترغیب والترہیب، 1/524، حدیث (873) علامہ البانی فرماتے ہیں: اس کی سند میں ابن لہیعہ ہیں جو سوء حفظ کے سبب ضعیف معروف ہیں، لیکن چونکہ عمرو ابن الحارث وغیرہ نے ان کی متابعت کی ہے اس لئے میں نے اسے سلسلہ صحیحہ میں درج کیا ہے۔ دیکھئے: تراجعات الألبانی ص: 193، حدیث (27)۔

بِصَدَقَةٍ فَأَخْفَاهَا حَتَّى لاَ تَعْلَمَ شِمَالُهُ مَا تُنْفِقُ يَمِينُهُ''[1]۔

سات قسم کے لوگ ایسے ہوں جنہیں اللہ تعالیٰ قیامت کے دن سایہ عطا فرمائے گا، جس دن اس کے سائے کے علاوہ کوئی سایہ نہ ہوگا: ... اورایک وہ شخص جو اتنی خاموشی سے صدقہ کرے کہ دائیں ہاتھ نے کیا خرچ کیا ہے، بائیں ہاتھ کو نہ معلوم پڑے۔

۸۔ صدقہ وزکاۃ گناہوں کی معافی اور کفارہ کا ذریعہ ہیں، جیسا کہ ارشاد نبوی ہے:

عَنْ كَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ لِي رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ''... وَالصَّدَقَةُ تُطْفِئُ الخَطِيئَةَ كَمَا يُطْفِئُ المَاءُ النَّارَ''[2]۔

کعب عجرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ... صدقہ گناہ کو ایسے ہی بجھا دیتا ہے جیسے پانی آگ کو۔

۹۔ صدقہ وزکاۃ کی ادائیگی بھلائیوں کے نزول اور آفتوں، مصیبتوں کے دفعیہ کا ذریعہ ہے، جیسا کہ ایک طویل حدیث میں نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُما قَالَ: أَقْبَلَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ، فَقَالَ: ''يَا مَعْشَرَ الْمُهَاجِرِينَ خَمْسٌ إِذَا ابْتُلِيتُمْ بِهِنَّ، وَأَعُوذُ بِاللَّهِ أَنْ

---

① متفق علیہ: صحیح بخاری، کتاب الأذان، باب من جلس فی المسجد ینتظر الصلاۃ، (2/111)، حدیث (1423)، وصحیح مسلم، کتاب الزکاۃ، باب فضل إخفاء الصدقۃ، (2/7155)، حدیث (1031)۔

② جامع ترمذی، أبواب السفر، باب ماذکر فی فضل الصلاۃ، (2/512)، حدیث (614)، وابواب الایمان، باب ماجاء فی حرمۃ الصلاۃ، (5/12)، حدیث (2616)، وسنن ابن ماجہ، کتاب الفتن، باب ماجاء فی کف اللسان فی الفتنۃ، (2/1314)، حدیث (3973)، ومسند أحمد طبع الرسالۃ (23/425)، حدیث (15284)، و(36/447)، حدیث (22133)، مسند کے محققین نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے، نیز دیکھئے: صحیح الجامع الصغیر وزیادتہ (2/913)، حدیث (5136)، وصحیح الترغیب والترہیب (1/520)، حدیث (868)، و(1/578)، حدیث (983)، و(3/88)، حدیث (2866)، نیز دیکھئے: السلسلۃ الصحیحۃ، (7/845)، حدیث (3284)۔

تُدْرِكُوهُنَّ: ... وَلَمْ يَمْنَعُوا زَكَاةَ أَمْوَالِهِمْ، إِلَّا مُنِعُوا الْقَطْرَ مِنَ السَّمَاءِ، وَلَوْلَا الْبَهَائِمُ لَمْ يُمْطَرُوا"[1]۔

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے اور فرمایا: اے مہاجرین کی جماعت پانچ آزمائشیں ایسی ہیں کہ جب تم ان میں مبتلا کئے جاؤ؛ اور میں اللہ کی پناہ چاہتا ہوں کہ تم اُن سے دو چار ہو: ۔۔۔ جو لوگ بھی اپنے مالوں کی زکاۃ روک لیتے ہیں' ان سے آسمان سے بارش روک لی جاتی ہے، اور اگر مویشی نہ ہوتے تو بارش ہی نہ ہوتی ۔

۱۰۔ زکاۃ انسان کے مال کی شر و برائی اور وبال کو ختم کرتا ہے ۔

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: "إِذَا أَدَّيْتَ زَكَاةَ مَالِكَ، فَقَدْ أَذْهَبْتَ عَنْكَ شَرَّهُ"[2]۔

جابر رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: جب تم نے اپنے مال کی زکاۃ ادا کر دی تو اپنے آپ سے اُس کی بُرائی ختم کر دی ۔

اور امام طبرانی کے یہاں حدیث سوال و جواب کے ساتھ یوں ہے:

عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ: يَا رَسُولَ اللَّهِ ﷺ،

---

① سنن ابن ماجہ، کتاب الفتن، باب العقوبات، (2/1332)، حدیث (4019)، والمستدرک علی الصحیحین للحاکم (4/582)، حدیث (8623)، وشعب الایمان للبیہقی (5/22)، حدیث (3043،3042)، اور علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے کہیں حسن اور کہیں صحیح قرار دیا ہے، دیکھئے: سلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ (1/216)، حدیث (106)، وصحیح الجامع، (2/924)، حدیث (5204)، وصحیح الترغیب والترھیب، حدیث (2187،1761،764)۔

② صحیح ابن خزیمۃ (4/13)، حدیث (2258، و2470) والمستدرک علی الصحیحین للحاکم (1/547)، حدیث (1439)، والسنن الکبری للبیہقی (4/141)، حدیث (7238)، علامہ البانی نے اسے صحیح لغیرہ قرار دیا ہے، دیکھئے: صحیح الترغیب للالبانی (1/457)، حدیث (740)، وسلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ (5/248)، حدیث (2219 کے تحت)۔

أَرَأَيْتَ إِذَا أَدَّى رَجُلٌ زَكَاةَ مَالِهِ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: "**مَنْ أَدَّى زَكَاةَ مَالِهِ، فَقَدْ ذَهَبَ عَنْهُ شَرُّهُ**"(۱)۔

جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ قوم کے ایک شخص نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! جب کوئی آدمی اپنے مال کی زکاۃ ادا کردے تو آپ کا کیا خیال ہے؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے اپنے مال کی زکاۃ ادا کردی' اُس سے اُس کا شر ختم ہوگیا۔

۱۱۔ زکاۃ کی دائیگی سے مال پاک وصاف ہوتا ہے، کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے زکاۃ کو مال کا میل کچیل قرار دیا ہے' جسے نکال دینے سے مال پاکیزہ اور ستھرا ہوجاتا ہے، نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

"**إِنَّ هَذِهِ الصَّدَقَاتِ إِنَّمَا هِيَ أَوْسَاخُ النَّاسِ، وَإِنَّهَا لَا تَحِلُّ لِمُحَمَّدٍ، وَلَا لِآلِ مُحَمَّدٍ**"(۲)۔

یہ صدقات وزکوات لوگوں کے میل کچیل ہیں، محمد ﷺ کے حلال ہیں' نہ آل محمد ﷺ کے لئے۔

اور ایک روایت میں آپ ﷺ نے فرمایا:

"**إِنَّ الصَّدَقَةَ لَا تَنْبَغِي لِآلِ مُحَمَّدٍ إِنَّمَا هِيَ أَوْسَاخُ النَّاسِ**"۔

صدقہ وزکاۃ آل محمد کے لئے مناسب نہیں' کیونکہ وہ لوگوں کے میل کچیل ہیں۔

۱۲۔ کمزوروں اور ناداروں کو زکاۃ کی ادائیگی اللہ کی نصرت اور روزی رسانی کے اسباب میں سے ہے، نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

عَنْ مُصْعَبِ بْنِ سَعْدٍ، قَالَ: رَأَى سَعْدٌ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ لَهُ فَضْلًا عَلَى مَنْ

---

① المعجم الاوسط للطبرانی (2/161)، حدیث (1579)، اور اسے علامہ البانی رحمہ اللہ نے حسن لغیرہ قرار دیا ہے، دیکھئے: صحیح الترغیب والترھیب (1/458)، حدیث (740)۔

② صحیح مسلم، کتاب الزکاۃ، باب ترک استعمال آل النبی ﷺ علی الصدقۃ (2/754)، حدیث (1072)۔

دُونَهُ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ : ''هَلْ تُنْصَرُونَ وَتُرْزَقُونَ إِلَّا بِضُعَفَائِكُم''[1]۔

مصعب بن سعد سے مروی ہے بیان کرتے ہیں کہ سعد رضی اللہ عنہ نے اپنے سے کمتر لوگوں پر اپنی فضیلت اور برتری محسوس کی، تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: تمہاری نصرت و مدد اور روزی رسانی تو تمہارے کمزوروں ہی کے ذریعہ ہوتی ہے۔

اور سنن نسائی وغیرہ میں روایت کے الفاظ اس طرح ہیں:

''إِنَّمَا يَنْصُرُ اللَّهُ هَذِهِ الْأُمَّةَ بِضَعِيفِهَا بِدَعْوَتِهِمْ وَصَلَاتِهِمْ وَإِخْلَاصِهِمْ''[2]۔

یقیناً اللہ تعالیٰ اس امت کی مدد اُس کے کمزوروں کی دعاؤں، ان کی نمازوں اور ان کے اخلاص کے ذریعہ فرماتا ہے۔

اسی طرح نبی کریم ﷺ کی یہ حدیث بھی ہے:

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: كَانَ أَخَوَانِ عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ ﷺ فَكَانَ أَحَدُهُمَا يَأْتِي النَّبِيَّ ﷺ وَالاخَرُ يَحْتَرِفُ فَشَكَا المحْتَرِفُ أَخَاهُ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ: ''لَعَلَّكَ تُرْزَقُ بِهِ''[3]۔

انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں دو بھائی تھے، ان میں سے ایک (حصول علم کے لئے) نبی کریم ﷺ کی خدمت میں آیا کرتا تھا،

---

① صحیح البخاری، کتاب الجہاد والسیر، باب من استعان بالضعفاء والصالحین فی الحرب، (4/36)، حدیث (2896)۔

② سنن النسائی، کتاب الجہاد، باب الاستنصار بالضعیف (6/45)، حدیث (3178)، نیز دیکھئے: حلیۃ الأولیاء وطبقات الأصفیاء (8/290)، علامہ البانی اسے صحیح قرار دیا ہے، دیکھئے: صحیح الجامع الصغیر (2/1182)، حدیث (7034)، وصحیح الترغیب والترہیب (3/249)، حدیث (3205)۔

③ جامع ترمذی، ابواب الزہد، باب فی التوکل علی اللہ، (4/574)، حدیث (2345)، علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے صحیح قرار دیا ہے، دیکھئے: سلسلۃ الأحادیث الصحیحۃ (6/636)، حدیث (2769)، ومشکاۃ المصابیح بتحقیق الالبانی (3/1460)، حدیث (5308)۔

جبکہ دوسرا کاروبار کرتا تھا، چنانچہ کاروبار کرنے والے نے رسول اللہ ﷺ سے اپنے بھائی کی شکایت کی، تو آپ ﷺ نے فرمایا: شاید تمہیں جو روزی مل رہی اُسی کے سبب مل رہی ہے۔

۱۳۔ صدقہ وزکاۃ کی ادائیگی پر اللہ تعالیٰ بندے کو اجر عظیم سے نوازتا ہے، اور اجر وثواب کو خوب بڑھاتا ہے، اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿يَمْحَقُ ٱللَّهُ ٱلرِّبَوٰاْ وَيُرْبِي ٱلصَّدَقَٰتِ ۗ وَٱللَّهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ كَفَّارٍ أَثِيمٍ ﴿٢٧٦﴾﴾ [البقرۃ:276]۔

اللہ تعالیٰ سود کو مٹاتا ہے اور صدقات کو بڑھاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کسی ناشکرے اور گنہگار سے محبت نہیں کرتا۔

اور نبی کریم ﷺ کی حدیث ہے:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: **"مَا تَصَدَّقَ أَحَدٌ بِصَدَقَةٍ مِنْ طَيِّبٍ؛ وَلَا يَقْبَلُ اللهُ إِلَّا الطَّيِّبَ، إِلَّا أَخَذَهَا الرَّحْمَنُ بِيَمِينِهِ، وَإِنْ كَانَتْ تَمْرَةً، فَتَرْبُو فِي كَفِّ الرَّحْمَنِ حَتَّى تَكُونَ أَعْظَمَ مِنَ الْجَبَلِ، كَمَا يُرَبِّي أَحَدُكُمْ فَلُوَّهُ أَوْ فَصِيلَهُ"**[1]۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو بھی حلال اور پاک مال سے صدقہ کرتا ہے؛ اور اللہ تعالیٰ پاک ہی قبول کرتا ہے رحمٰن اسے اپنی دائیں ہاتھ میں لیتا ہے، چاہے ایک کھجور ہی ہو، چنانچہ وہ صدقہ رحمٰن کی ہتھیلی میں پلتا بڑھتا رہتا ہے، یہاں تک پہاڑ سے بھی زیادہ بڑا ہو جاتا ہے، جیسے تم میں کا کوئی اپنے گھوڑے کے بچے کو پالتا پوستا ہے۔

---

① صحیح البخاری، کتاب الزکاۃ، باب الصدقۃ من کسب طیب۔۔۔(2/108)، حدیث (1410)، وصحیح مسلم، کتاب الزکاۃ، باب قبول الصدقۃ من الکسب الطیب وتربیتھا(2/702)، حدیث (1014)، الفاظ مسلم کے ہیں۔

۱۴۔ صدقہ و زکاۃ کی ادائیگی بالخصوص خفیہ صدقہ سے رب سبحانہ وتعالیٰ کا غضب و غصہ ٹھنڈا ہوتا ہے، جیسا کہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ''**صَدَقَةُ السِّرِّ تُطْفِئُ غَضَبَ الرَّبِّ، وَصِلَةُ الرَّحِمِ تَزِيدُ فِي الْعُمُرِ، وَفِعْلُ الْمَعْرُوفِ يَقِي مَصَارِعَ السُّوءِ**''[1]۔

ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: خفیہ صدقہ رب کا غضب ٹھنڈا کرتا ہے، اور صلہ رحمی عمر میں اضافہ کرتی ہے، اور بھلائی کا کام بُری موت یا ہلاکتوں میں پڑنے سے بچاتا ہے۔

۱۵۔ صدقہ وزکاۃ انسان کو بری موت، ہلاکتوں اور آفتوں و بلاؤں سے حفاظت کے ضامن ہیں، اور ہر کار خیر صدقہ ہے۔

عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْها قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ''**صَنَائِعُ الْمَعْرُوفِ تَقِي مَصَارِعَ السَّوْءِ، وَالصَّدَقَةُ خَفِيًّا تُطْفِئُ غَضَبَ الرَّبِّ، وَصِلَةُ الرَّحِمِ زِيَادَةٌ فِي الْعُمُرِ، وَكُلُّ مَعْرُوفٍ صَدَقَةٌ، وَأَهْلُ الْمَعْرُوفِ فِي الدُّنْيَا أَهْلُ الْمَعْرُوفِ فِي الْآخِرَةِ، وَأَهْلُ الْمُنْكَرِ فِي الدُّنْيَا أَهْلُ الْمُنْكَرِ فِي الْآخِرَةِ،** [وَأَوَّلُ مَنْ يَدْخُلُ الْجَنَّةَ أَهْلُ الْمَعْرُوفِ]''[2]۔

---

① شعب الایمان للبیہقی، کتاب الزکاۃ، باب الاختیار فی صدقۃ التطوع (5/ 116)، حدیث (3168)، والمعجم الکبیر للطبرانی (8/ 261)، حدیث (8014)، وبغیۃ الباحث عن زوائد مسند الحارث، کتاب الزکاۃ، باب صدقۃ السر وفعل الخیر (1/ 397)، حدیث (302)، حدیث صحیح ہے، دیکھئے: صحیح الجامع الصغیر للالبانی، حدیث (3760، و3795-3797، و4052)، وصحیح الترغیب والترہیب (1/ 532)، حدیث (889، و890)، نیز دیکھئے: سلسلۃ الأحادیث الصحیحۃ (4/ 535)، حدیث (1908)۔

② المعجم الأوسط للطبرانی (6/163)، حدیث (6086)، بین القوسین آخری جملہ کے علاوہ حدیث صحیح ہے، ===

ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: خیر وبھلائی کے کام بری موت اور ہلاکت کی جگہوں سے بچاتے ہیں، اور خفیہ صدقہ رب کے غیض وغضب کو بجھاتا ہے' اور صلہ رحمی سے عمر دراز ہوتی ہے، اور ہر کار خیر صدقہ ہے، اور جو دنیا میں بھلائی والے ہیں وہ آخرت میں بھی بھلائی والے ہوں گے، اور جو دنیا میں برائی والے ہیں وہ آخرت میں بھی برائی والے ہوں گے، [اور جنت میں سب سے پہلے بھلائی والے جائیں گے]۔

۱۶۔ صدقہ وزکاۃ ادا کرنے اور یتیموں، مسکینوں اور ناداروں سے شفقت کا برتاؤ کرنے' نیز انہیں کھانا کھلانے سے دل نرم ہوتے ہیں، دلوں کی قساوت اور سختی ختم ہوتی ہے، نبی رحمت ﷺ کی حدیث ملاحظہ فرمائیں:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَجُلًا شَكَا إِلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ قَسْوَةَ قَلْبِهِ، فَقَالَ لَهُ: ''إِنْ أَرَدْتَ أَنْ يَلِينَ قَلْبُكَ فَأَطْعِمِ الْمِسْكِينَ وَامْسَحْ رَأْسَ الْيَتِيمِ''(۱)۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے دل کی سختی کی شکایت کی، تو آپ ﷺ نے اس سے کہا: اگر تم چاہتے ہو کہ تمہارا دل نرم ہو جائے تو مسکین کو کھانا کھلاؤ اور یتیم کے سر پر ہاتھ پھیرو۔

=== دیکھئے: صحیح الجامع الصغیر (2/ 707)، حدیث (3796) و(3795) و(3760)، و(3797 حسن)، و(4052)، وسلسلۃ الأحادیث الصحیحۃ (4/ 535)، حدیث (1908)۔ البتہ آخری جملہ ضعیف ہے، دیکھئے: ضعیف الجامع، حدیث (3494)۔

① مسند أحمد طبع الرسالۃ (13/ 21)، حدیث (7576)، و(14/ 558)، حدیث (9018)، ومکارم الأخلاق للطبرانی (ص:350)، حدیث (107)۔ نیز دیکھئے: مجمع الزوائد ومنبع الفوائد (8/ 160)، حدیث (13508)، حدیث صحیح ہے، دیکھئے: صحیح الترغیب والترہیب [حسن لغیرہ] (2/ 676)، حدیث (2545)، وسلسلۃ الأحادیث الصحیحۃ (2/ 507)، حدیث (854)، وصحیح الجامع (1/ 298)، حدیث (1410)۔

اور طبرانی، خرائطی اور حافظ ابن عساکر وغیرہ کی ایک دوسری روایت میں ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

وَعَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: أَتَى النَّبِيَّ - ﷺ - رَجُلٌ يَشْكُو قَسْوَةَ قَلْبِهِ، قَالَ: ”أَتُحِبُّ أَنْ يَلِينَ قَلْبُكَ وَتُدْرَكَ حَاجَتُكَ؟ ارْحَمِ الْيَتِيمَ، وَامْسَحْ رَأْسَهُ، وَأَطْعِمْهُ مِنْ طَعَامِكَ، يَلِنْ قَلْبُكَ وَتُدْرِكْ حَاجَتَكَ“[1]۔

ابو الدرداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کے پاس ایک شخص آیا اور آپ سے اپنے دل کی سختی کی شکایت کرنے لگا، تو آپ ﷺ نے فرمایا: اگر تمہیں پسند ہو کہ تمہارا دل نرم ہو جائے اور تمہارا مقصود حاصل ہو جائے؟ تو یتیم پر رحم کرو، اس کے سر پر ہاتھ پھیرو، اُسے اپنے کھانے میں سے کھانا کھلاؤ، تمہارا دل نرم ہو جائے گا اور ضرورت حاصل ہو جائے گی۔ واللہ اعلم[2]

۳ زکاۃ کی عدم ادائیگی پر دردناک سزائیں اور وعیدیں:

زکاۃ جیسے بلند پایہ اور عظیم مصالح، فوائد اور حکمتوں پر مبنی فریضہ کی عدم ادائیگی پر اللہ سبحانہ وتعالی نے اپنی کتاب میں اور رسول اللہ ﷺ نے اپنی احادیث میں ایسی سزائیں سنائی ہیں اور ایسے دردناک عذاب کی وعیدیں اور خوفناک دھمکیاں دی ہیں، جن کے تصور سے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں، ذیل میں چند آیات واحادیث ملاحظہ فرمائیں۔

واضح رہے کہ مانعین زکاۃ دنیا میں بھی اللہ کی گرفت اور سزاؤں سے دوچار ہوں گے اور آخرت

---

① مجمع الزوائد ومنبع الفوائد (8/160)، حدیث (13509)، حدیث حسن لغیرہ ہے، دیکھئے: صحیح الترغیب والترہیب (2/676)، حدیث (2544)، وصحیح الجامع الصغیر (1/78)، حدیث (80)، و(1/108)، حدیث (250)۔

② زکاۃ کے فوائد اور حکمتوں کے سلسلہ میں مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ فرمائیں: الشرح الممتع علی زاد المستقنع، از علامہ ابن عثیمین، (6/7-12)، والزکاۃ فی الاسلام، از ڈاکٹر سعید بن علی القحطانی ص (29-41)۔

میں بھی ان کے لئے دردناک وعیدیں اور دھمکیاں ہیں[1]۔

اولاً: دنیوی گرفت اور سزائیں۔ اور اس کی دو قسمیں ہیں: قدری اور شرعی۔

ا۔ قدری سزائیں:

اللہ سبحانہ وتعالیٰ مانعین زکاۃ کو دنیا میں طرح طرح کی قدری سزاؤں سے دوچار کرتا ہے، مثلاً قحط سالی، پانی کی قلت، بھکمری اور اشیاء خوردنی اور غذاؤں کی قلت میں مبتلا کر دیتا ہے، جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ أَبِيهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ''مَا نَقَضَ قَوْمٌ الْعَهْدَ قَطُّ إِلَّا كَانَ الْقَتْلُ بَيْنَهُمْ، وَلَا ظَهَرَتِ الْفَاحِشَةُ فِي قَوْمٍ قَطُّ إِلَّا سَلَّطَ اللَّهُ عَلَيْهِمُ الْمَوْتَ، وَلَا مَنَعَ قَوْمٌ الزَّكَاةَ إِلَّا حَبَسَ اللَّهُ عَنْهُمُ الْقَطْرَ''[2]۔

عبد اللہ بن بریدہ رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو قوم معاہدہ شکنی کرتی ہے، اس میں قتل وخونریزی عام ہو جاتی ہے، اور جس قوم میں فحاشی ظاہر ہو جاتی ہے، اللہ اُن پر موت مسلط کر دیتا ہے، اور جو قوم زکاۃ روک لیتی ہے (ادا نہیں کرتی) اللہ اُن سے بارش روک لیتا ہے۔

---

① صحیح فقہ السنۃ وأدلتہ وتوضیح مذاہب الأئمۃ (2/9)، والفقہ الاسلامی وأدلتہ للزحیلی (3/1793)، وموسوعۃ الفقہ الاسلامی، از محمد بن ابراہیم التویجری (3/70)۔

② المستدرک علی الصحیحین للحاکم (2/136)، حدیث (2577)، وشعب الایمان للبیہقی (5/21)، حدیث (3039، و3040، و3043)، والسنن الکبری للبیہقی (3/483)، حدیث (6397، و6398، و18850)۔ حدیث صحیح ہے، دیکھئے: صحیح الترغیب والترہیب [صحیح لغیرہ] (2/621)، حدیث (2418)، و [صحیح] (3/156)، حدیث (3005)، نیز دیکھئے: حدیث (763، صحیح لغیرہ)، وسلسلۃ الأحادیث الصحیحۃ (1/219)، حدیث (107)۔

اور ایک دوسری روایت میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ بُرَيْدَةَ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ''مَا مَنَعَ قَوْمٌ الزَّكَاةَ إِلَّا ابْتَلَاهُمُ اللَّهُ بِالسِّنِينَ''(1)۔

عبداللہ بن بریدہ رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو قوم زکاۃ روک لیتی ہے (ادا نہیں کرتی) اللہ انہیں قحط سالی میں مبتلا کر دیتا ہے۔

اسی طرح نبی کریم ﷺ نے مہاجرین کو پانچ آزمائشوں سے آگاہ کرتے ہوئے فرمایا:

''يَا مَعْشَرَ الْمُهَاجِرِينَ خَمْسٌ إِذَا ابْتُلِيتُمْ بِهِنَّ؛ وَأَعُوذُ بِاللَّهِ أَنْ تُدْرِكُوهُنَّ: ... وَلَمْ يَمْنَعُوا زَكَاةَ أَمْوَالِهِمْ، إِلَّا مُنِعُوا الْقَطْرَ مِنَ السَّمَاءِ، وَلَوْلَا الْبَهَائِمُ لَمْ يُمْطَرُوا''(2)۔

اے مہاجرین کی جماعت پانچ آزمائشیں ایسی ہیں کہ جب تم ان میں مبتلا کئے جاؤ؛ اور میں اللہ کی پناہ چاہتا ہوں کہ تم اُن سے دو چار ہو: ۔۔۔ اور جو لوگ بھی اپنے مالوں کی زکاۃ روک لیتے ہیں، ان سے آسمان سے بارش روک لی جاتی ہے، اور اگر مویشی نہ ہوتے تو بارش ہی نہ ہوتی۔

---

(1) المعجم الأوسط (5/ 26)، حدیث (4577)، وحدیث (6788)، والفوائد لتمام البجلی الدمشقی، (1/ 368)، حدیث (940)۔ حدیث صحیح ہے، دیکھئے: صحیح الترغیب والترہیب [صحیح لغیرہ] (1/ 467)، حدیث (763)، وسلسلۃ الأحادیث الصحیحۃ (1/219)، حدیث (107)۔

(2) سنن ابن ماجہ، کتاب الفتن، باب العقوبات، (2/ 1332)، حدیث (4019)، والمستدرک علی الصحیحین للحاکم (4/ 582)، حدیث (8623)، وشعب الایمان للبیہقی (5/ 22)، حدیث (3042،3043)، اور علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے کہیں حسن اور کہیں صحیح قرار دیا ہے، دیکھئے: سلسلۃ الأحادیث الصحیحۃ (1/ 216)، حدیث (106)، وصحیح الجامع، (2/ 924)، حدیث (5204)، وصحیح الترغیب والترھیب، حدیث (764،1761،2187)۔

۲۔ شرعی سزائیں:

مانعین زکاۃ کے حق میں شرعی سزاؤں کی حسب ذیل دوصورتیں ہیں:

پہلی صورت: اگر مانع زکاۃ حاکم وقت کے قابو میں ہوتو اُس سے جبراً وقہراً زکاۃ وصول کی جائے گی، بلکہ بطورتعزیراورسزا اُس کا نصف مال (یا نصف مال زکاۃ) بھی لیا جائے گا، کیونکہ اُس نے ایک عظیم رکن کی حرمت کو پامال کیا ہے (۱)۔

عَنْ بَهْزِ بْنِ حَكِيمٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: ”**فِي كُلِّ سَائِمَةِ إِبِلٍ فِي أَرْبَعِينَ بِنْتُ لَبُونٍ، وَلَا يُفَرَّقُ إِبِلٌ عَنْ حِسَابِهَا مَنْ أَعْطَاهَا مُؤْتَجِرًا بِهَا فَلَهُ أَجْرُهَا، وَمَنْ مَنَعَهَا فَإِنَّا اخِذُوهَا وَشَطْرَ مَالِهِ، عَزْمَةً مِنْ عَزَمَاتِ رَبِّنَا عَزَّ وَجَلَّ، لَيْسَ لِآلِ مُحَمَّدٍ مِنْهَا شَيْءٌ**“ (۲)۔

واضح رہے کہ سنن ابوداود، دارمی اورالمعجم الکبیر طبرانی وغیرہ کی روایت میں ”شَطْرَ مَالِهِ“ (اُس کا آدھا مال) کے الفاظ ہیں، جبکہ دیگر کتابوں کی روایت میں ”شَطْرَ إِبِلِهِ“ (اس کے آدھے اونٹ) کے الفاظ ہیں۔

---

① الموسوعۃ الفقہیۃ الکویتیۃ (8/248، و(12/271)۔

② سنن أبی داود (2/101)، حدیث (1575)، وسنن النسائی (5/15)، حدیث (2444)، و(5/25) حدیث (2449)، ومسند أحمد طبع الرسالۃ (33/220)، حدیث (20016، 20038، 20041-حسن)، وسنن الدارمی (2/1043)، حدیث (1719-جید)، وصحیح ابن خزیمۃ (4/18)، حدیث (2266-حسن)، والمستدرک علی الصحیحین للحاکم (1/554)، حدیث (1448)، والسنن الکبری للبیہقی (4/176)، حدیث (7328، 7390)، والمعجم الکبیر للطبرانی (19/411)، حدیث (985-988)، والسنن الکبری للنسائی (3/11)، حدیث (2236)، و(3/15)، حدیث (2241)، اس حدیث کو علامہ البانی رحمہ اللہ نے اپنی تحقیقات میں حسن قرار دیا ہے، دیکھئے: إرواء الغلیل فی تخریج أحادیث منار السبیل (3/263)، حدیث (791)، وصحیح سنن أبی داود، (5/296)، حدیث (1407)، وصحیح الجامع الصغیر (2/784)، حدیث (4265)۔

بہز بن حکیم اپنے والد وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہر چرنے والے چالیس اونٹوں میں (یعنی ایک سو بیس سے زیادہ ہونے پر) ایک دو سالہ مادہ بچہ ادا کرنا ہے، اونٹوں کو اس سے حساب سے جدا نہیں کیا جائے گا (یعنی دو شریک اپنی اپنی ملکیت الگ نہیں کر سکتے)، جو اسے حصول اجر وثواب کے لئے دے گا، اُسے اس کا اجر ملے گا، اور جو نہیں دے گا، ہم اُس سے وہ اور اُس کا آدھا مال بھی لے لیں گے [۱]، کیونکہ یہ ہمارے رب کے واجبی حقوق میں سے ایک حتمی حق ہے، اس میں محمد ﷺ کے گھر والوں کے لئے کچھ بھی نہیں ہے۔

جبکہ جمہور اہل علم اس بات کے قائل ہیں کہ صرف زکاۃ وصول کی جائے گی، اس سے زیادہ کچھ نہیں لیا جائے، کیونکہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

''لَيْسَ فِي الْمَالِ حَقٌّ سِوَى الزَّكَاةِ''[۲]۔

مال میں زکاۃ کے علاوہ کوئی حق نہیں ہے۔

اُن کا کہنا ہے کہ اِس حدیث سے آدھا مال لینے والی حدیث منسوخ ہے۔

لیکن یہ بات حسب ذیل دو وجوہ کی بنا پر قابل اعتنا نہیں ہے، جیسا کہ محققین نے فرمایا ہے:

اول: یہ کہ یہ حدیث ضعیف اور نا قابل اعتبار ہے [۳]۔

دوم: یہ کہ نسخ کے لئے تاریخ معلوم ہونا ضروری ہے، جبکہ تاریخ نامعلوم ہے [۴]۔

---

① امام شوکانی رحمہ اللہ نیل الاوطار میں لکھتے ہیں: ''اس سے استدلال کیا گیا ہے کہ امام وقت کے لئے زبردستی زکاۃ لینا جائز ہے'' (نیل الأوطار (4 / 147)، نیز دیکھئے: سبل السلام للصنعانی (1 / 521)۔

② سنن ابن ماجہ، کتاب الزکاۃ، باب ما أدی زکاتہ لیس بکنز، (1 / 570)، حدیث (1789)۔

③ دیکھئے: سلسلۃ الأحادیث الضعیفۃ (9 / 370)، حدیث (4383)، وضعیف الجامع الصغیر (ص: 708)، حدیث (4909)، والتلخیص الحبیر (2 / 312)، حدیث (829)۔

④ دیکھئے: نیل الأوطار للشوکانی (4 / 147)، وصحیح فقہ السنۃ وأدلتہ وتوضیح مذاہب الأئمۃ، از، ابو مالک کمال سالم ===

دوسری صورت: اگر مانع زکاۃ حاکم وقت کے قابو میں نہ ہو تو اُس سے قتال کیا جائے گا، جیسا کہ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''أُمِرْتُ أَنْ أُقَاتِلَ النَّاسَ حَتَّى يَشْهَدُوا أَنْ لاَ إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ، وَيُقِيمُوا الصَّلاَةَ، وَيُؤْتُوا الزَّكَاةَ...''(١)۔

مجھے حکم دیا گیا ہے کہ لوگوں سے اس وقت تک لڑتا رہوں جب تک وہ اس بات کی گواہی نہ دیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود حقیقی نہیں اور محمد اللہ کے رسول ہیں، اور نماز قائم کریں، زکاۃ دیں۔

اور خلیفہ رسول ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مانعین زکاۃ کے سلسلہ میں فرمایا(٢):

''وَاللَّهِ لَأُقَاتِلَنَّ مَنْ فَرَّقَ بَيْنَ الصَّلاَةِ وَالزَّكَاةِ، فَإِنَّ الزَّكَاةَ حَقُّ المَالِ، وَاللَّهِ لَوْ مَنَعُونِي عِقَالًا كَانُوا يُؤَدُّونَهُ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ لَقَاتَلْتُهُمْ عَلَى مَنْعِهِ، فَقَالَ عُمَرُ: فَوَ اللَّهِ مَا هُوَ إِلَّا أَنْ رَأَيْتُ اللَّهَ قَدْ شَرَحَ صَدْرَ أَبِي بَكْرٍ لِلْقِتَالِ، فَعَرَفْتُ أَنَّهُ الحَقُّ''(٣)۔

ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ کی قسم! میں تو اس شخص سے ضرور جنگ کروں گا جو نماز اور زکوٰۃ میں فرق کرے گا، کیونکہ زکوٰۃ مال کا حق ہے، اللہ کی قسم! اگر وہ مجھ سے ایک رسی

=== (2/9-10)، والموسوعۃ الفقہیۃ الکویتیۃ (23/231)، نیز تفصیل کے لئے ملاحظہ فرمائیں: ذخیرۃ العقبی فی شرح المجتبی (22/37-40)، از علامہ اثیوبی رحمہ اللہ۔

① صحیح البخاری، کتاب الایمان، باب قول اللہ تعالیٰ: ﴿فَإِن تَابُوا۟ وَأَقَامُوا۟ ٱلصَّلَوٰةَ وَءَاتَوُا۟ ٱلزَّكَوٰةَ فَخَلُّوا۟ سَبِيلَهُمْ﴾، 1/14، حدیث (25)۔

② دیکھئے: المجموع شرح المہذب، از امام نووی (5/333)۔

③ صحیح البخاری، کتاب الاعتصام بالکتاب والسنۃ، باب الاقتداء بسنن رسول اللہ ﷺ، 9/93، حدیث (7284)، وصحیح مسلم، کتاب الایمان، باب الأمر بقتال الناس حتیٰ یقولوا: لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ، 1/51، حدیث (20)۔

بھی روک لیں گے جسے وہ رسول اللہ ﷺ کو دیتے تھے، تو میں اُس کے روکنے پر بھی اُن سے جنگ کروں گا۔ عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جب میں نے دیکھ لیا کہ اللہ تعالیٰ نے جنگ کے لئے ابوبکر رضی اللہ عنہ کا سینہ کھول دیا ہے تو میں نے جان لیا کہ وہ حق پر ہیں ۔ واللہ اعلم

ثانیاً: اخروی وعیدیں:

مانعین زکاۃ کے حق میں دنیا میں قدری وشرعی سزاؤں کے علاوہ کتاب وسنت میں آخرت میں دردناک عذاب کی وعیدیں بھی وارد ہیں، چند آیات واحادیث بطور عبرت ملاحظہ فرمائیں:

اولاً: آیات کریمہ:

۱۔ مانع زکاۃ کے لئے آخرت میں ویل اور ہلاکت وتباہی کی وعید ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَوَيْلٌ لِّلْمُشْرِكِينَ ۝٦ ٱلَّذِينَ لَا يُؤْتُونَ ٱلزَّكَوٰةَ وَهُم بِٱلْـَٔاخِرَةِ هُمْ كَـٰفِرُونَ ۝٧﴾ [فصلت:6-7]۔

اور ان مشرکوں کے لیے (بڑی ہی) خرابی ہے جو زکوٰۃ نہیں دیتے اور آخرت کے بھی منکر ہی رہتے ہیں۔

۲۔ زکاۃ نہ دینے والے کے لئے آخرت میں نار جہنم کے دردناک عذاب کی وعید ہے، ارشاد باری ہے:

﴿وَٱلَّذِينَ يَكْنِزُونَ ٱلذَّهَبَ وَٱلْفِضَّةَ وَلَا يُنفِقُونَهَا فِى سَبِيلِ ٱللَّهِ فَبَشِّرْهُم بِعَذَابٍ أَلِيمٍ ۝٣٤ يَوْمَ يُحْمَىٰ عَلَيْهَا فِى نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوَىٰ بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوبُهُمْ وَظُهُورُهُمْ ۖ هَـٰذَا مَا كَنَزْتُمْ لِأَنفُسِكُمْ فَذُوقُوا۟ مَا كُنتُمْ تَكْنِزُونَ ۝٣٥﴾

[التوبۃ:34-35]۔

اور جو لوگ سونے چاندی کا خزانہ رکھتے ہیں اور اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے، انہیں

دردناک عذاب کی خبر پہنچا دیجئے ۔جس دن اس خزانے کو آتش دوزخ میں تپایا جائے گا پھر اس سے ان کی پیشانیاں اور پہلو اور پیٹھیں داغی جائیں گی (ان سے کہا جائے گا) یہ ہے جسے تم نے اپنے لئے خزانہ بنا کر رکھا تھا۔پس اپنے خزانوں کا مزہ چکھو۔

۳۔ زکاۃ نہ دے کر بچایا گیا مال قیامت کے دن اژدھے کی شکل میں طوق بنا کر گلے میں ڈالا جائے گا۔

ارشاد باری ہے:

﴿وَلَا يَحْسَبَنَّ ٱلَّذِينَ يَبْخَلُونَ بِمَآ ءَاتَىٰهُمُ ٱللَّهُ مِن فَضْلِهِۦ هُوَ خَيْرًا لَّهُم ۖ بَلْ هُوَ شَرٌّ لَّهُمْ ۖ سَيُطَوَّقُونَ مَا بَخِلُوا۟ بِهِۦ يَوْمَ ٱلْقِيَٰمَةِ ۗ وَلِلَّهِ مِيرَٰثُ ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلْأَرْضِ ۗ وَٱللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ ﴿١٨٠﴾﴾ [آل عمران:180]۔

جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے کچھ دے رکھا ہے وہ اس میں اپنی کنجوسی کو اپنے لئے بہتر خیال نہ کریں بلکہ وہ ان کے لئے نہایت بدتر ہے،عنقریب قیامت والے دن یہ اپنی کنجوسی کی چیز کے طوق ڈالے جائیں گے،آسمانوں اور زمین کی میراث اللہ تعالیٰ ہی کے لئے اور جو کچھ تم کر رہے ہو،اس سے اللہ تعالیٰ آگاہ ہے۔

ثانیاً:احادیث نبویہ:

۱۔ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: **"مَانِعُ الزَّكَاةِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فِي النَّارِ"**[1]۔

انس بن رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: زکاۃ نہ دینے والا قیامت

---

① المعجم الصغیر للطبرانی (2/145)،حدیث (935)،علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے حسن صحیح قرار دیا ہے،دیکھئے: صحیح الجامع الصغیر (2/1011)،حدیث (5807)،وصحیح الترغیب والترہیب (1/467)،حدیث (762)۔

کے دن جہنم میں ہوگا۔

۲۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ''مَنْ اتَاهُ اللَّهُ مَالًا، فَلَمْ يُؤَدِّ زَكَاتَهُ مُثِّلَ لَهُ مَالُهُ يَوْمَ القِيَامَةِ شُجَاعًا أَقْرَعَ لَهُ زَبِيبَتَانِ يُطَوَّقُهُ يَوْمَ القِيَامَةِ، ثُمَّ يَأْخُذُ بِلِهْزِمَتَيْهِ - يَعْنِي بِشِدْقَيْهِ - ثُمَّ يَقُولُ أَنَا مَالُكَ أَنَا كَنْزُكَ''، ثُمَّ تَلاَ: ﴿وَلَا يَحْسَبَنَّ ٱلَّذِينَ يَبْخَلُونَ بِمَآ ءَاتَىٰهُمُ ٱللَّهُ مِن فَضْلِهِۦ هُوَ خَيْرًا لَّهُم ۖ بَلْ هُوَ شَرٌّ لَّهُمْ ۖ سَيُطَوَّقُونَ مَا بَخِلُوا۟ بِهِۦ يَوْمَ ٱلْقِيَٰمَةِ ۗ وَلِلَّهِ مِيرَٰثُ ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلْأَرْضِ ۗ وَٱللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ ﴿١٨٠﴾﴾ [آل عمران:180] (1)۔

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا: کہ جسے اللہ تعالیٰ نے مال سے نوازا، اوراس نے اُس کی زکوٰۃ نہ ادا کی، تو قیامت کے دن اس کے مال کو نہایت زہریلے گنجے سانپ کی شکل دے دیا جائے گا، اس کی آنکھوں کے پاس دو سیاہ نقطے ہوں گے، قیامت کے دن اسے طوق بنادیا جائے گا، پھر وہ اژدہا اس کے دونوں جبڑوں سے اسے پکڑ لے گا اور کہے گا: میں تیرا مال ہوں، میں تیرا (زکاۃ نہ ادا کردہ) خزانہ ہوں۔ اس کے بعد آپ نے یہ آیت پڑھی: جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے کچھ دے رکھا ہے وہ اس میں اپنی کنجوسی کو اپنے لئے بہتر خیال نہ کریں بلکہ وہ ان کے لئے نہایت بدتر ہے، عنقریب قیامت والے دن یہ اپنی کنجوسی کی چیز کے طوق ڈالے جائیں گے، آسمانوں اور زمین کی میراث اللہ تعالیٰ ہی کے لئے اور جو کچھ تم کر رہے ہو، اس سے اللہ تعالیٰ آگاہ ہے۔

---

(1) صحیح بخاری، کتاب الزکاۃ، باب إثم مانع الزکاۃ، (2/ 106)، حدیث (1403)، وکتاب التفسیر، باب قولہ تعالیٰ: ﴿وَلَا يَحْسَبَنَّ ٱلَّذِينَ يَبْخَلُونَ بِمَآ ءَاتَىٰهُمُ ٱللَّهُ مِن فَضْلِهِۦ﴾ [آل عمران:180]، (6/ 39)، حدیث (4565)۔

اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''يَكُونُ كَنْزُ أَحَدِكُمْ يَوْمَ القِيَامَةِ شُجَاعًا أَقْرَعَ، يَفِرُّ مِنْهُ صَاحِبُهُ، فَيَطْلُبُهُ وَيَقُولُ: أَنَا كَنْزُكَ، قَالَ: وَاللَّهِ لَنْ يَزَالَ يَطْلُبُهُ، حَتَّى يَبْسُطَ يَدَهُ فَيُلْقِمَهَا فَاهُ''[1]۔

قیامت کے دن تم میں سے کسی کا خزانہ گنجا اژدھا بن کر آئے گا، اس کا مالک اس سے بھاگے گا، لیکن وہ اسے ڈھونڈھے گا اور کہے گا: میں تیرا خزانہ ہوں، فرمایا: اللہ کی قسم! وہ مسلسل ڈھونڈتا رہے گا یہاں تک کہ وہ شخص اپنا ہاتھ پھیلا دے گا اور اژدھا اسے اپنے منہ کا لقمہ بنالے گا۔

۳۔ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ''مَا مِنْ صَاحِبِ إِبِلٍ وَلَا بَقَرٍ وَلَا غَنَمٍ لَا يُؤَدِّي حَقَّهَا، إِلَّا أُقْعِدَ لَهَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِقَاعٍ قَرْقَرٍ تَطَؤُهُ ذَاتُ الظِّلْفِ بِظِلْفِهَا، وَتَنْطَحُهُ ذَاتُ الْقَرْنِ بِقَرْنِهَا، لَيْسَ فِيهَا يَوْمَئِذٍ جَمَّاءُ وَلَا مَكْسُورَةُ الْقَرْنِ'' قُلْنَا: يَا رَسُولَ اللهِ، وَمَا حَقُّهَا؟ قَالَ: ''إِطْرَاقُ فَحْلِهَا، وَإِعَارَةُ دَلْوِهَا، وَمَنِيحَتُهَا، وَحَلَبُهَا عَلَى الْمَاءِ، وَحَمْلٌ عَلَيْهَا فِي سَبِيلِ اللهِ، وَلَا مِنْ صَاحِبِ مَالٍ لَا يُؤَدِّي زَكَاتَهُ، إِلَّا تَحَوَّلَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ شُجَاعًا أَقْرَعَ، يَتْبَعُ صَاحِبَهُ حَيْثُمَا ذَهَبَ، وَهُوَ يَفِرُّ مِنْهُ، وَيُقَالُ: هَذَا مَالُكَ الَّذِي كُنْتَ تَبْخَلُ بِهِ، فَإِذَا رَأَى أَنَّهُ لَا بُدَّ مِنْهُ، أَدْخَلَ يَدَهُ فِي فِيهِ، فَجَعَلَ يَقْضَمُهَا كَمَا يَقْضَمُ الْفَحْلُ''[2]۔

---

① صحیح بخاری، کتاب الحیل، باب فی الزکاۃ وأن لایفرق بین مجتمع ولایجمع بین متفرق خشیۃ الصدقۃ، (23/9)، حدیث (6957)۔

② صحیح مسلم، کتاب الزکاۃ، باب إثم مانع الزکاۃ، (2/685)، حدیث (988)۔

جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: جو بھی اونٹ، یا گائے یا بکری والا اپنے مویشیوں کا حق نہیں نکالتا، قیامت کے دن اُسے ان مویشیوں کے سامنے ایک ہموار زمین پر اوندھا لٹایا جائے گا، جہاں کھر والا جانور اسے اپنے کھر سے روندے گا اور سینگ والا اپنے سینگوں سے اسے مارے گا، اُس دن اُن میں کوئی بے سینگ ہوگا، نہ ٹوٹی سینگ والا''، ہم نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! ان کا حق کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اُس کے سانڈ سے جفتی کروانا، اس کا ڈول ادھار دینا، بطور عطیہ اس کا دودھ غریبوں کو پلانا، جب پانی پلانے کے لئے لے جانا تو اس کا دودھ دوہ کر مسافروں اور راہگیروں کو پلانا اور اللہ کی راہ میں مجاہدین کو اس سوار کرنا، اور جو بھی مال والا اُس مال کی زکاۃ نہیں ادا کرتا ہے، قیامت کے دن وہ مال زہریلے گنجے اژدہے میں تبدیل ہو جائے گا، اور اپنے مالک کا پیچھا کرے گا وہ جہاں بھی جائے گا، اور وہ اُس سے بھاگے گا، اور اُس کے مالک سے کہا جائے گا: یہ تیرا وہ مال ہے جسے خرچ کرنے میں تو بخیلی کیا کرتا تھا، چنانچہ جب وہ دیکھے گا کہ اب اس کے بغیر چارہ نہیں؛ تو اپنا ہاتھ اُس اژدہے کے منہ میں ڈال دے گا، اور وہ اُسے ایسے کھائے گا جیسے سانڈ کھایا کرتا ہے۔

۴۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: ''مَا مِنْ صَاحِبِ ذَهَبٍ وَلَا فِضَّةٍ، لَا يُؤَدِّي مِنْهَا حَقَّهَا، إِلَّا إِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ، صُفِّحَتْ لَهُ صَفَائِحُ مِنْ نَارٍ، فَأُحْمِيَ عَلَيْهَا فِي نَارِ جَهَنَّمَ، فَيُكْوَى بِهَا جَنْبُهُ وَجَبِينُهُ وَظَهْرُهُ، كُلَّمَا بَرَدَتْ أُعِيدَتْ لَهُ، فِي يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهُ خَمْسِينَ أَلْفَ سَنَةٍ، حَتَّى يُقْضَى بَيْنَ الْعِبَادِ، فَيَرَى سَبِيلَهُ، إِمَّا إِلَى الْجَنَّةِ، وَإِمَّا إِلَى النَّارِ''، قِيلَ: يَا رَسُولَ اللهِ، فَالْإِبِلُ؟ قَالَ: ''وَلَا صَاحِبُ إِبِلٍ لَا يُؤَدِّي مِنْهَا حَقَّهَا، وَمِنْ حَقِّهَا حَلَبُهَا يَوْمَ وِرْدِهَا، إِلَّا إِذَا كَانَ يَوْمُ

الْقِيَامَةِ، بُطِحَ لَهَا بِقَاعٍ قَرْقَرٍ، أَوْفَرَ مَا كَانَتْ، لَا يَفْقِدُ مِنْهَا فَصِيلًا وَاحِدًا، تَطَؤُهُ بِأَخْفَافِهَا وَتَعَضُّهُ بِأَفْوَاهِهَا، كُلَّمَا مَرَّ عَلَيْهِ أُولَاهَا رُدَّ عَلَيْهِ أُخْرَاهَا، فِي يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهُ خَمْسِينَ أَلْفَ سَنَةٍ، حَتَّى يُقْضَى بَيْنَ الْعِبَادِ، فَيَرَى سَبِيلَهُ إِمَّا إِلَى الْجَنَّةِ، وَإِمَّا إِلَى النَّارِ''، قِيلَ: يَا رَسُولَ اللهِ، فَالْبَقَرُ وَالْغَنَمُ؟ قَالَ: ''وَلَا صَاحِبُ بَقَرٍ، وَلَا غَنَمٍ، لَا يُؤَدِّي مِنْهَا حَقَّهَا، إِلَّا إِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ بُطِحَ لَهَا بِقَاعٍ قَرْقَرٍ، لَا يَفْقِدُ مِنْهَا شَيْئًا، لَيْسَ فِيهَا عَقْصَاءُ، وَلَا جَلْحَاءُ، وَلَا عَضْبَاءُ تَنْطَحُهُ بِقُرُونِهَا وَتَطَؤُهُ بِأَظْلَافِهَا، كُلَّمَا مَرَّ عَلَيْهِ أُولَاهَا رُدَّ عَلَيْهِ أُخْرَاهَا، فِي يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهُ خَمْسِينَ أَلْفَ سَنَةٍ، حَتَّى يُقْضَى بَيْنَ الْعِبَادِ، فَيَرَى سَبِيلَهُ إِمَّا إِلَى الْجَنَّةِ، وَإِمَّا إِلَى النَّارِ''[1]۔

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جوبھی چاندی یا سونے کا مالک اس کی زکوٰۃ نہیں دیتا ہے' قیامت کے دن اس کے لئے آگ کی چٹانوں کے پرت بنائے جائیں گے، اور اُنہیں جہنم کی آگ میں تپایا جائے گا، پھر اُن سے اس کی پیشانی، پہلو اور پیٹھ کو داغا جائے گا۔ جب بھی وہ ٹھنڈے ہوں گے، پھر تپائے جائیں گے، یہ اس وقت ہوگا جب دن پچاس ہزار سال کا ہوگا، بندوں کے درمیان فیصلہ ہونے تک اسے یہی عذاب ہوتا رہے گا، پھر وہ اپنا راستہ دیکھے گا، کہ جنت کی طرف ہے یا جہنم کی طرف۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا گیا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! پھر اونٹ والوں کا کیا حال ہوگا؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو اونٹ والا اپنے اونٹوں کا حق (زکاۃ) نہیں دیتا- اور اس کے حق

① متفق علیہ: صحیح بخاری، کتاب الزکاۃ، باب اِثم مانع الزکاۃ، (2/106)، حدیث (1402)، صحیح مسلم، کتاب الزکاۃ، باب اِثم مانع الزکاۃ، (2/680)، حدیث (987)، نیز دیکھئے: کتاب الزکاۃ، باب اِثم مانع الزکاۃ، (2/685)، حدیث (988)۔

میں سے ایک یہ بھی ہے کہ جس دن ان کو پانی پلائے، دودھ دوہ کر غریبوں اور راہگیروں کو بھی پلائے۔ جب قیامت کا دن ہوگا تو اسے ایک ہموار (یا چکنی) زمین پر اوندھا لٹایا جائے گا اور وہ اونٹ نہایت فربہ ہو کر آئیں گے، اُن میں سے کوئی بچہ بھی باقی نہ رہے گا، اور اس کو اپنے کھروں سے روندیں گے اور منہ (دانتوں) سے کاٹیں گے۔ جب ان کا پہلا جانور چلا جائے گا تو پچھلے کو لوٹایا جائے گا۔ اسی طرح پورا دن مستقل عذاب ہوتا رہے گا، جو پچاس ہزار سال کا ہوگا، یہاں تک کہ بندوں کے درمیان فیصلہ ہو جائے گا، پھر وہ اپنا راستہ دیکھے گا کہ جنت کی طرف ہے یا دوزخ کی طرف۔ پھر پوچھا گیا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ! گائے بکری کا کیا حال ہوگا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: جو گائے اور بکری والا اپنے مویشیوں کا حق نہیں دیتا۔ جب قیامت کا دن ہوگا تو وہ ایک ہموار زمین پر اوندھا لٹایا جائے گا اور ان گائے بکریوں میں سے سب آئیں گی، کوئی باقی نہ رہے گی۔ اور ایسی ہوں گی کہ ان میں کسی کی سینگ مڑی ہوئی ہوگی، نہ کوئی بے سینگ ہوگی اور نہ ہی کوئی ٹوٹے سینگوں والی ہوگی۔ اور آکر اس کو اپنے سینگوں سے ماریں گی اور اپنے کھروں سے روندیں گی۔ جب اگلی اس پر سے گزر جائے گی تو پچھلی پھر آئے گی، یہی عذاب اس کو پچاس ہزار سال کے پورے دن بھر ہوتا رہے گا یہاں تک کہ بندوں کے درمیان فیصلہ کر دیا جائے، اور وہ اپنا راستہ دیکھے گا یا تو جنت کی طرف یا جہنم کی طرف۔

۵۔ عَنْ أَبِي ذَرٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: انْتَهَيْتُ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ وَهُوَ جَالِسٌ فِي ظِلِّ الْكَعْبَةِ، فَلَمَّا رَانِي قَالَ: **”هُمُ الْأَخْسَرُونَ وَرَبِّ الْكَعْبَةِ“** قَالَ: فَجِئْتُ حَتَّى جَلَسْتُ، فَلَمْ أَتَقَارَّ أَنْ قُمْتُ، فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ فِدَاكَ أَبِي وَأُمِّي، مَنْ هُمْ؟ قَالَ: **”هُمُ الْأَكْثَرُونَ أَمْوَالًا، إِلَّا مَنْ قَالَ هَكَذَا وَهَكَذَا وَهَكَذَا – مِنْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهِ وَعَنْ يَمِينِهِ وَعَنْ شِمَالِهِ – وَقَلِيلٌ مَا هُمْ، مَا مِنْ**

صَاحِبِ إِبِلٍ، وَلَا بَقَرٍ، وَلَا غَنَمٍ لَا يُؤَدِّي زَكَاتَهَا إِلَّا جَاءَتْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَعْظَمَ مَا كَانَتْ، وَأَسْمَنَهُ تَنْطَحُهُ بِقُرُونِهَا وَتَطَؤُهُ بِأَظْلَافِهَا، كُلَّمَا نَفِدَتْ أُخْرَاهَا، عَادَتْ عَلَيْهِ أُولَاهَا، حَتَّى يُقْضَى بَيْنَ النَّاسِ''[1] ۔

ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ کعبہ کے سایہ میں بیٹھے ہوئے تھے اسی دوران میں آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، جب آپ ﷺ نے مجھے دیکھا تو فرمایا: رب کعبہ کی قسم! وہی سب سے زیادہ نقصان والے ہیں، تب تک میں آپ ﷺ کے پاس آ کر بیٹھ گیا اور پھر بلا رُکے فوراً ہی کھڑا ہوگیا اور عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! میرے ماں باپ آپ پر قربان، وہ کون لوگ ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: وہ سب سے زیادہ مال والے ہیں، سوائے اس کے جس نے یہاں وہاں، جہاں مناسب ہوا آگے پیچھے، دائیں بائیں اللہ کی راہ میں خرچ کیا، اور ایسے لوگ نہایت تھوڑے ہیں ۔ اور جو بھی اونٹ، یا گائے، یا بکری والا ان کی زکوٰۃ نہیں دیتا، قیامت کے دن وہ جانور، جیسے دنیا میں تھے اس سے کہیں زیادہ بڑے اور موٹے ہو کر آئیں گے اور اپنی سینگوں سے اسے ماریں گے، اور اپنے کھروں سے اسے روندیں گے ۔ جب ان جانوروں میں سب سے آخری گزر جائے گا، پہلا پھر آجائے گا، اور جب تک بندوں کے درمیان فیصلہ نہ ہوجائے، اسے یہی عذاب ہوتا رہے گا۔

---

① متفق علیہ: صحیح بخاری، کتاب الزکاۃ، باب زکاۃ البقر، (2/119)، حدیث (1460)، وکتاب الأیمان والنذور، باب کیف کانت یمین النبی ﷺ، (8/130)، حدیث (6638)، وصحیح مسلم، کتاب الزکاۃ، باب تغلیظ عقوبۃ من لا یؤدی الزکاۃ، (2/686)، حدیث (990)۔

تیسری فصل:

زکاۃ کا حکم اور شرائط وضوابط

۱ زکاۃ کا حکم کتاب وسنت اور اجماع کی روشنی میں:

زکاۃ کتاب اللہ، سنت رسول ﷺ اور اجماعت امت کی روشنی میں ہر اس مسلمان پر فرض، واجب اور لازم ہے جو شریعت کے طے کردہ نصاب کا حقیقی، یقینی مالک ہو، اور اس مال پر ایک ہجری سال گزر جائے، سوائے عشری (دسویں یا بیسویں حصے والے) مالوں کے [1]۔

چنانچہ کتاب اللہ میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے بہت ساری آیات میں زکاۃ کی ادائیگی کا حکم دیا ہے، جیسا کہ ارشاد ہے:

﴿وَءَاتُواْ ٱلزَّكَوٰةَ﴾ [2]۔

اور زکاۃ دو۔

اسی طرح سورۂ توبہ میں مستحقین زکاۃ کے تذکرہ کے بعد فریضہ کے صریح لفظ میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿فَرِيضَةً مِّنَ ٱللَّهِۗ وَٱللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ﴿٦٠﴾﴾ [التوبۃ:60] [3]۔

---

① المغنی لابن قدامۃ (2/427)، وحاشیۃ الروض المربع (3/162)، والکافی فی فقہ الامام أحمد (1/378)۔

② البقرۃ: 43،83،110، والنساء: 77، والحج: 78، والنور: 56، والأحزاب: 33، والمجادلۃ: 13، والمزمل: 20۔

③ ملاحظہ کریں: تفسیر ابن کثیر تحقیق سامی سلامۃ (4/169)، والتحریر والتنویر لابن عاشور التونسی (10/240) وتیسیر الکریم الرحمن للسعدی (ص: 341)۔

فرض ہے اللہ کی طرف سے،اور اللہ علم وحکمت والا ہے۔
اس کے علاوہ قرآن کریم میں زکاۃ کی فرضیت کے دیگر دلائل بھی ہیں۔
اورسنت رسول ﷺ میں زکاۃ کی رکنیت، فرضیت اور وجوب کے بکثرت دلائل موجود ہیں، چنانچہ بطور مثال ایک مشہور حدیث ملاحظہ فرمائیں:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ بَعَثَ مُعَاذًا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ إِلَى الْيَمَنِ، فَقَالَ: ''**ادْعُهُمْ إِلَى شَهَادَةِ أَنْ لاَ إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، وَأَنِّي رَسُولُ اللَّهِ، فَإِنْ هُمْ أَطَاعُوا لِذَلِكَ، فَأَعْلِمْهُمْ أَنَّ اللَّهَ قَدِ افْتَرَضَ عَلَيْهِمْ خَمْسَ صَلَوَاتٍ فِي كُلِّ يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ، فَإِنْ هُمْ أَطَاعُوا لِذَلِكَ، فَأَعْلِمْهُمْ أَنَّ اللَّهَ افْتَرَضَ عَلَيْهِمْ صَدَقَةً فِي أَمْوَالِهِمْ تُؤْخَذُ مِنْ أَغْنِيَائِهِمْ وَتُرَدُّ عَلَى فُقَرَائِهِمْ**''[1]۔

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے معاذ رضی اللہ عنہ کو یمن بھیجا تو فرمایا: تم انہیں اس بات کی گواہی کی دعوت دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود حقیقی نہیں اور میں اللہ کا رسول ہوں، اگر وہ لوگ یہ بات مان لیں تو پھر انہیں بتانا کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر ہر دن اور رات میں پانچ وقت کی نمازیں فرض کی ہیں ۔اگر وہ لوگ یہ بات بھی مان لیں تو پھر انہیں بتانا کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر اُن کے مالوں میں زکاۃ فرض کیا ہے جو ان کے مالداروں سے لے کر انہیں کے محتاجوں میں لوٹائی جائے گی۔
اور صحیحین کی ایک دوسری روایت میں ہے:
''**إِنَّكَ تَقْدَمُ عَلَى قَوْمٍ أَهْلِ كِتَابٍ، فَلْيَكُنْ أَوَّلَ مَا تَدْعُوهُمْ إِلَيْهِ عِبَادَةُ**

---

① متفق علیہ: صحیح بخاری،کتاب الزکاۃ،باب وجوب الزکاۃ،2/104،حدیث (1395)، وصحیح مسلم،کتاب الایمان، باب الدعاء إلى الشہادتین وشرائع الاسلام،1/50،حدیث(19)۔

اللَّهِ، فَإِذَا عَرَفُوا اللَّهَ، فَأَخْبِرْهُمْ أَنَّ اللَّهَ قَدْ فَرَضَ عَلَيْهِمْ خَمْسَ صَلَوَاتٍ فِي يَوْمِهِمْ وَلَيْلَتِهِمْ، فَإِذَا فَعَلُوا، فَأَخْبِرْهُمْ أَنَّ اللَّهَ فَرَضَ عَلَيْهِمْ زَكَاةً مِنْ أَمْوَالِهِمْ وَتُرَدُّ عَلَى فُقَرَائِهِمْ، فَإِذَا أَطَاعُوا بِهَا، فَخُذْ مِنْهُمْ وَتَوَقَّ كَرَائِمَ أَمْوَالِ النَّاسِ"(۱)۔

تم ایک ایسی قوم کے پاس جارہے ہو جو اہل کتاب (یہود و نصاریٰ) ہیں، اس لئے سب سے پہلے انہیں اللہ کی عبادت کی دعوت دینا، چنانچہ جب وہ اللہ کو پہچان لیں (مسلمان ہو جائیں) تو انہیں بتانا کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر دن اور رات میں پانچ نمازیں فرض کی ہیں، جب وہ اسے ادا کریں تو انہیں بتانا کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر اُن کے مالوں میں زکوٰۃ فرض کی ہے جو ان کے مالداروں سے لی جائے گی اور انہیں کے فقیروں میں تقسیم کر دی جائے گی، جب وہ اسے بھی مان لیں تو ان سے زکوٰۃ وصول کرو، البتہ زکاۃ میں ان کے سب سے عمدہ اموال لینے بچو۔

نبی کریم ﷺ کی یہ حدیث زکاۃ کی فرضیت کی صریح دلیل ہے۔

اجماع:

زکاۃ کی فرضیت پر تمام ادوار میں مسلمانوں کا اجماع رہا ہے، نیز زکاۃ نہ دینے والوں سے لڑائی پر صحابہ رضی اللہ عنہم کا اتفاق ہوا ہے(۲)۔

---

(۱) صحیح البخاری، کتاب الزکاۃ، باب لا تؤخذ کرام أموال الناس فی الصدقۃ، (2/119)، حدیث (1458)، وصحیح مسلم، کتاب الایمان، باب الدعاء إلی الشہادتین وشرائع الاسلام (1/51)، حدیث (19)۔

(۲) المغنی لابن قدامۃ (2/428)، نیز دیکھئے: الاجماع لابن المنذر، ص: 45-46)، والاقناع لابن المنذر (1/165)۔

[۲] زکاۃ کی فرضیت ووجوب کے شرائط[1] :

زکاۃ کی فرضیت کے لئے کتاب وسنت میں کچھ عام شرائط ہیں' جن کا پایا جانا ضروری ہے، فقہاء امت نے انہیں اپنی کتابوں میں دلائل وتعلیلا ت کے ساتھ اکٹھا کیا ہے، البتہ فقہاء کے یہاں ان شرائط کی تعداد مختلف ہے، چنانچہ علماء کی اکثریت نے زکاۃ کی فرضیت کے لئے حسب ذیل پانچ شرطیں بیان کی ہیں[2] :

(۱) اسلام، (۲) آزادی، (۳) ملکیت نصاب، (۴) ثابت اور پائدار ملکیت، اور (۵) سال گزرنا، بشرطیکہ دسویں یا بیسویں حصہ والا مال نہ ہو۔

اور بعض اہل علم نے زکاۃ کی فرضیت کے لئے مذکورہ پانچ شرطوں کے علاوہ مزید ایک چھٹی شرط بھی لگائی ہے اور وہ یہ ہے کہ مال ان اصناف میں سے ہو جن میں زکاۃ فرض ہوتی ہے، کیونکہ ہر قسم کے مال میں فرض نہیں ہوتی[3] ۔

جبکہ بعض علماء نے زکاۃ کی فرضیت کے لئے نو شرطیں عائد کی ہیں، جو حسب ذیل ہیں[4] :

۱۔ آزادی۔

۲۔ اسلام۔

---

① یہ وجوب زکاۃ کے عام شرائط ہیں، عام کی قید سے اس بات کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے کہ ان عام شرائط کے علاوہ اموال زکاۃ میں سے ہر ایک میں زکاۃ کی فرضیت کی کچھ خاص شرطیں بھی ہیں، جس کی تفصیلات اموال زکاۃ کی فصل میں آئیں گی، دیکھئے: الموسوعۃ الفقہیۃ الکویتیۃ (250/23)۔

② حاشیۃ الروض المربع، لعبد الرحمن بن قاسم الحنبلی (165/3)، والشرح الممتع علی زاد المستقنع (14/6)، والأسئلۃ والأجوبۃ الفقہیۃ (5/2)، وصحیح فقہ السنۃ وأدلتہ وتوضیح مذاہب الأئمۃ (11/2)، والملخص الفقہی للشیخ صالح الفوزان (322/1)۔

③ موسوعۃ الفقہ الاسلامی، لمحمد بن إبراہیم بن عبد اللہ التویجری (16/3)۔

④ الفقہ الاسلامی وأدلتہ للزحیلی (1797/3)۔

۳۔ عقل اور بلوغت۔

۴۔ مال ان اقسام میں سے ہو جن میں زکاۃ واجب ہے۔

۵۔ مال نصاب کو پہنچے یا نصاب کی قیمت کے بقدر ہو۔

۶۔ مال مکمل ملکیت میں ہو۔

۷۔ نصاب کی ملکیت پر ایک قمری سال گزرے۔

۸۔ آدمی قرض دار نہ ہو۔

۹۔ بنیادی ضروریات سے زائد ہو۔

لیکن چونکہ ان میں سے متفق علیہ شرطیں چھ ہیں، لہٰذا یہاں چھ شرطوں کی وضاحت کی جائے گی۔

فرضیت زکاۃ کی شرطوں کی دو قسمیں ہیں:

۱۔ صاحب مال-جس کے مال میں زکاۃ واجب ہوتی ہے-میں مطلوب شرطیں۔

۲۔ مال میں مطلوب شرطیں۔

اولاً: صاحب مال میں مطلوب شرطیں:

وجوب زکاۃ کے لئے صاحب مال میں دو شرطیں پائی جانی ضروری ہیں:

پہلی شرط: اسلام جو کفر وارتداد کی ضد ہے؛ یعنی زکاۃ کی فرضیت کے لئے آدمی کا مسلمان ہونا ضروری شرط ہے، کافر ومرتد سے نہ تو زکاۃ وصول کی جائے گی' نہ ہی قبول ہوگی، چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ وَمَا مَنَعَهُمْ أَن تُقْبَلَ مِنْهُمْ نَفَقَاتُهُمْ إِلَّآ أَنَّهُمْ كَفَرُوا۟ بِٱللَّهِ وَبِرَسُولِهِۦ وَلَا يَأْتُونَ ٱلصَّلَوٰةَ إِلَّا وَهُمْ كُسَالَىٰ وَلَا يُنفِقُونَ إِلَّا وَهُمْ كَٰرِهُونَ ﴿٥٤﴾ ﴾[التوبۃ: ۵۴]۔

کوئی سبب ان کے خرچ کی قبولیت کے نہ ہونے کا اس کے سوا نہیں کہ یہ اللہ اور اس کے رسول کے منکر ہیں اور بڑی کاہلی سے ہی نماز کو آتے ہیں اور برے دل سے ہی خرچ کرتے ہیں۔

چنانچہ اللہ نے اللہ اور اس کے رسول کے کفر کو اُن کے انفاق کی عدم قبولیت کا سبب قرار دیا۔ اور اس لئے بھی کہ کافر اپنے کفر کے سبب نجس اور پلید ہوتا ہے' اسلام قبول کئے بغیر پاک نہیں ہوسکتا، جبکہ زکاۃ وصدقات مسلمان کے تزکیہ وطہارت کا سبب ہیں [1]۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿خُذْ مِنْ أَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيهِم بِهَا﴾ [التوبۃ:103]۔

آپ ان کے مالوں میں سے صدقہ لے لیجئے، جس کے ذریعہ سے آپ ان کو پاک صاف کردیں۔

نیز زکاۃ کی فرضیت کے لئے اسلام کے شرط ہونے کی ایک واضح دلیل حدیث معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ ہے' وہ بیان کرتے ہیں:

''بَعَثَنِي رَسُولُ اللهِ ﷺ، قَالَ: ''**إِنَّكَ تَأْتِي قَوْمًا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ، فَادْعُهُمْ إِلَى شَهَادَةِ أَنَّ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ وَأَنِّي رَسُولُ اللهِ، فَإِنْ هُمْ أَطَاعُوا لِذَلِكَ، فَأَعْلِمْهُمْ أَنَّ اللهَ افْتَرَضَ عَلَيْهِمْ خَمْسَ صَلَوَاتٍ فِي كُلِّ يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ، فَإِنْ هُمْ أَطَاعُوا لِذَلِكَ، فَأَعْلِمْهُمْ أَنَّ اللهَ افْتَرَضَ عَلَيْهِمْ صَدَقَةً تُؤْخَذُ مِنْ أَغْنِيَائِهِمْ فَتُرَدُّ فِي فُقَرَائِهِمْ**'' [2]۔

---

① دیکھئے الشرح الممتع، لابن عثیمین، (19/6)۔

② متفق علیہ: صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب بعث أبی موسیٰ ومعاذ إلی الیمن قبل حجۃ الوداع، 162/5، حدیث (4347)، وصحیح مسلم بلفظہ، کتاب الایمان، باب الدعاء إلی الشہادتین وشرائع الاسلام، 50/1، حدیث (19)۔

مجھے رسول اللہ ﷺ نے یمن روانہ کیا، آپ نے فرمایا: تم ایسے لوگوں کے پاس جارہے ہو جو اہل کتاب، یعنی یہود ونصاری ہیں، لہٰذا انہیں اس بات کی گواہی کی دعوت دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود حقیقی نہیں اور میں اللہ کا رسول ہوں، اگر وہ لوگ یہ بات مان لیں تو پھر انہیں بتانا کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر ہر دن اور رات میں پانچ نمازیں فرض کی ہیں، اگر وہ یہ بات بھی مان لیں تو پھر انہیں بتانا کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر اُن کے مالوں میں زکاۃ فرض کیا ہے جو ان کے مالداروں سے لے کر ان کے محتاجوں ہی میں لوٹائی جائے گی۔

اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے نماز وزکاۃ کی فرضیت کے لئے اسلام کی شرط لگائی ہے [1]۔ واضح رہے کہ کافر سے زکاۃ نہ تو لی جائے گی نہ ہی قبول ہوگی؛ لیکن قیامت کے دن اس سے اس کا حساب ضرور ہوگا کیونکہ اُس سے اسلام مطلوب ہے اور زکاۃ اسلام کا حصہ بلکہ اس کا تیسرا بنیادی رکن ہے، جیسا کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ إِلَّآ أَصۡحَٰبَ ٱلۡيَمِينِ ۝٣٩ فِي جَنَّٰتٖ يَتَسَآءَلُونَ ۝٤٠ عَنِ ٱلۡمُجۡرِمِينَ ۝٤١ مَا سَلَكَكُمۡ فِي سَقَرَ ۝٤٢ قَالُواْ لَمۡ نَكُ مِنَ ٱلۡمُصَلِّينَ ۝٤٣ وَلَمۡ نَكُ نُطۡعِمُ ٱلۡمِسۡكِينَ ۝٤٤ وَكُنَّا نَخُوضُ مَعَ ٱلۡخَآئِضِينَ ۝٤٥ وَكُنَّا نُكَذِّبُ بِيَوۡمِ ٱلدِّينِ ۝٤٦ حَتَّىٰٓ أَتَىٰنَا ٱلۡيَقِينُ ۝٤٧ ﴾ [المدثر: 39-47]۔

مگر دائیں ہاتھ والے ۔ کہ وہ بہشتوں میں (بیٹھے ہوئے) گناہ گاروں سے ۔ سوال کرتے ہوں گے ۔ تمہیں دوزخ میں کس چیز نے ڈالا ۔ وہ جواب دیں گے کہ ہم نمازی نہ تھے ۔ نہ مسکینوں کو کھانا کھلاتے تھے ۔ اور ہم بحث کرنے والے (انکاریوں) کا ساتھ دے کر بحث مباحثہ میں مشغول رہا کرتے تھے ۔ اور روز جزا کو جھٹلاتے تھے ۔ یہاں تک کہ ہمیں

---

① دیکھئے: الشرح الکبیر علی متن المقنع (2/437) و (2/446)، وحاشیۃ الروض المربع (3/166)، والمغنی لابن قدامۃ (3/74)، والملخص الفقہی لصالح الفوزان (1/322)۔

موت آگئی۔

معلوم ہوا کہ نماز وزکاۃ کے سلسلہ میں کفار جہنمیوں سے محاسبہ ہوگا[1]۔

دوسری شرط: مکمل آزادی، یعنی غلامی کی ضد، چنانچہ غلام جو کسی کی ملکیت میں ہو، اُس پر زکاۃ واجب نہیں ؛ کیونکہ وہ خود مملوک ہے کسی چیز کا مالک نہیں اس کے پاس جو بھی مال ہے اُس کے مالک کا ہے۔

عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، عَنْ أَبِيهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ: ''**مَنِ ابْتَاعَ نَخْلًا بَعْدَ أَنْ تُؤَبَّرَ، فَثَمَرَتُهَا لِلْبَائِعِ إِلَّا أَنْ يَشْتَرِطَ الْمُبْتَاعُ، وَمَنِ ابْتَاعَ عَبْدًا وَلَهُ مَالٌ، فَمَالُهُ لِلَّذِي بَاعَهُ، إِلَّا أَنْ يَشْتَرِطَ الْمُبْتَاعُ**''[2]۔

سالم بن عبداللہ رضی اللہ عنہما اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو بیان کرتے ہوئے سنا،: اگر کسی شخص نے کھجور کا درخت تابیر (نر و مادہ کھجوروں کو ملانے کا عمل) کئے جانے کے بعد خریدا، تو اس کا پھل بیچنے والے ہی کا ہے، سوائے اس کے کہ خریدار شرط لگادے (کہ پھل اُس کا ہوگا)۔ اور اگر کسی نے کوئی غلام خریدا جس کے پاس مال ہے، تو وہ مال بیچنے والے کا ہے، الایہ کہ خریدار شرط لگادے۔

---

① دیکھئے: الشرح الممتع لابن عثیمین ،6/ 20، ومجموع فتاوی ورسائل ابن عثیمین ،18/ 16، نیز دیکھئے: فتح الباری لابن حجر (3/ 275)، والتوضیح لشرح الجامع الصحیح (3/ 137)، وشرح النووی علی مسلم (9/ 127)، والمسالک فی شرح موطا مالک للاشبیلی (2/ 426)، وعمدۃ القاری شرح صحیح البخاری (8/ 236)، وعون المعبود وحاشیۃ ابن القیم (4/ 291)، وذخیرۃ العقبی فی شرح المجتبی (21/ 364)، انہوں نے علامہ صنعانی رحمہ اللہ کے حوالہ سے بڑی پیاری بات نقل فرمائی ہے، والسیل الجرار المتدفق علی حدائق الأزہار (ص:228)، والروضۃ الندیۃ شرح الدرر البہیۃ (1/ 185)۔

② متفق علیہ: صحیح بخاری، کتاب المساقاۃ، باب الرجل یکون لہ ممر أو شرب فی حائط أو فی نخل، 3/ 115، حدیث (2379)، وصحیح مسلم، کتاب البیوع، باب من باع نخلاً علیہا تمر، 3/ 1173، حدیث (1543)۔

اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا:

''لَيْسَ فِي مَالِ الْعَبْدِ زَكَاةٌ حَتَّى يُعْتَقَ''[1]۔

غلام کے مال میں زکاۃ نہیں ہے، یہاں تک کہ آزاد کر دیا جائے۔

اور یہ آزادی مکمل ہونی چاہئے، اگر جزوی طور پر بھی غلامی ہوگی، تو اس پر زکاۃ فرض نہ ہوگی، جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مکاتب[2] غلام کے بارے میں فرمایا:

''الْمُكَاتَبُ عَبْدٌ مَا بَقِيَ عَلَيْهِ مِنْ مُكَاتَبَتِهِ دِرْهَمٌ''[3]۔

مکاتب اس وقت تک غلام ہی رہے گا جب تک اس کی مکاتبت کا ایک درہم بھی اس کے ذمہ باقی رہے گا۔

اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''أَيُّمَا عَبْدٍ كَاتَبَ عَلَى مِائَةِ أُوقِيَّةٍ فَأَدَّاهَا إِلَّا عَشَرَةَ أَوَاقٍ فَهُوَ عَبْدٌ، وَأَيُّمَا

---

① السنن الکبری للبیہقی (4/ 182)، حدیث (7348)، ومعرفۃ السنن والآثار (6/ 71)، حدیث (8034)، نیز دیکھئے: مصنف ابن أبی شیبۃ (2/ 388-389)، اثر (10236-10239، 10240، 10241)، اس کی سند صحیح ہے، دیکھئے: إرواء الغلیل فی تخریج أحادیث منار السبیل (3/ 252)، والتحجیل فی تخریج مالم یخرج من الأحادیث والآثار فی إرواء الغلیل (ص:119)۔

② مکاتب: اس غلام کو کہتے ہیں جو ایک طے شدہ مال کے عوض - جسے وہ قسطوں میں ادا کرے گا - اپنی آزادی کے سلسلہ میں اپنے مالک سے تحریری معاہدہ کرلے۔ دیکھئے: مختار الصحاح (ص:266)، ومعجم لغۃ الفقہاء، لمحمد رواس قلعجی وحامد صادق قنیبی (ص:455)، والتعریفات الفقہیۃ لمحمد عمیم برکتی (ص:214)، والمطالع النصریۃ، ص:40، نیز دیکھئے: ذخیرۃ العقبی فی شرح المجتبی (35/ 210)۔

③ سنن أبو داود، کتاب العتق، باب فی المکاتب یؤدی بعض کتابتہ فیعجز أو یموت، حدیث (3926)، وسنن الترمذی، کتاب البیوع، باب ما جاء فی المکاتب إذا کان عندہ ما یؤدی، حدیث (1260)، وسنن ابن ماجہ، کتاب العتق، باب المکاتب، حدیث (2519)، اور علامہ البانی نے اسے حسن قرار دیا ہے، دیکھئے: صحیح سنن أبی داود، حدیث (3926) وإرواء الغلیل، حدیث 1674، 1763، 1767، 1768، 2677)، وصحیح الجامع (2/ 1138)، حدیث (6722)۔

عَبْدٍ كَاتَبَ عَلَى مِائَةِ دِينَارٍ فَأَدَّاهَا إِلَّا عَشْرَةَ دَنَانِيرَ فَهُوَ عَبْدٌ"[1]۔
جس کسی غلام نے سو اوقیہ چاندی پر اپنی آزادی کے سلسلہ میں مکاتبت کرلی اور سوائے دس درہم کے سب ادا کر دیا، تو بھی وہ غلام ہی ہے۔ اور جس کسی غلام نے سو دینار سونے پر اپنی آزادی کے سلسلہ میں مکاتبت کرلی اور سوائے دس دینار کے سب ادا کر دیا، تو بھی وہ غلام ہی ہے۔

اور مصنف عبدالرزاق میں زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا:
"الْمَالُ كُلُّهُ لِلسَّيِّدِ"[2]۔
غلام کا سارا مال اس کے آقا کا ہے۔

ثانیاً: مال میں مطلوب شرطیں:

وجوب زکاۃ کے لئے مال میں حسب ذیل چار شرطیں پائی جانی ضروری ہیں:

پہلی شرط: مقررہ نصاب کی ملکیت؛ یعنی جن مالوں میں زکاۃ واجب ہے ان کا مقررہ شرعی نصاب کو پہنچنا ضروری ہے، یا نصاب کی قیمت کے مساوی ہونا ضروری ہے، ورنہ زکاۃ فرض نہ ہوگی۔

عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: "لَيْسَ فِيمَا أَقَلُّ مِنْ خَمْسَةِ أَوْسُقٍ صَدَقَةٌ، وَلاَ فِي أَقَلَّ مِنْ خَمْسَةٍ مِنَ الإِبِلِ الذَّوْدِ صَدَقَةٌ، وَلاَ فِي أَقَلَّ مِنْ خَمْسِ أَوَاقٍ مِنَ الوَرِقِ صَدَقَةٌ"[3]۔

---

① سنن أبي داود، کتاب العتق، باب في المكاتب يؤدي بعض كتابته فيعجز أو يموت (4/20)، حدیث (3927)، ومسند أحمد طبعہ الرسالۃ (11/337)، حدیث (6726) وغیرہ، علامہ البانی نے اسے حسن قرار دیا ہے، دیکھئے: صحیح الجامع (1/530)، حدیث (2735)، وإرواء الغليل في تخريج أحاديث منار السبيل (6/119)، حدیث (1674)۔
② مصنف عبدالرزاق الصنعانی (8/394)، حدیث (15666)، شیخ عبدالعزیز بن مرزوق الطریفی نے اس کی سند کو صحیح قرار دیا ہے، دیکھئے: التحجيل في تخريج ما لم يخرج من الأحاديث والآثار في إرواء الغليل، (ص:329)۔
③ متفق علیہ: صحیح بخاری، کتاب الزکاۃ، باب ليس فيما دون خمسة أوسق صدقة، (2/126)، حدیث (1484)، ===

ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: پانچ وسق سے کم میں زکوٰۃ نہیں ہے اور پانچ اونٹوں سے کم میں زکوٰۃ نہیں ہے اور پانچ اوقیہ سے کم چاندی میں زکوٰۃ نہیں ہے۔

اور دوسری حدیث میں رسول ﷺ نے اسی ملکیت کو وجوب زکاۃ کے لئے مالداری کا معیار قرار دیا ہے، جیسا کہ معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو یمن روانہ کرتے ہوئے نبی کریم ﷺ نے اُن سے فرمایا:

"...فَإِنْ هُمْ أَطَاعُوا لِذَلِكَ، فَأَعْلِمْهُمْ أَنَّ اللَّهَ افْتَرَضَ عَلَيْهِمْ صَدَقَةً فِي أَمْوَالِهِمْ تُؤْخَذُ مِنْ أَغْنِيَائِهِمْ وَتُرَدُّ عَلَى فُقَرَائِهِمْ"[1]۔

اگر وہ لوگ یہ بات بھی مان لیں تو پھر انہیں بتانا کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر اُن کے مالوں میں زکاۃ فرض کیا ہے جو ان کے مالداروں سے لے کر انہیں کے محتاجوں میں لوٹائی جائے گی۔

لہٰذا ایک مسلمان جب مختلف اموال میں مالک نصاب ہوگا تو مالدار سمجھا جائے گا اور اُس پر زکاۃ فرض ہوگی۔

اور شریعت اسلامیہ میں نصاب کی ملکیت کا معیار ہر مال میں الگ الگ ہے، جیسا کہ اس کی تفصیل ان شاء اللہ اگلی فصل میں آئے گی۔

دوسری شرط: مال میں مطلوب دوسری شرط یہ ہے کہ مال مکمل طور پر صاحب مال کی ملکیت میں ہو، یعنی صاحب مال کو اس میں تصرف کا پورا اختیار ہو، اُس میں کسی اور کی شراکت یا حصہ داری نہ

=== وصحیح مسلم، کتاب الزکاۃ، باب لیس فیما دون خمسۃ أوسق صدقۃ، 2/673، حدیث (979)۔

① متفق علیہ: صحیح بخاری، کتاب الزکاۃ، باب وجوب الزکاۃ، 2/104، حدیث (1395)، وصحیح مسلم، کتاب الایمان، باب الدعاء إلی الشہادتین وشرائع الاسلام، 1/50، حدیث (19)۔

ہو کہ وہ اس میں دخل اندازی کرے۔اسے اہل علم نے اپنی کتابوں میں ''استقرار ملکیت''، ''تمام ملکیت'' اور ''کمال ملکیت'' وغیرہ تعبیرات میں ذکر کیا ہے[1]۔

اس کی دلیل یہ ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے قرآن کریم میں اور رسول ﷺ نے اپنی احادیث میں مال کو ان کے مالکان کی طرف منسوب کیا ہے، جیسا کہ اللہ کا ارشاد ہے:

﴿وَالَّذِينَ فِي أَمْوَالِهِمْ حَقٌّ مَّعْلُومٌ ۝٢٤ لِّلسَّائِلِ وَالْمَحْرُومِ ۝٢٥﴾ [المعارج: 24-25]۔

اور جن کے مالوں میں مقررہ حصہ ہے۔مانگنے والوں کا بھی اور سوال سے بچنے والوں کا بھی۔

نیز ارشاد ہے:

﴿وَفِي أَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّائِلِ وَالْمَحْرُومِ ۝١٩﴾ [الذاريات:19]۔

اور ان کے مال میں مانگنے والوں کا اور سوال سے بچنے والوں کا حق تھا۔

اسی طرح اللہ کا ارشاد ہے:

﴿خُذْ مِنْ أَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيهِم بِهَا﴾ [التوبۃ:103]۔

آپ ان کے مالوں میں سے صدقہ لے لیجئے،جس کے ذریعہ سے آپ ان کو پاک صاف کر دیں۔

اسی طرح نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

''إِذَا فَعَلُوا، فَأَخْبِرْهُمْ أَنَّ اللَّهَ فَرَضَ عَلَيْهِمْ زَكَاةً مِنْ أَمْوَالِهِمْ وَتُرَدُّ عَلَى

---

① دیکھئے: المقنع والشرح الکبیر، 6/314، والکافی، 2/88، والشرح الممتع، 6/21، وحاشیۃ الروض المربع لابن قاسم الحنبلی (2/168)، والشرح الممتع، 6/21-22)۔

فُقَرَائِهِمْ، فَإِذَا أَطَاعُوا بِهَا، فَخُذْ مِنْهُمْ وَتَوَقَّ كَرَائِمَ أَمْوَالِ النَّاسِ "[۱]۔
جب وہ اسے ادا کریں تو انہیں بتانا کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر اُن کے مالوں میں زکوٰۃ فرض کی ہے جو ان کے مالداروں سے لی جائے گی اور انہیں کے فقیروں میں تقسیم کر دی جائے گی، جب وہ اسے بھی مان لیں تو ان سے زکوٰۃ وصول کرو، البتہ زکاۃ میں ان کے سب سے عمدہ اموال لینے سے بچو۔

نیز اس لئے بھی کہ زکاۃ دینا دراصل مستحقین زکاۃ کو اس مال کا مالک بنانا ہے، اور مالک بنانا ملکیت پر موقوف ہے، جب تک کوئی مال خود مکمل ملکیت میں نہ ہو دوسرے کو اس کا مالک بنانا کیونکر ممکن ہوسکتا ہے[۲]۔

تیسری شرط: یہ ہے کہ مال اُن اموال میں سے ہو جن میں شرعاً زکاۃ واجب ہوتی ہے، وہ حسب ذیل پانچ قسم کے اموال ہیں:

۱۔ بہیمۃ الانعام یعنی چرنے والے مویشی (چوپائے)، اور وہ ہیں: اونٹ، گائے (بھینس بھی اسی حکم میں ہے)، اور بکری۔

۲۔ زمین کی پیداوار یعنی اناج اور پھل۔

۳۔ سونے، چاندی، (دور حاضر کی کاغذی و دھاتی کرنسیاں بھی اسی حکم میں ہیں)۔

۴۔ سامان تجارت۔

۵۔ معادن (کان) اور دفینے (زمین سے حاصل ہونے والا خزانہ)[۳]۔

---

① صحیح بخاری، کتاب الزکاۃ، باب لا تؤخذ کرام أموال الناس فی الصدقۃ، (2/119)، حدیث (1458)، وصحیح مسلم، کتاب الایمان، باب الدعاء إلی الشہادتین وشرائع الاسلام (1/51)، حدیث (19)۔

② صحیح فقہ السنۃ وأدلتہ وتوضیح مذاہب الأئمۃ (2/13)، نیز دیکھئے: فقہ الزکاۃ، لیوسف القرضاوی (1/131)۔

③ دیکھئے: المغنی لابن قدامۃ (2/467)، والفقہ الاسلامی وأدلتہ للزحیلی (3/1819)۔ ===

جیسا کہ ان کی تفصیلات ان شاء اللہ اگلی فصل میں آرہی ہیں۔

چوتھی شرط: یہ ہے کہ نصاب مال پر ایک ہجری سال گزرے، سوائے ان اموال کے جن میں دسواں یا بیسواں حصہ واجب ہوتا ہے، کہ اس میں سال گزرنے کی شرط نہیں ہے۔

عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ: **''لَا زَكَاةَ فِي مَالٍ حَتَّى يَحُولَ عَلَيْهِ الْحَوْلُ''**(۱)۔

عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے، وہ بیان کرتی ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: کسی مال میں زکاۃ نہیں، یہاں تک کہ اس پر سال گزر جائے۔

عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: **''فَإِذَا كَانَتْ لَكَ مِائَتَا دِرْهَمٍ وَحَالَ عَلَيْهَا الْحَوْلُ، فَفِيهَا خَمْسَةُ دَرَاهِمَ، وَلَيْسَ عَلَيْكَ شَيْءٌ - يَعْنِي - فِي الذَّهَبِ حَتَّى يَكُونَ لَكَ عِشْرُونَ دِينَارًا، فَإِذَا كَانَ لَكَ عِشْرُونَ دِينَارًا، وَحَالَ عَلَيْهَا الْحَوْلُ، فَفِيهَا نِصْفُ دِينَارٍ، فَمَا زَادَ، فَبِحِسَابِ ذَلِكَ، ... وَلَيْسَ فِي مَالٍ زَكَاةٌ حَتَّى يَحُولَ عَلَيْهِ الْحَوْلُ''**(۲)۔

علی رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: جب تمہارے پاس

=== والفقہ المیسر فی ضوء الکتاب والسنۃ، ص: (123)، والزکاۃ فی الاسلام، الدکتور سعید بن وہف القحطانی ص: (72)۔

① سنن ابن ماجہ، کتاب الزکاۃ، باب من استفاد مالاً، (1/ 571) حدیث (1792)، وسنن الدارقطنی (2/ 467)، حدیث (1889)، والسنن الکبری للبیہقی (4/ 160)، حدیث (7315،7274)، علامہ البانی نے اسے صحیح قرار دیا ہے، دیکھئے: إرواء الغلیل (3/ 254)، حدیث (787)، وصحیح الجامع (2/ 1247)، حدیث (7497)۔

② سنن أبي داود، کتاب الزکاۃ، باب فی زکاۃ السائمۃ (2/ 100)، حدیث (1573)، ومسند أحمد طبع الرسالۃ (2/ 414)، حدیث (1265)، والسنن الکبری للبیہقی (4/ 160)، حدیث (7273)، اور مسند کے محققین نے اسے صحیح قرار دیا ہے، نیز علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے صحیح قرار دیا ہے، دیکھئے: صحیح أبو داود (5/ 294)، حدیث (1405)، وإرواء الغلیل (3/ 254)، حدیث (787)، وصحیح الجامع (2/ 1247)، حدیث (7497)۔

(چاندی) دوسو درہم ہو جائے اوراس پر سال گزر جائے تو اس میں پانچ درہم واجب ہے، اور سونے میں کچھ واجب نہیں، یہاں تک کہ تمہارے پاس بیس دینار ہو جائے، لہٰذا جب تمہارے پاس بیس دینار ہو جائے اوراس پر سال گزر جائے تو اُس میں آدھا دینار زکاۃ ہے، اور جتنا زیادہ ہوگا وہ بھی اسی حساب سے...اور کسی مال میں زکاۃ نہیں، یہاں تک کہ اس پر سال گزر جائے۔

عَنْ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُما قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: ''**مَنْ اسْتَفَادَ مَالًا فَلَا زَكَاةَ عَلَيْهِ حَتَّى يَحُولَ عَلَيْهِ الحَوْلُ عِنْدَ رَبِّهِ**''(١)۔

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر کسی کو (درمیان سال میں) کوئی مال حاصل ہو جائے، تو اُس میں اُس پر زکاۃ نہیں، یہاں تک کہ اس کے مالک کے پاس اس پر سال گزرے۔

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ زکاۃ کے وجوب کے لئے ملکیت میں آنے کے بعد بقدر نصاب مال پر ایک قمری یعنی ہجری سال گزرنا ضروری ہے، ساتھ ہی یہ بھی واضح ہوا کہ سال کا اعتبار نصاب کی تکمیل کے دن سے کیا جائے گا، نیز یہ بھی واضح ہوا کہ اگر درمیان سال میں مال نصاب سے کم ہو جائے تو سال کا اعتبار ختم ہو جائے گا، یہاں تک کہ مال پھر نصاب کو پہنچے، تو وہاں سے سال کا اعتبار شروع ہوگا، کیونکہ زکاۃ کے وجوب کے لئے پورے سال نصاب کا مکمل رہنا شرط ہے(٢)۔

① جامع ترمذی، کتاب الزکاۃ، باب ما جاء لا زکاۃ علی المال المستفاد حتی یحول علیہ الحول، (3/16)، حدیث (631)، وسنن الدارقطنی (2/467)، حدیث (1887، 1888، 1894، 1895)، والسنن الکبری للبیہقی (4/160)، حدیث (7274، 7319-7323)۔ حدیث صحیح ہے، دیکھئے: صحیح الترمذی، حدیث (631)، نیز دیکھئے: تراجعات الألبانی، حدیث (212)، والتجیل فی تخریج مالم یخرج من الأحادیث والآثار فی إرواء الغلیل (ص: 121-122)۔

② دیکھئے: المغنی لابن قدامۃ، (2/467 و3/59، والاقناع فی مسائل الاجماع (1/201)، والموسوعۃ الفقہیۃ الکویتیۃ (18/252، و23/242)۔

اموال زکاۃ جو سال گزرنے کی شرط سے مستثنی ہیں:

سال گزرنے کی شرط مذکورہ اموال زکاۃ کی پانچ قسموں میں سے صرف تین قسم کے اموال میں ہے:

۱۔ سونے، چاندی۔

۲۔ بہیمۃ الانعام (مویشی)۔

۳۔ سامان تجارت [۱]۔

ان کے علاوہ بقیہ اموال زکاۃ میں سال گزرنے کی شرط کا اعتبار نہیں ہے، بلکہ وہ سال کے اعتبار سے مستثنی ہیں، جب وہ اموال حاصل ہوں گے ان میں زکاۃ واجب ہوگی، تفصیل حسب ذیل ہے:

۱۔ عشری اموال: اس سے مراد وہ اموال ہیں جن میں دسواں یا بیسواں حصہ واجب ہوتا ہے، یعنی زمینی پیداوار، اناج، غلہ جات اور پھل، کیونکہ زمین کی پیداوار میں زکاۃ اسی وقت واجب ہوتی ہے جب انہیں کاٹا یا توڑا جاتا ہے، خواہ سال نہ بھی گزرا ہو، جیسا کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ ارشاد ہے:

﴿كُلُوا۟ مِن ثَمَرِهِۦٓ إِذَآ أَثْمَرَ وَءَاتُوا۟ حَقَّهُۥ يَوْمَ حَصَادِهِۦ ۖ وَلَا تُسْرِفُوٓا۟ ۚ إِنَّهُۥ لَا يُحِبُّ ٱلْمُسْرِفِينَ ﴿١٤١﴾﴾ [الانعام:141]۔

ان سب کے پھلوں میں سے کھاؤ جب وہ نکل آئے اور اس میں جو حق واجب ہے وہ اس کے کاٹنے کے دن دیا کرو اور حد سے مت گزرو یقیناً وہ حد سے گزرنے والوں کو ناپسند کرتا ہے۔

اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

---

① دیکھئے: المغنی لابن قدامۃ (2/ 467)، والموسوعۃ الفقہیۃ الکویتیۃ (18/ 252)، والزکاۃ فی الاسلام ص: (47)۔

''فِيمَا سَقَتِ السَّمَاءُ وَالعُيُونُ أَوْ كَانَ عَثَرِيًّا العُشْرُ، وَمَا سُقِيَ بِالنَّضْحِ نِصْفُ العُشْرِ''[1]۔

جس کھیتی یا باغ کو آسمان اور چشموں نے سیراب کیا ہو یا اس میں اس قدر نمی اور تراوٹ ہو کہ پودے اپنی جڑوں سے سیرابی حاصل کرلیں، اُس میں پیداوار کا دسواں حصہ زکاۃ ہے، اور جس زمین کو اونٹوں پر پانی لا کر سیراب کیا گیا ہو، اُس میں دسویں کا آدھا (بیسواں) حصہ زکاۃ ہے۔ (بشرطیکہ پیداوار نصاب کے بقدر ہو، جیسا کہ تفصیل آئے گی، ان شاء اللہ تعالیٰ)

چنانچہ نبی کریم ﷺ نے اس میں سال کی کوئی شرط نہیں لگائی ہے، بلکہ سینچائی کی کیفیت کی بنا پر اس میں دسواں یا بیسواں حصہ زکاۃ واجب قرار دیا ہے۔

۲۔ رکاز: یعنی اسلام سے قبل جاہلیت کا دفینہ (مدفون خزانہ) جس کے مالک کا پتہ نہ ہو، کہیں حاصل ہو جائے، اس میں سال اور نصاب کی کوئی شرط نہیں ہے، جب بھی حاصل ہو، کم ہو یا زیادہ، اس میں پانچواں حصہ زکاۃ نکالنا ضروری ہے[2]۔

۳۔ معادن (کان): یعنی زمین سے نکلنے والے وہ قیمتی اموال اور دھاتیں جو اُسی میں پیدا ہوتی ہیں، جیسے سونا، چاندی، تانبا، پیتل، لوہا، کبریت، یاقوت، زبرجد، عقیق وغیرہ اور اسی طرح ڈیزل، پیٹرول اور دیگر سیال اشیاء جن پر کان کا نام منطبق ہوتا ہو۔ اس میں بھی سال گزرنے کی کوئی قید نہیں ہے، بلکہ جب بھی حاصل ہوں، اس میں زکاۃ واجب ہوگی، جیسا کہ بقیہ تفصیلات آئیں گی، ان شاء اللہ[3]۔

---

① صحیح بخاری، کتاب الزکاۃ، باب العشر فیما یُسقی من ماء السماء والماء الجاری، (2/126)، حدیث (1483)۔

② دیکھئے: المغنی لابن قدامۃ (2/467، و3/48)، والھدایۃ علی مذہب الامام أحمد (ص:141)، وصحیح فقہ السنۃ وأدلتہ وتوضیح مذاہب الأئمۃ (2/60)۔

③ دیکھئے: المغنی لابن قدامۃ (2/467، 3/53)، والھدایۃ علی مذہب الامام أحمد (ص:140)، والموسوعۃ الفقہیۃ الکویتیۃ (23/242)، والکافی فی فقہ الامام أحمد (1/407)، وصحیح فقہ السنۃ وأدلتہ وتوضیح مذاہب الأئمۃ (2/61)۔

اموال زکاۃ میں سال کے اعتبار اور عدم اعتبار کی حکمت:

اس سلسلہ میں علامہ ابن قدامہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

جن اموال میں سال کا اعتبار ہے اس کی وجہ یہ ہے وہ اموال اضافہ اور بڑھوتری والے ہیں، مثلاً مویشیوں کی نسل بڑھتی ہے، ان میں اضافہ ہوتا ہے، سامان تجارت میں منافع اور کمائی ہوتی ہے، اور یہی حال سونے اور چاندی کا ہے، اس لئے ان میں زکاۃ کے وجوب کے لئے سال گزرنے کا اعتبار کیا گیا ہے، تاکہ زکاۃ کی ادائیگی فائدہ اور کمائی میں سے ہو، کیونکہ اس میں سہولت اور آسانی ہے، نیز اس لئے بھی کہ ان مالوں میں زکاۃ بار بار ادا کرنی پڑتی ہے، اس لئے اگر سال کا اعتبار نہ ہوتو ایک ہی وقت میں بار بار واجب ہونے کے سبب مالک کا مال ہی ختم ہو جائے گا۔

اس کے برخلاف زمینی پیداوار کھیتیوں اور پھلوں کی زکاۃ کا معاملہ یہ ہے کہ وہ ازخود بڑھوتری والے ہیں، اور وہ بڑھوتری زکاۃ کی ادائیگی کے وقت جب اپنے کمال کو پہنچ جاتی ہے، تب اس سے زکاۃ لی جاتی ہے، اُس کے بعد اس میں بڑھوتری نہیں بلکہ کمی واقع ہونے لگتی ہے، اسی لئے اس میں دوبارہ زکاۃ واجب نہیں ہوتی، کیونکہ اسے بڑھوتری کے لئے نہیں لگایا جاتا ہے، اور یہی معاملہ زمین سے حاصل ہونے والے معادن اور دفینوں کا ہے[1]۔

---

(1) دیکھئے: المغنی لابن قدامۃ (2/467)، والموسوعۃ الفقہیۃ الکویتیۃ (23/242)۔

چوتھی فصل:

اموال زکاۃ، نصاب اور مقدار ادائیگی

تیسری فصل کے ضمن میں یہ بات گزر چکی ہے کہ وجوب زکاۃ کے لئے مال کا اموال زکاۃ میں سے ہونا شرط ہے، اور یہ کہ اموال زکاۃ یعنی جن میں مالوں میں شرعاً زکاۃ واجب ہوتی ہے، وہ حسب ذیل پانچ ہیں:

۱۔ بہیمۃ الانعام: یعنی چرنے والے مویشی (چوپائے)، اور وہ ہیں: اونٹ، گائے (اسی طرح بھینس)، اور بکری۔

۲۔ زمین کی پیداوار یعنی اناج اور پھل۔

۳۔ سونے، چاندی، (دور حاضر کی کاغذی اور دھاتی کرنسیاں بھی اسی حکم میں ہیں)۔

۴۔ سامان تجارت (یعنی ان کی قیمتوں کی زکاۃ)۔

۵۔ معادن (کان) اور دفینے (زمین سے حاصل ہونے والا خزانہ)[1]۔

ذیل میں ان اموال زکاۃ، ان کے شرعی نصاب، شروط وجوب اور مقدار ادائیگی کا مختصراً ذکر کیا جاتا ہے:

---

① دیکھئے: المغنی لابن قدامۃ (2/ 467)، والفقہ الاسلامی وأدلتہ للزحیلی (3/ 1819)، والفقہ المیسر فی ضوء الکتاب والسنۃ، ص: (123)، والزکاۃ فی الاسلام، الدکتور سعید بن وہف القحطانی ص: (72)۔

أ بہیمۃ الانعام یعنی چرنے والے مویشیوں کی زکاۃ:

اولاً: بهيمة الانعام یعنی اونٹ، گائے اور بکریوں میں زکاۃ کا وجوب:

مویشیوں میں زکاۃ کے وجوب کی دلیلیں سنت رسول ﷺ میں موجود ہیں، بطور مثال حسب ذیل ملاحظہ فرمائیں:

۱۔ عَنْ أَبِي ذَرٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: انْتَهَيْتُ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ وَهُوَ جَالِسٌ فِي ظِلِّ الْكَعْبَةِ، فَلَمَّا رَانِي قَالَ: "**هُمُ الْأَخْسَرُونَ وَرَبِّ الْكَعْبَةِ**" قَالَ: فَجِئْتُ حَتَّى جَلَسْتُ، فَلَمْ أَتَقَارَّ أَنْ قُمْتُ، فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ فِدَاكَ أَبِي وَأُمِّي، مَنْ هُمْ؟ قَالَ: "**هُمُ الْأَكْثَرُونَ أَمْوَالًا، إِلَّا مَنْ قَالَ هَكَذَا وَهَكَذَا وَهَكَذَا - مِنْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهِ وَعَنْ يَمِينِهِ وَعَنْ شِمَالِهِ - وَقَلِيلٌ مَا هُمْ، مَا مِنْ صَاحِبِ إِبِلٍ، وَلَا بَقَرٍ، وَلَا غَنَمٍ لَا يُؤَدِّي زَكَاتَهَا إِلَّا جَاءَتْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَعْظَمَ مَا كَانَتْ، وَأَسْمَنَهُ تَنْطَحُهُ بِقُرُونِهَا وَتَطَؤُهُ بِأَظْلَافِهَا، كُلَّمَا نَفِدَتْ أُخْرَاهَا، عَادَتْ عَلَيْهِ أُولَاهَا، حَتَّى يُقْضَى بَيْنَ النَّاسِ**"[1]۔

ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ کعبہ کے سایہ میں بیٹھے ہوئے تھے اسی دوران میں آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، جب آپ ﷺ نے مجھے دیکھا تو فرمایا: رب کعبہ کی قسم! وہی سب سے زیادہ نقصان والے ہیں، تب تک میں آپ ﷺ کے پاس آ کر بیٹھ گیا

---

[1] متفق علیہ: صحیح بخاری، کتاب الزکاۃ، باب زکاۃ البقر، (2/119)، حدیث (1460)، وکتاب الأیمان والنذور، باب کیف کانت یمین النبی ﷺ، (8/130)، حدیث (6638)، وصحیح مسلم، کتاب الزکاۃ، باب تغلیظ عقوبۃ من لایؤدی الزکاۃ، (2/686)، حدیث (990)۔

اور پھر بلا رُکے فوراً ہی کھڑا ہوگیا اور عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! میرے ماں باپ آپ پر قربان، وہ کون لوگ ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: وہ سب سے زیادہ مال والے ہیں، سوائے اس کے جس نے یہاں وہاں، جہاں مناسب ہوا آگے پیچھے، دائیں بائیں اللہ کی راہ میں خرچ کیا، اور ایسے لوگ نہایت تھوڑے ہیں۔ اور جو بھی اونٹ، یا گائے، یا بکری والا ان کی زکوٰۃ نہیں دیتا، قیامت کے دن وہ جانور، جیسے دنیا میں تھے اس سے کہیں زیادہ بڑے اور موٹے ہو کر آئیں گے اور اپنی سینگوں سے اسے ماریں گے، اور اپنے کھروں سے اسے روندیں گے۔ جب ان جانوروں میں سب سے آخری گزر جائے گا، پہلا پھر آجائے گا، اور جب تک بندوں کے درمیان فیصلہ نہ ہو جائے، اسے یہی عذاب ہوتا رہے گا۔

۲۔ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ''مَا مِنْ صَاحِبِ إِبِلٍ، وَلَا بَقَرٍ، وَلَا غَنَمٍ، لَا يُؤَدِّي حَقَّهَا، إِلَّا أُقْعِدَ لَهَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِقَاعٍ قَرْقَرٍ تَطَؤُهُ ذَاتُ الظِّلْفِ بِظِلْفِهَا، وَتَنْطَحُهُ ذَاتُ الْقَرْنِ بِقَرْنِهَا، لَيْسَ فِيهَا يَوْمَئِذٍ جَمَّاءُ وَلَا مَكْسُورَةُ الْقَرْنِ'' قُلْنَا: يَا رَسُولَ اللهِ ﷺ وَمَا حَقُّهَا؟ قَالَ: "إِطْرَاقُ فَحْلِهَا، وَإِعَارَةُ دَلْوِهَا، وَمَنِيحَتُهَا، وَحَلَبُهَا عَلَى الْمَاءِ، وَحَمْلٌ عَلَيْهَا فِي سَبِيلِ اللهِ، وَلَا مِنْ صَاحِبِ مَالٍ لَا يُؤَدِّي زَكَاتَهُ، إِلَّا تَحَوَّلَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ شُجَاعًا أَقْرَعَ، يَتْبَعُ صَاحِبَهُ حَيْثُمَا ذَهَبَ، وَهُوَ يَفِرُّ مِنْهُ، وَيُقَالُ: هَذَا مَالُكَ الَّذِي كُنْتَ تَبْخَلُ بِهِ، فَإِذَا رَأَى أَنَّهُ لَا بُدَّ مِنْهُ، أَدْخَلَ يَدَهُ فِي فِيهِ، فَجَعَلَ يَقْضَمُهَا كَمَا يَقْضَمُ الْفَحْلُ''[1]۔

جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: جو بھی اونٹ، یا گائے یا بکری والا اپنے مویشیوں کا حق نہیں نکالتا، قیامت کے دن اُسے ان

---

① صحیح مسلم، کتاب الزکاۃ، باب تغلیظ عقوبۃ من لا یؤدی الزکاۃ، (2/685)، حدیث (990)۔

مویشیوں کے سامنے ایک ہموار زمین پر اوندھا لٹایا جائے گا، جہاں کھر والا جانور اسے اپنے کھر سے روندے گا اور سینگ والا اپنے سینگوں سے اسے مارے گا، اُس دن اُن میں کوئی بے سینگ ہوگا، نہ ٹوٹی سینگ والا، ہم نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! ان کا حق کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اُس کے سانڈ سے جفتی کروانا، اس کا ڈول ادھار دینا، بطور عطیہ اس کا دودھ غریبوں کو پلانا، پانی پلانے کے لئے لے جانا تو اس کا دودھ دوہ کر مسافروں اور راہگیروں کو پلانا اور اللہ کی راہ میں مجاہدین کو اس سوار کرنا، اور جو بھی مال والا اُس مال کی زکاۃ نہیں ادا کرتا ہے، قیامت کے دن وہ مال زہریلے گنجے اژدہے میں تبدیل ہوجائے گا، اور اپنے مالک کا پیچھا کرے گا وہ جہاں بھی جائے گا، اور وہ اُس سے بھاگے گا، اور اُس کے مالک سے کہا جائے گا: یہ تیرا وہ مال ہے جس خرچ کرنے میں تو بخیلی کیا کرتا تھا، چنانچہ جب وہ دیکھے گا کہ اب اس کے بغیر چارہ نہیں؛ تو اپنا ہاتھ اُس اژدہے کے منہ میں ڈال دے گا، اور وہ اُسے ایسے کھائے گا جیسے سانڈ کھایا کرتا ہے۔

۳۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُما: **''وَاللَّهِ لَوْ مَنَعُونِي عَنَاقًا كَانُوا يُؤَدُّونَهَا إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ لَقَاتَلْتُهُمْ عَلَى مَنْعِهَا''**[١]۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ کی قسم! اگر وہ مجھ سے ایک بکری کا بچہ بھی روک لیں گے، جسے وہ رسول اللہ ﷺ کو (زکاۃ میں) دیتے تھے، تو میں اُس کے روکنے پر بھی اُن سے جنگ کروں گا۔

اسی طرح مویشیوں (اونٹ، گائے اور بکریوں) میں زکاۃ کے وجوب پر امت کا اجماع ہے[٢]۔

---

① صحیح البخاری، کتاب الزکاۃ، باب أخذ العناق فی الصدقۃ (2/118)، حدیث (1456)۔

② دیکھئے: الاجماع لابن المنذر ص: (45)، نمبر (86)، والاقناع لابن المنذر (1/165)، والفقہ الاسلامی وأدلتہ للزحیلی (3/1914)۔

ثانیاً: بهيمة الانعام یعنی اونٹ، گائے اور بکریوں میں وجوب زکاۃ کی شرطیں:

مویشیوں میں وجوب زکاۃ کی حسب ذیل چار شرطیں ہیں:

پہلی شرط: یہ ہے کہ انہیں دودھ اور نسل بڑھانے وغیرہ کے لئے رکھا گیا ہو، کام کاج کے لئے نہیں، کیونکہ جن جانوروں کو کام کاج، سواری، کھیتوں کی سینچائی یا ہل چلانے وغیرہ کاموں کے لئے رکھا جاتا ہے ان میں زکاۃ نہیں ہے، جیسا کہ علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"...وَلَيْسَ عَلَى الْعَوَامِلِ شَيْءٌ"[1]۔

سواری اور سنچائی وغیرہ کاموں میں استعمال ہونے والے جانوروں پر زکاۃ نہیں۔

اور یہی جمہور اہل علم کی رائے ہے[2]۔

دوسری شرط: یہ ہے کہ وہ جانور سال کا اکثر حصہ چرنے والے ہوں، یعنی اپنی غذا کے لئے گھاس وغیرہ چرتے ہوں، انہیں اناج اور چارہ کھلانے میں خرچ نہ کرنا پڑتا ہو، کیونکہ جو مویشی سال کا اکثر حصہ گھاس وغیرہ نہیں چرتے بلکہ ان کا مالک انہیں چارہ کھلاتا ہے اور ان پر خرچ کرتا ہے، اُن میں زکاۃ نہیں ہے، جیسا کہ متعدد احادیث میں اس کا ذکر ملتا ہے، چنانچہ صحیح بخاری میں انس رضی اللہ عنہ سے مروی رسول اللہ ﷺ کے فریضہ زکاۃ سے متعلق ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے طویل خط میں

---

① سنن أبي داود، کتاب الزکاۃ، باب في زکاۃ السائمۃ (2/100)، حدیث (1572)، وصحیح ابن خزیمۃ، کتاب الزکاۃ، باب ذکر الدلیل علی أن الصدقۃ إنما تجب في الابل والغنم في سوائمہما دون غیرہما، ضد قول من زعم أن في الابل العوامل صدقۃ، (4/20)، حدیث (2270)۔ دیکھئے: صحیح أبي داود – الأم (5/291)، حدیث (1404)، وصحیح الجامع (2/806)، حدیث (1/4375)۔

② المغني لابن قدامۃ (2/430)۔

وارد ہے:

”...وَفِي صَدَقَةِ الغَنَمِ فِي سَائِمَتِهَا إِذَا كَانَتْ أَرْبَعِينَ إِلَى عِشْرِينَ وَمِائَةٍ شَاةٌ، فَإِذَا زَادَتْ عَلَى عِشْرِينَ وَمِائَةٍ إِلَى مِائَتَيْنِ شَاتَانِ، فَإِذَا زَادَتْ عَلَى مِائَتَيْنِ إِلَى ثَلاَثِ مِائَةٍ، فَفِيهَا ثَلاَثُ شِيَاهٍ، فَإِذَا زَادَتْ عَلَى ثَلاَثِ مِائَةٍ، فَفِي كُلِّ مِائَةٍ شَاةٌ، فَإِذَا كَانَتْ سَائِمَةُ الرَّجُلِ نَاقِصَةً مِنْ أَرْبَعِينَ شَاةً وَاحِدَةً، فَلَيْسَ فِيهَا صَدَقَةٌ إِلَّا أَنْ يَشَاءَ رَبُّهَا“[1]۔

اور چرنے والی بکریوں میں چالیس سے ایک سوبیس بکریوں تک ایک بکری زکاۃ ہے،اور ایک سوبیس سے زیادہ ہوجائیں تو دوسوتک دو بکریاں واجب ہیں،اور جب دوسو سے زیادہ ہوجائیں تو تین سوتک تین بکریاں واجب ہیں،اور جب تین سو سے زیادہ ہوجائیں تو ہر سو میں ایک بکری کے حساب سے واجب ہے،اور اگر آدمی کے پاس چرنے والی بکریوں کی تعداد چالیس سے ایک بھی کم ہوتو اس میں زکاۃ واجب نہیں ہے، ہاں اگر اس کا مالک چاہے تو دے سکتا ہے۔

اسی طرح سنن وغیرہ کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

”فِي كُلِّ سَائِمَةِ إِبِلٍ فِي أَرْبَعِينَ بِنْتُ لَبُونٍ، وَلَا يُفَرَّقُ إِبِلٌ عَنْ حِسَابِهَا...“[2]۔

---

① صحیح البخاری،کتاب الزکاۃ،باب فی زکاۃ الغنم،(2/118)،حدیث(1454)۔

② سنن أبی داود(2/101)،حدیث(1575)،وسنن النسائی(5/15)،حدیث(2444)،و(5/25)حدیث (2449)،ومسند أحمد طبع الرسالۃ(33/220)،حدیث(20016،20038،20041-حسن)،وسنن الدارمی(2/1043)،حدیث(1719-جید)،وصحیح ابن خزیمۃ(4/18)،حدیث(2266-حسن)،والمستدرک علی الصحیحین للحاکم (1/554)،حدیث(1448)،والسنن الکبری للبیہقی(4/176)،حدیث(7328،7390)،والمعجم الکبیر للطبرانی (19/411)،حدیث(985-988)،والسنن الکبری للنسائی(3/11)،حدیث(2236)،و(3/15)، ===

ہر چرنے والے چالیس اونٹوں میں (یعنی ایک سو بیس سے زیادہ ہونے پر) ایک دو سالہ ماندہ بچہ ادا کرنا ہے، اونٹوں کو اس سے حساب سے جدا نہیں کیا جائے گا۔

تیسری شرط: یہ ہے کہ ان مویشیوں پر ایک ہجری سال گزرے، جیسا کہ متعدد احادیث میں یہ شرط وارد ہے۔

عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: سَمِعْتُ رَسُول اللَّهِ ﷺ يَقُولُ: **''لَا زَكَاةَ فِي مَالٍ حَتَّى يَحُولَ عَلَيْهِ الْحَوْلُ''**[1]۔

عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے، وہ بیان کرتی ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: کسی مال میں زکاۃ نہیں، یہاں تک کہ اس پر سال گزر جائے۔

عَنْ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُما قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: **''مَنْ اسْتَفَادَ مَالًا فَلَا زَكَاةَ عَلَيْهِ حَتَّى يَحُولَ عَلَيْهِ الحَوْلُ عِنْدَ رَبِّهِ''**[2]۔

عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر کسی کو (درمیان

=== حدیث (2241)، اس حدیث کو علامہ البانی رحمہ اللہ نے اپنی تحقیقات میں حسن قرار دیا ہے، دیکھئے: إرواء الغليل (263/3)، حدیث (791)، وصحیح سنن أبی داود، (296/5)، حدیث (1407)، وصحیح الجامع الصغیر (784/2)، حدیث (4265)۔

① سنن ابن ماجہ، کتاب الزکاۃ، باب من استفاد مالاً، (571/1) حدیث (1792)، وسنن الدارقطنی (467/2)، حدیث (1889)، والسنن الکبری للبیہقی (160/4)، حدیث (7315،7274)، علامہ البانی نے اسے صحیح قرار دیا ہے، دیکھئے: إرواء الغليل (254/3)، حدیث (787)، وصحیح الجامع (1247/2)، حدیث (7497)۔

② جامع ترمذی، کتاب الزکاۃ، باب ما جاء لا زکاۃ علی المال المستفاد حتی یحول علیہ الحول، (16/3)، حدیث (631)، وسنن الدارقطنی (467/2)، حدیث (1887، 1888، 1894، 1895)، والسنن الکبری للبیہقی (160/4)، حدیث (7274، 7319-7323)۔ علامہ البانی نے اسے صحیح قرار دیا ہے، دیکھئے: صحیح الترمذی، حدیث (631)، نیز دیکھئے: تراجعات الألبانی، حدیث (212)، والتجلیل فی تخریج ما لم یخرج من الأحادیث والآثار فی إرواء الغليل (ص:121-122)۔

سال میں) کوئی مال حاصل ہوجائے، تو اُس میں اُس پر زکاۃ نہیں، یہاں تک کہ اس کے مالک کے پاس اس پر سال گزرے۔

البتہ ان مویشیوں کے بچے اس حکم سے مستثنیٰ ہیں، بایں طور کہ ان کی زکاۃ کے وجوب کے سلسلہ میں اُن کی ماؤں کے سال کا اعتبار کیا جائے گا، وہ اپنی ماؤں کے تابع ہوں گے، بشرطیکہ ماؤں کی تعداد نصاب کو پہنچتی ہو، مثال کے طور پر اگر کسی کے پاس چالیس بکریاں ہوں تو اس میں ایک بکری زکاۃ واجب ہوتی ہے، اب سال کے دوران بچوں کی پیدائش سے یہ تعداد بڑھ کر ایک سو بیس سے زائد ہوجائے تو ماؤں کا سال مکمل ہونے پر زکاۃ میں دو بکریاں واجب ہوں گی، جبکہ بچوں پر سال نہیں گزرا ہے، لیکن چونکہ وہ اصل کے تابع ہیں لہٰذا ان کی بھی زکاۃ لی جائے گی۔

علامہ ابن عثیمین رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اس کی دلیل یہ ہے کہ رسول ﷺ زکاۃ وصول کرنے والوں کو بھیجتے تھے وہ چھوٹی بڑی عمر کے تمام جانوروں کو شمار کر کے زکاۃ لیتے تھے، یہ استفسار نہیں کرتے تھے کہ ان میں سے کس بچہ کی پیدائش کب ہوئی ہے؟[1]۔

نیز عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے اپنے عامل سے کہا تھا:

"نَعُدُّ عَلَيْهِمْ بِالسَّخْلَةِ يَحْمِلُهَا الرَّاعِي، وَلاَ نَأْخُذُهَا"[2]۔

ہم زکاۃ میں لوگوں کے بکری کے شیر خوار بچے کو بھی شمار کریں گے جسے چرواہا اٹھائے رہتا ہے، لیکن زکاۃ میں اسے نہیں لیں گے۔

---

① الشرح الممتع علی زاد المستقنع (6/19)۔

② موطا الامام مالک (1/272)، حدیث (694)، والسنن الکبری للبیہقی (4/169)، حدیث (7301، 7302)، ومعرفۃ السنن والآثار (6/47)، حدیث (7956، 7978)، وکتاب الأم لامام الشافعی (2/10، 17)، ومسند الامام الشافعی (2/145)، حدیث (698)، یہ اثر حسن ہے، دیکھئے: التحبیر لایضاح معانی التیسیر (4/489)، وصحیح فقہ السنۃ وأدلتہ وتوضیح مذاہب الأئمۃ (2/36)، والتلخیص الحبیر طبع قرطبۃ (2/302)، والمنتقی شرح الموطا (2/143)۔

اہل علم نے اونٹوں اور گایوں کے چھوٹے بچوں کو بھی اسی حکم میں داخل کیا ہے[1]۔
نیز اس لئے بھی کہ یہ مال مستفاد ہے جو منافع کے طور پر حاصل ہوا ہے اور اسی مال کی جنس سے ہے، لہٰذا اصل کے سال کا اعتبار کیا جائے گا[2]۔

چوتھی شرط: یہ ہے کہ یہ مویشی شرعی نصاب کو پہنچیں، نصاب مکمل نہ ہونے کی صورت میں زکاۃ واجب نہیں ہوگی۔ اور مویشیوں کے نصاب کے سلسلہ میں متعدد احادیث وارد ہیں، جن کی روشنی میں تینوں حیوانات میں نصاب کی تفصیلات حسب ذیل ہیں:

اولاً: اونٹ کا نصاب:

اونٹ کا نصاب یہ ہے کہ پانچ اونٹ سے کم میں زکاۃ نہیں، یہ اونٹ کا کم سے کم نصاب ہے، جیسا کہ پوری تفصیل صحیح بخاری کی اس روایت میں ہے:

عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ أَبَا بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، كَتَبَ لَهُ هَذَا الكِتَابَ لَمَّا وَجَّهَهُ إِلَى البَحْرَيْنِ: **بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ، هَذِهِ فَرِيضَةُ الصَّدَقَةِ الَّتِي فَرَضَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَلَى المُسْلِمِينَ، وَالَّتِي أَمَرَ اللَّهُ بِهَا رَسُولَهُ، فَمَنْ سُئِلَهَا مِنَ المسْلِمِينَ عَلَى وَجْهِهَا، فَلْيُعْطِهَا وَمَنْ سُئِلَ فَوْقَهَا فَلاَ يُعْطِ فِي أَرْبَعٍ وَعِشْرِينَ مِنَ الإِبِلِ، فَمَا دُونَهَا مِنَ الغَنَمِ مِنْ كُلِّ خَمْسٍ شَاةٌ إِذَا بَلَغَتْ خَمْسًا وَعِشْرِينَ إِلَى خَمْسٍ وَثَلاَثِينَ، فَفِيهَا بِنْتُ مَخَاضٍ أُنْثَى، فَإِذَا بَلَغَتْ سِتًّا وَثَلاَثِينَ إِلَى خَمْسٍ وَأَرْبَعِينَ فَفِيهَا بِنْتُ لَبُونٍ أُنْثَى، فَإِذَا بَلَغَتْ سِتًّا وَأَرْبَعِينَ إِلَى سِتِّينَ فَفِيهَا حِقَّةٌ طَرُوقَةُ الجَمَلِ، فَإِذَا بَلَغَتْ وَاحِدَةً وَسِتِّينَ إِلَى خَمْسٍ وَسَبْعِينَ، فَفِيهَا جَذَعَةٌ فَإِذَا بَلَغَتْ يَعْنِي سِتًّا**

---

① دیکھئے: الشرح الکبیر، 6/353، والمغنی لابن قدامۃ (2/452)۔
② دیکھئے: موسوعۃ الفقہ الاسلامی (3/18)۔

وَسَبْعِينَ إِلَى تِسْعِينَ، فَفِيهَا بِنْتَا لَبُونٍ فَإِذَا بَلَغَتْ إِحْدَى وَتِسْعِينَ إِلَى عِشْرِينَ وَمِائَةٍ، فَفِيهَا حِقَّتَانِ طَرُوقَتَا الجَمَلِ، فَإِذَا زَادَتْ عَلَى عِشْرِينَ وَمِائَةٍ، فَفِي كُلِّ أَرْبَعِينَ بِنْتُ لَبُونٍ وَفِي كُلِّ خَمْسِينَ حِقَّةٌ، وَمَنْ لَمْ يَكُنْ مَعَهُ إِلَّا أَرْبَعٌ مِنَ الإِبِلِ، فَلَيْسَ فِيهَا صَدَقَةٌ إِلَّا أَن يَشَاءَ رَبُّهَا، فَإِذَا بَلَغَتْ خَمْسًا مِنَ الإِبِلِ، فَفِيهَا شَاةٌ...''(۱)۔

انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جب انہیں بحرین (کا گورنر بنا کر) روانہ کیا تو انہیں یہ تحریر لکھ دیا:

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے۔

یہ زکوٰۃ کا وہ فریضہ ہے جسے رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں کے لئے فرض قرار دیا ہے' جس کا اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول اللہ ﷺ کو حکم دیا ہے۔ اس لئے جس مسلمان سے اس کے مطابق زکاۃ مانگی جائے' اسے چاہئے کہ دیدے، اور جس سے اس سے زیادہ مانگی جائے وہ نہ دے: چوبیس یا اس سے کم اونٹوں میں ہر پانچ اونٹ پر ایک بکری دینی ہوگی۔ اور جب اونٹوں کی تعداد پچیس تک پہنچ جائے تو پچیس سے پینتیس تک ایک بنت مخاض (۲) واجب ہے۔ اور جب اونٹوں کی تعداد چھتیس تک پہنچ جائے تو چھتیس سے پینتالیس تک ایک بنت لبون (۳) واجب ہے۔ اور جب تعداد چھیالیس تک پہنچ جائے (تو چھیالیس سے)

---

① صحیح البخاری، کتاب الزکاۃ، باب زکاۃ الغنم، (2/118)، حدیث (1454)۔

② بنت مخاض: اونٹنی کا وہ مادہ بچہ جو ایک سال مکمل کر کے دوسرے سال میں داخل ہو چکا ہو اور اس کی ماں حاملہ ہو۔ فتح الباری لابن حجر (3/319)۔

③ بنت لبون: اونٹنی کا وہ مادہ بچہ جو دو سال مکمل کر کے تیسرے سال میں داخل ہو چکا ہو اور اس کی ماں وضع حمل کے بعد دودھ پلانے والی ہو۔ اور ابن لبون: اونٹنی کا وہ نر بچہ جو دو سال مکمل کر کے تیسرے سال میں داخل ہو چکا ہو اور اس کی ماں وضع حمل کے بعد دودھ پلانے والی ہو۔ (فتح الباری لابن حجر (3/319)

ساٹھ تک میں ایک حقہ[1] واجب ہے، جو جفتی کے قابل ہوتی ہے۔اور جب تعداد اکسٹھ تک پہنچ جائے (تو اکسٹھ سے) پچھتر تک ایک جذعہ[2] واجب ہے۔اور جب تعداد چھہتر تک پہنچ جائے (تو چھہتر سے) نوے تک دو بنت لبون (دو سالہ دو اونٹنیاں) واجب ہے۔اور جب تعداد اکیانوے تک پہنچ جائے تو (اکیانوے سے) ایک سو بیس تک دو حقہ (تین برس کی دو اونٹنیاں، جو جفتی کے قابل ہوں) واجب ہے۔اور جب تعداد ایک سو بیس سے زیادہ ہو جائے تو ہر چالیس پر ایک بنت لبون (دو برس کی اونٹنی) اور ہر پچاس پر ایک حقہ (تین سالہ اونٹنی) واجب ہے۔اور اگر کسی کے پاس صرف چار اونٹ ہوں تو اس پر زکوٰۃ نہیں ہے، الا یہ کہ اس کا مالک چاہے، البتہ جب اونٹوں کی تعداد پانچ ہو جائے تو اس میں ایک بکری واجب ہے...۔

اونٹوں کی زکاۃ کا توضیحی خاکہ:

اونٹوں کی زکاۃ		
مقدار		
سے	تک	زکاۃ
5	9	ایک بکری
10	14	دو بکریاں
15	19	تین بکریاں
20	24	چار بکریاں

① حقہ: اونٹنی کا وہ مادہ بچہ جو تین سال مکمل کر کے چوتھے سال میں داخل ہو چکا ہو۔(فتح الباری لابن حجر (3/320)۔

② جذعہ: اونٹنی کا وہ مادہ بچہ جو چار سال مکمل کر کے پانچویں سال میں داخل ہو چکا ہو۔(فتح الباری لابن حجر (3/320)۔

بنت مخاض یعنی اونٹنی کا ایک سالہ ماندہ بچہ (نہ ملے تو ابن لبون یعنی دو سالہ نر بچہ)	35	25
بنت لبون (اونٹنی کا دو سالہ ماندہ بچہ)	45	36
حقہ (اونٹنی کا تین سالہ ماندہ بچہ، جو جفتی کے قابل ہو)	60	46
جذعہ (اونٹنی کا چار سالہ ماندہ بچہ)	75	61
دو بنت لبون	90	76
دو حقہ	120	91
تین بنت لبون	129	121
پھر ہر چالیس میں ایک بنت لبون اور ہر پچاس میں ایک حقہ (1)		

① سنن کی روایات میں ایک سوتیس سے زائد میں ہر چالیس اور ہر پچاس کی وضاحت بھی موجود ہے، ملاحظہ فرمائیں:

”...فَإِذَا كَانَتْ ثَلَاثِينَ وَمِائَةً، فَفِيهَا بِنْتَا لَبُونٍ وَحِقَّةٌ حَتَّى تَبْلُغَ تِسْعًا وَثَلَاثِينَ وَمِائَةً، فَإِذَا كَانَتْ أَرْبَعِينَ وَمِائَةً، فَفِيهَا حِقَّتَانِ وَبِنْتُ لَبُونٍ حَتَّى تَبْلُغَ تِسْعًا وَأَرْبَعِينَ وَمِائَةً، فَإِذَا كَانَتْ خَمْسِينَ وَمِائَةً، فَفِيهَا ثَلَاثُ حِقَاقٍ حَتَّى تَبْلُغَ تِسْعًا وَخَمْسِينَ وَمِائَةً، فَإِذَا كَانَتْ سِتِّينَ وَمِائَةً، فَفِيهَا أَرْبَعُ بَنَاتِ لَبُونٍ حَتَّى تَبْلُغَ تِسْعًا وَسِتِّينَ وَمِائَةً، فَإِذَا كَانَتْ سَبْعِينَ وَمِائَةً، فَفِيهَا ثَلَاثُ بَنَاتِ لَبُونٍ وَحِقَّةٌ حَتَّى تَبْلُغَ تِسْعًا وَسَبْعِينَ وَمِائَةً، فَإِذَا كَانَتْ ثَمَانِينَ وَمِائَةً، فَفِيهَا حِقَّتَانِ وَابْنَتَا لَبُونٍ حَتَّى تَبْلُغَ تِسْعًا وَثَمَانِينَ وَمِائَةً، فَإِذَا كَانَتْ تِسْعِينَ وَمِائَةً، فَفِيهَا ثَلَاثُ حِقَاقٍ وَبِنْتُ لَبُونٍ حَتَّى تَبْلُغَ تِسْعًا وَتِسْعِينَ وَمِائَةً، فَإِذَا كَانَتْ مِائَتَيْنِ، فَفِيهَا أَرْبَعُ حِقَاقٍ أَوْ خَمْسُ بَنَاتِ لَبُونٍ، أَيُّ السِّنَّيْنِ وُجِدَتْ أُخِذَتْ“۔

[دیکھئے: سنن أبي داود، کتاب الزکاۃ، باب في زکاۃ السائمۃ، (2/98)، حدیث (1568، 1570)، وسنن الترمذی، کتاب الزکاۃ، باب ماجاء في زکاۃ الابل والغنم (3/8)، حدیث (621)، وسنن ابن ماجہ، کتاب الزکاۃ، باب صدقۃ الابل (1/573)، حدیث (1798)، ومسند أحمد طبع الرسالۃ (8/253)، حدیث (4632)، و (17/408)، حدیث (11307)۔ حدیث صحیح ہے، دیکھئے: صحیح أبي داود - الأم (5/289)، حدیث (1402)، وصحیح الجامع (2/783)، حدیث (4261)، وإرواء الغلیل (3/264)، حدیث (792)]۔

===

ثانیاً: گائے کا نصاب:

گائے کا نصاب یہ ہے کہ تیس سے کم گایوں میں زکاۃ نہیں، یہ گائے کا کم سے کم نصاب ہے، تفصیلات حسب ذیل احادیث میں موجود ہیں:

علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''وَفِي الْبَقَرِ فِي كُلِّ ثَلَاثِينَ تَبِيعٌ وَفِي الْأَرْبَعِينَ مُسِنَّةٌ، وَلَيْسَ عَلَى الْعَوَامِلِ شَيْءٌ''(۱)۔

گایوں میں ہر تیس میں ایک سالہ بچھڑا، اور ہر چالیس میں ایک دو سالہ بچھڑا زکاۃ میں نکالا جائے گا، اور سواری اور سنچائی وغیرہ میں استعمال ہونے والے جانوروں پر زکاۃ نہیں۔

وعَنْ مُعَاذٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ لَمَّا وَجَّهَهُ إِلَى الْيَمَنِ أَمَرَهُ: أَنْ يَأْخُذَ مِنَ الْبَقَرِ مِنْ كُلِّ ثَلَاثِينَ تَبِيعًا أَوْ تَبِيعَةً، وَمِنْ كُلِّ أَرْبَعِينَ مُسِنَّةً، وَمِنْ كُلِّ حَالِمٍ - يَعْنِي مُحْتَلِمًا - دِينَارًا، أَوْ عَدْلَهُ مِنَ المَعَافِرِ - ثِيَابٌ تَكُونُ بِالْيَمَنِ-''(۲)۔

=== یعنی (۱۳۰) میں دو بنت لبون اور ایک حقہ، (۱۴۰) میں دو حقہ اور ایک بنت لبون، (۱۵۰) میں تین حقہ، (۱۶۰) میں چار بنت لبون، (۱۷۰) میں تین بنت لبون اور ایک حقہ، (۱۸۰) میں دو حقہ اور دو بنت لبون، (۱۹۰) میں تین حقہ اور ایک بنت لبون، (۲۰۰) میں چار حقہ یا پانچ بنت لبون، دونوں میں جس عمر کے بھی ہوں گے لے لئے جائیں گے، اس طرح ہر چالیس میں ایک بنت لبون اور ہر پچاس میں ایک حقہ فرض ہوگا۔

(۱) سنن أبي داود، کتاب الزکاۃ، باب فی زکاۃ السائمۃ (2/100)، حدیث (1572)، وصحیح ابن خزیمۃ، کتاب الزکاۃ، باب ذکر الدلیل علی أن الصدقۃ إنما تجب فی الابل والغنم فی سوائمھما دون غیرھما، ضد قول من زعم أن فی الابل العوامل صدقۃ، (4/20)، حدیث (2270)۔ دیکھئے: صحیح أبي داود - الأم (5/291)، حدیث (1404)، وصحیح الجامع (2/806)، حدیث (1/4375)۔

(۲) سنن أبي داود (2/101)، حدیث (1576)، ومسند أحمد طبع الرسالۃ (36/402)، حدیث (22084)۔ ===

معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے جب انہیں یمن کی طرف روانہ کیا تو انہیں حکم دیا کہ وہ گایوں میں ہر تیس میں ایک سالہ نر بچہ (بچھڑا)[۱] یا مادہ بچہ (بچھڑی)، اور ہر چالیس میں دو سالہ بچھڑا زکاۃ لیں، اور ہر بالغ سے بطور جزیہ (ٹیکس) ایک دینار یا اُس کے برابر معافر (ایک قسم کے یمنی) کپڑے لیں[۲]۔

اسی طرح عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

''فِي ثَلَاثِينَ مِنَ البَقَرِ تَبِيعٌ أَوْ تَبِيعَةٌ، وَفِي كُلِّ أَرْبَعِينَ مُسِنَّةٌ''[۳]۔

ہر تیس گائیوں میں ایک سالہ نر بچہ (بچھڑا) یا مادہ بچہ (بچھڑی)، اور ہر چالیس میں دو سالہ بچھڑا زکاۃ فرض ہے[۴]۔

=== ومسند أحمد ط الرسالۃ (36/ 444)، حدیث (22129)، وغیرہ، حدیث صحیح ہے، دیکھئے: صحیح أبو داود، للالبانی (5/ 297)، حدیث (1408)، والارواء (795)، وصحیح سنن ابن ماجہ (1803)۔

① امام خطابی فرماتے ہیں: مویشیوں کی زکاۃ میں کہیں مذکر (نر جانور) لینے کی گنجائش نہیں ہے سوائے، گایوں کی زکاۃ میں، شاید ایسا اس نصاب کی قلت اور جانور کی اس نوع کی قیمت کی گراوٹ کے سبب ہوسکتا ہے، تاکہ چالیس کا نصاب مکمل ہونے میں آسانی ہو۔ اور اونٹ کی زکاۃ میں جو ابن لبون کیا جاتا ہے جو اصلاً نہیں، بلکہ بنت مخاض کے بدلہ میں لیا جاتا ہے۔ [معالم السنن (2/ 34)]۔

② یہ ٹیکس نجران کے عیسائیوں سے لیا جاتا تھا، اور گایوں کی زکاۃ مسلمانوں سے، لیکن دونوں باتوں کو ایک ہی سیاق میں بیان کر دیا گیا ہے، اہل علم کے یہاں معنیٰ واضح ہے۔ [معالم السنن (2/ 34)]۔

③ جامع ترمذی، کتاب الزکاۃ، باب ما جاء في زکاۃ البقر، (3/ 10)، حدیث (622)، وسنن ابن ماجہ، کتاب الزکاۃ، باب صدقۃ البقر، برقم 1472-1831، حدیث صحیح ہے، دیکھئے: صحیح ابن ماجہ للالبانی، حدیث (1804)، وإرواء الغلیل للالبانی، (3/ 271)، حدیث (795)۔

④ عمدۃ الحازم في الزوائد علی مختصر أبي القاسم، لابن قدامہ مقدسی (ص: 740)۔

گایوں کی زکاۃ کا توضیحی خاکہ:

گایوں کی زکاۃ		
مقدار		
سے	تک	زکاۃ
30	39	ایک سالہ نر یا مادہ بچہ (بچھڑا یا بچھڑی)
40	59	دو سالہ بچہ
60	69	دو عدد ایک سالہ نر یا مادہ بچے (بچھڑا یا بچھڑی)
70	79	ایک سالہ نر یا مادہ بچہ (بچھڑا یا بچھڑی) اور ایک دو سالہ بچہ
		اسی طرح ہر تیس میں ایک سالہ نر یا مادہ بچہ (بچھڑا یا بچھڑی) اور ہر چالیس میں دو سالہ بچہ۔

ثالثاً: بکریوں کا نصاب:

بکریوں کا نصاب یہ ہے کہ چالیس سے کم بکریوں میں زکاۃ نہیں، یہ بکریوں کا کم سے کم نصاب ہے، تفصیلات فریضہ زکاۃ سے متعلق انس رضی اللہ عنہ سے مروی صحیح بخاری کی حدیث میں موجود ہیں، ملاحظہ فرمائیں:

''... وَفِي صَدَقَةِ الغَنَمِ فِي سَائِمَتِهَا إِذَا كَانَتْ أَرْبَعِينَ إِلَى عِشْرِينَ وَمِائَةٍ شَاةٌ، فَإِذَا زَادَتْ عَلَى عِشْرِينَ وَمِائَةٍ إِلَى مِائَتَيْنِ شَاتَانِ، فَإِذَا زَادَتْ عَلَى مِائَتَيْنِ إِلَى ثَلاَثِ مِائَةٍ، فَفِيهَا ثَلاَثُ شِيَاهٍ، فَإِذَا زَادَتْ عَلَى ثَلاَثِ مِائَةٍ، فَفِي كُلِّ مِائَةٍ شَاةٌ، فَإِذَا كَانَتْ سَائِمَةُ الرَّجُلِ نَاقِصَةً مِنْ أَرْبَعِينَ شَاةً وَاحِدَةً، فَلَيْسَ فِيهَا صَدَقَةٌ إِلَّا أَنْ يَشَاءَ رَبُّهَا''[1]۔

---

(1) صحیح البخاری، کتاب الزکاۃ، باب زکاۃ الغنم، (2/118)، حدیث (1454)۔

اوران بکریوں کی زکوٰۃ جو (سال کا بیشتر حصہ) چرتی ہیں، اگر ان کی تعداد چالیس ہو جائے، تو (چالیس سے) ایک سو بیس تک ایک بکری واجب ہے۔ اور جب تعداد ایک سو بیس سے زیادہ ہو جائے (تو ایک سو بیس سے) سے دو سو تک دو بکریاں واجب ہیں۔ اور اگر تعداد دو سو سے زیادہ ہو جائے تو (تو دو سو سے) تین سو تک تین بکریاں واجب ہیں۔ اور جب تعداد تین سو سے زیادہ ہو جائے، تو ہر ایک سو پر ایک بکری واجب ہو گی۔ اور اگر کسی شخص کی چرنے والی بکریاں چالیس سے ایک بھی کم ہوں تو ان میں زکوٰۃ نہیں ہے، الا یہ کہ مالک دینا چاہے تو دے سکتا ہے۔

بکریوں کی زکاۃ کا توضیحی خاکہ:

بکریوں کی زکاۃ		
مقدار		
سے	تک	زکاۃ
40	120	ایک بکری
121	200	دو بکریاں
201	300	تین بکریاں
		300 سے زائد ہونے پر ہر سو میں ایک بکری ادا کرنی ہوگی۔ مثلاً چار سو میں چار بکریاں، پانچ سو میں پانچ بکریاں۔

مزید وضاحت کے لئے سنن وغیرہ کی روایات ملاحظہ فرمائیں [1]۔

(1) سنن أبي داود، کتاب الزکاۃ، باب في زکاۃ السائمۃ، (2/ 98)، حدیث (1568، 1570)، وسنن الترمذی، کتاب الزکاۃ، باب ماجاء في زکاۃ الابل والغنم (3/ 8)، حدیث (621)، وسنن ابن ماجہ، کتاب الزکاۃ، باب صدقۃ الابل (1/ 573)، حدیث (1798)، ومسند أحمد طبع الرسالۃ (8/ 253)، حدیث (4632)، و (17/ 408)۔ ===

ثالثاً: اونٹ، گائے اور بکریوں کی تمام قسموں اور نسلوں میں زکاۃ لازم ہے:

اونٹ، گائے اور بکریوں کی دو دو قسمیں ہیں:

چنانچہ اونٹ کی دو قسمیں ہیں:

۱۔ عراب اونٹ: یعنی عربی النسل اونٹ جو ایک کوہان والے ہوتے ہیں۔

۲۔ بخاتی اونٹ: یعنی عجمی اور ترکی النسل اونٹ جو دو کوہانوں والے ہوتے ہیں۔

اسی طرح گایوں کی دو قسمیں ہیں:

۱۔ عام گائیں۔ ۲۔ بھینسیں۔

اور اسی طرح بکریوں کی بھی دو قسمیں ہیں:

۱۔ مینڈھے: یعنی اون والی بکریاں۔

۲۔ معز: یعنی بال والی بکریاں۔

اور ان دونوں قسموں کے مذکر ومونث کو شاۃ یعنی بکری کہا جاتا ہے۔

زکاۃ کے سلسلہ میں ذکر کردہ نصاب اور زکاۃ کی واجب مقدار ہر جنس کی تمام قسموں کو شامل ہیں، اور نصاب کی تکمیل کے لئے دونوں قسموں کو اجماعی طور پر ایک ساتھ ملایا جائے گا[1]۔

=== حدیث (11307)۔ حدیث صحیح ہے، دیکھئے: صحیح أبی داود - الأم (5/289)، حدیث (1402)، وصحیح الجامع (2/783)، حدیث (4261)، وإرواء الغلیل (3/264)، حدیث (792)۔

① دیکھئے: المغنی لابن قدامۃ (2/444)، والموسوعۃ الفقہیۃ الکویتیۃ (23/260)، نیز دیکھئے: (42/14)۔

۲ زمین کی پیداوار غلہ اور پھلوں کی زکاۃ:

اولاً: زمین کی پیداوار یعنی غلہ اور پھلوں میں زکاۃ کا وجوب:

زمینی پیداوار یعنی غلہ اور پھلوں میں زکاۃ کا وجوب قرآن، سنت اور اجماع سے ثابت ہے:

چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿كُلُوا۟ مِن ثَمَرِهِۦٓ إِذَآ أَثْمَرَ وَءَاتُوا۟ حَقَّهُۥ يَوْمَ حَصَادِهِۦ﴾

[الانعام:141]۔

ان سب کے پھلوں میں سے کھاؤ جب وہ نکل آئے اور اس میں جو حق واجب ہے وہ اس کے کاٹنے کے دن دیا کرو۔

اسی طرح اللہ کا ارشاد ہے:

﴿يَـٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓا۟ أَنفِقُوا۟ مِن طَيِّبَـٰتِ مَا كَسَبْتُمْ وَمِمَّآ أَخْرَجْنَا لَكُم مِّنَ ٱلْأَرْضِ﴾ [البقرۃ:267]۔

اے ایمان والو! اپنی پاکیزہ کمائی میں سے اور جو کچھ ہم نے تمہارے لئے زمین سے نکالا ہے اُس میں سے خرچ کرو۔

اس آیت کریمہ کی تفسیر میں علی وسدی رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

"يَعْنِي: الذَّهَبُ وَالْفِضَّةُ، وَمِنَ الثِّمَارِ وَالزُّرُوعِ الَّتِي أَنْبَتَهَا لَهُمْ مِنَ الْأَرْضِ"[1]۔

یعنی: سونا، چاندی اور پھلوں اور کھیتیوں میں سے خرچ کریں، جنہیں اللہ نے ان کے لئے زمین سے پیدا کیا ہے۔

---

[1] تفسیر ابن کثیر تحقیق سامی سلامۃ (1 / 697)۔

اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''فِيمَا سَقَتِ السَّمَاءُ وَالعُيُونُ أَوْ كَانَ عَثَرِيًّا العُشْرُ، وَمَا سُقِيَ بِالنَّضْحِ نِصْفُ العُشْرِ''[1]۔

جس کھیتی یا باغ کو آسمان اور چشموں نے سیراب کیا ہو یا اس میں اس قدر نمی اور تراوٹ ہو کہ پودے اپنی جڑوں سے سیرابی حاصل کرلیں' اُس میں پیداوار کا دسواں حصہ زکاۃ ہے، اور جس کھیتی یا باغ کو اونٹوں پر پانی لاکر سیراب کیا گیا ہو' اُس میں دسویں کا آدھا (بیسواں) حصہ زکاۃ ہے۔

اسی طرح علماء امت کا اجماع ہے کہ غلوں اور پھلوں میں زکاۃ واجب ہے[2]۔

ثانیاً: غلہ اور پھلوں میں زکاۃ کے وجوب کی شرطیں:

غلہ اور پھلوں میں زکاۃ کے وجوب کے لئے حسب ذیل چند شرائط کا پایا جانا ضروری ہے:

پہلی شرط: یہ ہے کہ وہ اناج (دانہ) یا پھل ہو، جیسا کہ ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''لَيْسَ فِي حَبٍّ وَلَا تَمْرٍ صَدَقَةٌ، حَتَّى يَبْلُغَ خَمْسَةَ أَوْسُقٍ''[3]۔

---

① صحیح بخاری، کتاب الزکاۃ، باب العشر فیما یُسقی من ماء السماء والماء الجاری، (2/126)، حدیث (1483)، نیز اس سلسلہ کی دیگر احادیث ملاحظہ فرمائیں: صحیح مسلم، کتاب الزکاۃ، باب ما جاء فی العشر اونصف العشر (2/675)، حدیث (981)، وسنن النسائی، کتاب الزکاۃ، باب مایوجب العشر ، ومایوجب نصف العشر (5/42)، حدیث (2489)۔(سنن النسائی، کتاب الزکاۃ، باب مایوجب العشر ، ومایوجب نصف العشر (5/42)، حدیث (2490)، وسنن ابن ماجہ، کتاب الزکاۃ، باب صدقۃ الزرع والثمار، (1/581)، حدیث (1818)، ومسند أحمد طبع الرسالۃ (36/365)، حدیث (22037)، حدیث کو علامہ البانی رحمہ اللہ نے صحیح قرار دیا ہے، دیکھئے: صحیح النسائی وصحیح ابن ماجہ، وإرواء الغلیل (3/273)، حدیث (799)، و(3/282)، حدیث (806)۔

② دیکھئے: الاجماع لابن المنذر (ص:45)، والمغنی لابن قدامۃ (3/3)۔

③ متفق علیہ: صحیح بخاری، کتاب الزکاۃ، باب لیس فیما دون خمسۃ أوسق صدقۃ، برقم 1484، وصحیح مسلم بلفظہ، ===

کسی غلہ (اناج، دانہ) یا کھجور میں زکاۃ نہیں، یہاں تک کہ پانچ وسق ہو جائے۔

نیز آپ ﷺ نے ابوموسیٰ اور معاذ بن جبل رضی اللہ عنہما کو معلم بنا کر یمن روانہ کرتے ہوئے فرمایا تھا:

" لَا تَأْخُذُوا الصَّدَقَةَ إِلَّا مِنْ هَذِهِ الْأَرْبَعَةِ: الشَّعِيرِ وَالْحِنْطَةِ وَالزَّبِيبِ وَالتَّمْرِ "(۱)۔

صرف انہی چار چیزوں کی زکاۃ لینا: جو، گیہوں، کشمش اور کھجور۔

اور اس پر اہل علم کا اجماع ہے، نیز یہ کہ ان کے علاوہ کے لئے کوئی نص یا اجماع وارد نہیں ہے(۲)۔

دوسری شرط: یہ ہے کہ وہ تولی جانے والی چیز ہو؛ کیونکہ نبی کریم ﷺ نے اس کی پیمائش وسق کے ذریعہ فرمائی ہے؛ اور وسق تولنے کا پیمانہ ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس میں تولنے کا اعتبار ہوگا(۳)۔

=== کتاب الزکاۃ، باب لیس فیما دون خمسۃ أوسق صدقۃ، (2/674)، حدیث (979)۔

① سنن الدارقطنی (2/482)، حدیث (1921)، ومسند أحمد طبع الرسالۃ (36/314)، حدیث (21989-اس کی سند صحیح ہے)، یہ حدیث صحیح ہے، دیکھئے: صحیح الجامع الصغیر وزیادتہ (1/669)، حدیث (3584)، وسلسلۃ الأحادیث الصحیحۃ (2/539)، حدیث (879)، وإرواء الغلیل (3/276)، حدیث (801) کے تحت تفصیل ملاحظہ کریں، والموسوعۃ الفقہیۃ الکویتیۃ (23/278)۔

② دیکھئے: الاجماع لابن المنذر (ص:45)، نیز دیکھئے: المغنی لابن قدامۃ (3/4)، اس کے برخلاف اہل علم نے عموماً اس بات کو راجح قرار دیا ہے کہ زکاۃ ان تمام غلہ جات اور پھلوں میں واجب ہے جو تولے اور ذخیرہ کئے جاتے ہوں، علامہ ابن عثیمین رحمہ اللہ مذکورہ روایت کے بارے میں لکھتے ہیں: اگر یہ حدیث صحیح ہوتی تو اس اختلاف میں فیصلہ کن ہوتی، لیکن یہ روایت ضعیف ہے۔ [الشرح الممتع علی زاد المستقنع (6/69)]، جبکہ روایت کو محققین نے صحیح قرار دیا ہے، جیسا کہ آپ نے ملاحظہ فرمایا۔

③ دیکھئے: الکافی فی فقہ الامام أحمد (1/397)۔

چنانچہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

"لَيْسَ فِي حَبٍّ وَلَا تَمْرٍ صَدَقَةٌ، حَتَّى يَبْلُغَ خَمْسَةَ أَوْسُقٍ"[1]۔

کسی غلہ (اناج، دانہ) یا کھجور میں زکاۃ نہیں، یہاں تک کہ پانچ وسق ہو جائے۔

تیسری شرط: یہ ہے کہ وہ ذخیرہ کی جانے والی چیز ہو، کیونکہ جن چیزوں میں زکاۃ کے وجوب پر اتفاق ہے وہ ذخیرہ کی جانے والی ہیں، نیز اس لئے بھی ذخیرہ کئے بغیر مال پر ملکیت مکمل نہیں ہوتی اور اس سے نفع اٹھانا کماحقہ ممکن نہیں ہوتا[2]۔

چوتھی شرط: یہ ہے کہ غلہ جات اور پھل نصاب کو پہنچے، اور نصاب پانچ وسق ہے، جیسا کہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

"لَيْسَ فِي حَبٍّ وَلَا تَمْرٍ صَدَقَةٌ، حَتَّى يَبْلُغَ خَمْسَةَ أَوْسُقٍ"[3]۔

کسی غلہ (اناج، دانہ) یا کھجور میں زکاۃ نہیں، یہاں تک کہ پانچ وسق ہو جائے۔

اور ایک وسق ساٹھ صاع کے برابر ہوتا ہے، اور ایک صاع چار مد کے برابر ہوتا ہے، اور ایک مد کی مقدار معتدل ہاتھوں کی دونوں ہتھیلیوں بھر اناج کی ہوتی ہے[4]۔

اور صاع نبوی ﷺ یا چار مدوں کی موجودہ پیمائش کلو گرام میں تقریباً اڑھائی سے تین کلو کے درمیان ہے، کوشش کے باوجود اہل علم یقینی پیمائش کا فیصلہ نہیں کر سکے ہیں، کیونکہ یقینی صاع نبوی موجود نہیں ہے، اسی لئے کبار علماء بورڈ سعودی عرب کے اکثر ممبران نے زکاۃ الفطر وغیرہ میں

---

① متفق علیہ: صحیح بخاری، کتاب الزکاۃ، باب لیس فیما دون خمسۃ أوسق صدقۃ، حدیث (1484)، وصحیح مسلم بلفظہ، کتاب الزکاۃ، باب لیس فیما دون خمسۃ أوسق صدقۃ، (2/674)، حدیث (979)۔

② دیکھئے: الکافی فی فقہ الامام أحمد (1/397)۔

③ تخریج دوسری شرط کے تحت گزر چکی ہے۔

④ دیکھئے: عون المعبود وحاشیۃ ابن القیم (4/295)، وتوضیح الأحکام من بلوغ المرام (3/335)، وذخیرۃ العقبی فی شرح المجتبی (22/43)۔

احتیاطی طور پر تین کلو گرام متعین کیا ہے[1]۔

اس طور پر پانچ وسق کی مقدار تین سو صاع یعنی موجودہ پیمائش کے مطابق نو سو کلو گرام ہوگی[2]۔

ثالثاً: غلہ اور پھلوں میں زکاۃ کی مقدار:

مقدار ادائیگی کی تفصیل کے سلسلہ میں نبی کریم ﷺ کی احادیث واضح ہیں:

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ أَبِيهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُما عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: "**فِيمَا سَقَتِ السَّمَاءُ وَالعُيُونُ أَوْ كَانَ عَثَرِيًّا العُشْرُ، وَمَا سُقِيَ بِالنَّضْحِ نِصْفُ العُشْر**"[3]۔

عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جس کھیتی یا باغ کو آسمان اور چشموں نے سیراب کیا ہو یا اس میں اس قدر نمی اور تراوٹ ہو کہ پودے اپنی جڑوں سے سیرابی حاصل کرلیں، اُس میں پیداوار کا دسواں حصہ زکاۃ ہے، اور جس کھیتی یا زمین کو اونٹوں پر پانی لا کر سیراب کیا گیا ہو' اُس میں دسویں کا آدھا (بیسواں) حصہ زکاۃ ہے۔

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: "**فِيمَا سَقَتِ الْأَنْهَارُ وَالْغَيْمُ الْعُشُورُ، وَفِيمَا سُقِيَ بِالسَّانِيَةِ نِصْفُ الْعُشْرِ**"[4]۔

جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا:

---

① صحیح أبي داود - الأم للالبانی (5/282)، حدیث (1395)، عون المعبود وحاشیۃ ابن القیم (4/295)، وتوضیح الأحکام من بلوغ المرام (3/335)، وذخیرۃ العقبی فی شرح المجتبی (22/43)۔

② دیکھئے: توضیح الأحکام من بلوغ المرام (3/335)۔

③ صحیح بخاری، کتاب الزکاۃ، باب العشر فیما یُسقی من ماء السماء والماء الجاری، (2/126)، حدیث (1483)۔

④ صحیح مسلم، کتاب الزکاۃ، باب ما جاء فی العشر أو نصف العشر (2/675)، حدیث (981)، وسنن النسائی، کتاب الزکاۃ، باب ما یوجب العشر، وما یوجب نصف العشر (5/42)، حدیث (2489)۔

جس کھیتی یا باغ کو بارش اور نہروں نے سیراب کیا ہو اُس میں پیداوار کا دسواں حصہ زکاۃ ہے، اور جس کھیتی یا باغ کو اونٹوں پر پانی لاکر سیراب کیا گیا ہو اُس میں دسویں کا آدھا (بیسواں) حصہ زکاۃ ہے۔

اور معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ:

''بَعَثَنِي رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِلَى الْيَمَنِ فَأَمَرَنِي أَنْ اٰخُذَ مِمَّا سَقَتِ السَّمَاءُ الْعُشْرَ، وَفِيمَا سُقِيَ بِالدَّوَالِي نِصْفَ الْعُشْرِ''[1]۔

رسول اللہ ﷺ نے مجھے یمن بھیجا، تو حکم دیا کہ میں بارش سے سینچی گئی کھیتیوں اور باغوں سے پیداوار کا دسواں حصہ لوں اور کنوے وغیرہ سے ڈول کے ذریعہ پانی لے کر یا کسی آلہ کے ذریعہ سینچی گئی کھیتیوں اور باغوں سے دسویں کا آدھا حصہ یعنی بیسواں حصہ لوں۔

۳ سونے چاندی اور دیگر مالیتوں کی زکاۃ:

اولاً: سونے چاندی اور دیگر مالیتوں میں زکاۃ کا وجوب:

سونے چاندی اور دیگر مالیتوں کی زکاۃ کا وجوب قرآن، سنت اور اجماع سے ثابت ہے:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَٱلَّذِينَ يَكۡنِزُونَ ٱلذَّهَبَ وَٱلۡفِضَّةَ وَلَا يُنفِقُونَهَا فِي سَبِيلِ ٱللَّهِ فَبَشِّرۡهُم بِعَذَابٍ أَلِيمٍ ﴿٣٤﴾ يَوۡمَ يُحۡمَىٰ عَلَيۡهَا فِي نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكۡوَىٰ بِهَا جِبَاهُهُمۡ وَجُنُوبُهُمۡ وَظُهُورُهُمۡۖ هَٰذَا

---

① سنن النسائی، کتاب الزکاۃ، باب مایوجب العشر ، ومایوجب نصف العشر (5/42)، حدیث (2490)، وسنن ابن ماجہ، کتاب الزکاۃ، باب صدقۃ الزرع والثمار، (1/581)، حدیث (1818)، ومسند أحمد طبع الرسالۃ (36/365)، حدیث (22037)، حدیث کو علامہ البانی رحمہ اللہ نے صحیح قرار دیا ہے، دیکھئے: صحیح النسائی وصحیح ابن ماجہ، وإرواء الغلیل (3/273)، حدیث (799)، و (3/282)، حدیث (806)۔

مَا كَنَزْتُمْ لِأَنفُسِكُمْ فَذُوقُوا۟ مَا كُنتُمْ تَكْنِزُونَ ﴿٣٥﴾ ﴾
[التوبۃ:34-35]۔

اور جولوگ سونے چاندی کا خزانہ رکھتے ہیں اور اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے، انہیں دردناک عذاب کی خبر پہنچا دیجئے ۔جس دن اس خزانے کو آتش دوزخ میں تپایا جائے گا پھر اس سے ان کی پیشانیاں اور پہلو اور پیٹھیں داغی جائیں گی (ان سے کہا جائے گا) یہ ہے جسے تم نے اپنے لئے خزانہ بنا کر رکھا تھا۔پس اپنے خزانوں کا مزہ چکھو۔

اسی طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات ہیں:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ''**مَنْ اتَاهُ اللَّهُ مَالًا، فَلَمْ يُؤَدِّ زَكَاتَهُ مُثِّلَ لَهُ مَالُهُ يَوْمَ القِيَامَةِ شُجَاعًا أَقْرَعَ لَهُ زَبِيبَتَانِ يُطَوَّقُهُ يَوْمَ القِيَامَةِ، ثُمَّ يَأْخُذُ بِلِهْزِمَتَيْهِ - يَعْنِي بِشِدْقَيْهِ - ثُمَّ يَقُولُ أَنَا مَالُكَ أَنَا كَنْزُكَ**، ثُمَّ تَلاَ: ﴿وَلَا يَحْسَبَنَّ ٱلَّذِينَ يَبْخَلُونَ بِمَآ ءَاتَىٰهُمُ ٱللَّهُ مِن فَضْلِهِۦ هُوَ خَيْرًا لَّهُم ۖ بَلْ هُوَ شَرٌّ لَّهُمْ ۖ سَيُطَوَّقُونَ مَا بَخِلُوا۟ بِهِۦ يَوْمَ ٱلْقِيَٰمَةِ ۗ وَلِلَّهِ مِيرَٰثُ ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلْأَرْضِ ۗ وَٱللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ ﴿١٨٠﴾﴾ [آل عمران:180] [1]۔

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ جسے اللہ تعالیٰ نے مال سے نوازا، اور اس نے اُس کی زکوٰۃ نہ ادا کی، تو قیامت کے دن اس کے مال کو نہایت زہریلے گنجے سانپ کی شکل دیدی جائے گی، اس کی آنکھوں کے پاس دو سیاہ نقطے ہوں گے،

---

(1) صحیح البخاری، کتاب الزکاۃ، باب اِثم مانع الزکاۃ، (2/ 106)، حدیث (1403)، وکتاب التفسیر، باب قولہ تعالیٰ: ﴿وَلَا يَحْسَبَنَّ ٱلَّذِينَ يَبْخَلُونَ بِمَآ ءَاتَىٰهُمُ ٱللَّهُ مِن فَضْلِهِۦ﴾ [آل عمران:180]۔ (6/39)، حدیث (4565)۔

قیامت کے دن اسے طوق بنادیا جائے گا، پھر وہ اژدہا اس کے دونوں جبڑوں سے اسے پکڑ لے گا اور کہے گا: میں تیرا مال ہوں، میں تیرا (زکاۃ نہ ادا کردہ) خزانہ ہوں۔ اس کے بعد آپ نے یہ آیت پڑھی: جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے کچھ دے رکھا ہے وہ اس میں اپنی کنجوسی کو اپنے لئے بہتر خیال نہ کریں بلکہ وہ ان کے لئے نہایت بدتر ہے، عنقریب قیامت والے دن یہ اپنی کنجوسی کی چیز کے طوق ڈالے جائیں گے، آسمانوں اور زمین کی میراث اللہ تعالیٰ ہی کے لئے اور جو کچھ تم کر رہے ہو، اس سے اللہ تعالیٰ آگاہ ہے۔

اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''يَكُونُ كَنْزُ أَحَدِكُمْ يَوْمَ القِيَامَةِ شُجَاعًا أَقْرَعَ، يَفِرُّ مِنْهُ صَاحِبُهُ، فَيَطْلُبُهُ وَيَقُولُ: أَنَا كَنْزُكَ، قَالَ: وَاللَّهِ لَنْ يَزَالَ يَطْلُبُهُ، حَتَّى يَبْسُطَ يَدَهُ فَيُلْقِمَهَا فَاهُ''[1]۔

قیامت کے دن تم میں سے کسی کا خزانہ گنجا اژدھا بن کر آئے گا، اس کا مالک اس سے بھاگے گا لیکن وہ اسے دھونڈھے گا اور کہے گا: میں تیرا خزانہ ہوں، فرمایا: اللہ کی قسم! وہ مسلسل ڈھونڈتا رہے گا یہاں تک کہ وہ شخص اپنا ہاتھ پھیلا دے گا اور اژدھا اسے اپنے منہ کا لقمہ بنالے گا۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: ''مَا مِنْ صَاحِبِ ذَهَبٍ وَلَا فِضَّةٍ، لَا يُؤَدِّي مِنْهَا حَقَّهَا، إِلَّا إِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ، صُفِّحَتْ لَهُ صَفَائِحُ مِنْ نَارٍ، فَأُحْمِيَ عَلَيْهَا فِي نَارِ جَهَنَّمَ، فَيُكْوَى بِهَا جَنْبُهُ وَجَبِينُهُ وَظَهْرُهُ، كُلَّمَا بَرَدَتْ أُعِيدَتْ لَهُ، فِي يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهُ خَمْسِينَ

---

① صحیح بخاری، کتاب الحیل، باب فی الزکاۃ وأن لا یفرق بین مجتمع ولا یجمع بین متفرق خشیۃ الصدقۃ، (23/9)، حدیث (6957)۔

أَلْفَ سَنَةٍ، حَتَّى يُقْضَى بَيْنَ الْعِبَادِ، فَيَرَى سَبِيلَهُ، إِمَّا إِلَى الْجَنَّةِ، وَإِمَّا إِلَى النَّارِ''[۱]۔

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول ﷺ نے فرمایا: جوبھی چاندی یا سونے کا مالک اس کی زکوٰۃ نہیں دیتا ہے قیامت کے دن اس کے لئے آگ کی چٹانوں کے پرت بنائے جائیں گے، اور اُنہیں جہنم کی آگ میں تپایا جائے گا، پھر اُن سے اس کی پیشانی، پہلو اور پیٹھ کو داغا جائے گا۔ جب بھی وہ ٹھنڈے ہوں گے، پھر تپائے جائیں گے، یہ اس وقت ہوگا جب دن پچاس ہزار سال کا ہوگا، بندوں کے درمیان فیصلہ ہونے تک اسے یہی عذاب ہوتا رہے گا، پھر وہ اپنا راستہ دیکھے گا، کہ جنت کی طرف ہے یا جہنم کی طرف۔

نیز سونے چاندی اور دیگر نقدی اور قیمتوں میں زکاۃ کے وجوب پر علماء امت کا اجماع ہے[۲]۔

ثانیاً: چاندی اور سونے کا نصاب اور ان کی زکاۃ:

۱۔ چاندی کا نصاب اور زکاۃ کی مقدار:

جب چاندی دوسو درہم ہوجائے تو اس میں زکاۃ فرض ہے، یہ چاندی کا کم سے کم نصاب ہے اس سے کم میں زکاۃ نہیں ہے۔ البتہ اگر صاحب مال دینا چاہے تو دے سکتا ہے، جیسا کہ احادیث رسول ﷺ دلالت کناں ہیں:

۱۔ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الخُدْرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ''لَيْسَ فِيمَا

---

① متفق علیہ: صحیح بخاری، کتاب الزکاۃ، باب إثم مانع الزکاۃ، (2/106)، حدیث (1402)، صحیح مسلم، کتاب الزکاۃ، باب إثم مانع الزکاۃ، (2/680)، حدیث (987)، نیز دیکھئے: کتاب الزکاۃ، باب إثم مانع الزکاۃ، (2/685)، حدیث (988)۔

② الاجماع لابن المنذر (ص:46)، ومراتب الاجماع لابن حزم (ص:34)، نیز دیکھئے: الاقناع فی مسائل الاجماع (1/206)۔

أَقَلُّ مِنْ خَمْسَةِ أَوْسُقٍ صَدَقَةٌ، وَلاَ فِي أَقَلَّ مِنْ خَمْسَةٍ مِنَ الإِبِلِ الذَّوْدِ صَدَقَةٌ، وَلاَ فِي أَقَلَّ مِنْ خَمْسِ أَوَاقٍ مِنَ الوَرِقِ صَدَقَةٌ"(۱)۔

ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: پانچ وسق سے کم (غلہ یا پھل) میں زکاۃ نہیں ہے، نہ پانچ سے کم اونٹوں میں زکاۃ ہے، اور نہ ہی پانچ اوقیہ سے کم چاندی میں زکاۃ ہے۔

اور ایک اوقیہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد مبارک میں چالیس درہم کا ہوتا تھا(۲)۔

اس طور پر پانچ اوقیہ دوسو درہم کا ہوگا۔

جیسا کہ علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

"فَإِذَا كَانَتْ لَكَ مِائَتَا دِرْهَمٍ وَحَالَ عَلَيْهَا الْحَوْلُ، فَفِيهَا خَمْسَةُ دَرَاهِمَ..."(۳)۔

جب تمہارے پاس دوسو درہم ہوجائے اور اس پر ایک سال گزرجائے تو اس میں پانچ درہم زکاۃ ہے۔

---

① متفق علیہ: صحیح بخاری، کتاب الزکاۃ، باب لیس فیما دون خمسۃ أوسق صدقۃ (2/126)، حدیث (1484)، وصحیح مسلم، کتاب الزکاۃ، باب لیس فیما دون خمسۃ أوسق صدقۃ (2/675)، حدیث (980)۔

② سنن أبی داود، کتاب الزکاۃ، باب من یعطی من الصدقۃ وحد الغنی (2/116)، حدیث (1628)، دیکھئے: صحیح أبی داود - الأم (5/330)، حدیث (1440)، وسلسلۃ الأحادیث الصحیحۃ (4/296)، حدیث (1719)، نیز دیکھئے: المغنی لابن قدامۃ (3/36)۔

③ سنن أبی داود، کتاب الزکاۃ، باب فی زکاۃ السائمۃ (2/100)، حدیث (1573)، ومسند أحمد طبع الرسالۃ (2/414)، حدیث (1265)، والسنن الکبری للبیہقی (4/160)، حدیث (7273)، اور مسند کے محققین نے اسے صحیح قرار دیا ہے، نیز علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے صحیح قرار دیا ہے، دیکھئے: صحیح أبو داود (5/294)، حدیث (1405)، وإرواء الغلیل (3/254)، حدیث (787)، وصحیح الجامع (2/1247)، حدیث (7497)۔

نیز ارشاد فرمایا:

"قَدْ عَفَوْتُ عَنِ الْخَيْلِ وَالرَّقِيقِ، فَهَاتُوا صَدَقَةَ الرِّقَةِ، مِنْ كُلِّ أَرْبَعِينَ دِرْهَمًا دِرْهَمًا، وَلَيْسَ فِي تِسْعِينَ وَمِائَةٍ شَيْءٌ، فَإِذَا بَلَغَتْ مِائَتَيْنِ، فَفِيهَا خَمْسَةُ دَرَاهِمَ"[1]۔

میں نے تم سے گھوڑے اور غلام کی زکاۃ معاف کر دی ہے، لہٰذا چاندی کی زکاۃ ادا کرو، ہر چالیس درہم میں سے ایک درہم نکالو، اور ایک سو نوے درہم میں کچھ بھی نہیں، جب دوسو درہم ہو جائیں تو اس میں پانچ درہم واجب ہے۔

اور صحیح بخاری کی ایک روایت میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"...وَفِي الرِّقَّةِ رُبْعُ العُشْرِ، فَإِنْ لَمْ تَكُنْ إِلَّا تِسْعِينَ وَمِائَةً، فَلَيْسَ فِيهَا شَيْءٌ إِلَّا أَنْ يَشَاءَ رَبُّهَا"[2]۔

اور چاندی میں زکوٰۃ دسویں حصہ کی چوتھائی واجب ہے (یعنی چالیسواں حصہ یا ۲٫۵ فیصد)، لیکن اگر کسی کے پاس صرف ایک سو نوے (درہم) ہوں تو اس میں کوئی زکاۃ نہیں ہے، الا یہ کہ اس کا مالک دینا چاہے تو دے سکتا ہے۔

معلوم ہوا کہ چاندی میں زکاۃ کا نصاب دوسو درہم ہے۔

اور نصاب میں جس درہم کا اعتبار ہوتا ہے وہ اسلامی درہم ہے جو نصف مثقال اور مثقال کے پانچویں حصہ یعنی (0.7) مثقال کے برابر ہوتا ہے، زکاۃ، ٹیکس، دیت اور چوری وغیرہ کے قصاص

---

① سنن أبو داود، کتاب الزکاۃ، باب زکاۃ السائمۃ، حدیث (1574)، وسنن النسائی، کتاب الزکاۃ، باب زکاۃ الورق، حدیث (2477)، وسنن ابن ماجہ، کتاب الزکاۃ، باب زکاۃ الورق والذہب، (1/570)، حدیث (1790)، وجامع ترمذی، کتاب الزکاۃ، باب ما جاء فی زکاۃ الذہب والورق، حدیث (620)۔ دیکھئے: صحیح أبی داود- الأم (5/295)، حدیث (1406)، وصحیح الجامع (2/806)، حدیث (1/4375)۔

② صحیح البخاری، کتاب الزکاۃ، باب زکاۃ الغنم، (2/118)، حدیث (1454)۔

میں اسی کا اعتبار کیا جاتا ہے [۱]۔

اس اعتبار سے دوسو درہم کی مقدار (200 x 0.7 = 140) مثقال ہوگی [۲]۔

اب ایک مثقال جَو کے بہتر (72) متوسط دانوں کے برابر ہوتا ہے [۳]۔

اور جو کے بہتر (72) دانوں کو اگر موجودہ پیمانے سے وزن کیا جائے تو (4.6) گرام ہوتا ہے [۴] یہ ایک مثقال کا وزن ہے، اور اس کی روشنی میں چاندی کی زکاۃ کا موجودہ نصاب واضح ہوجاتا ہے، جو اس طرح ہے:

ایک مثقال یعنی (4.6) گرام x (140) مثقال = 644 گرام چاندی۔ جو پانچ اوقیہ چاندی کے ہم وزن ہے، یعنی دوسو درہم کے مساوی ہے۔

یہ چاندی کا موجودہ نصاب ہے، لہٰذا اگر کسی کے پاس اتنی یا اس سے زائد مقدار میں چاندی ہو تو شرائط کے مطابق اس پر زکاۃ فرض ہوگی، اور اُسے (2.5 %) زکاۃ نکالنا ہوگا، کیونکہ نبی کریم ﷺ ارشاد فرمایا ہے کہ دوسو درہم میں پانچ درہم زکاۃ فرض ہوگی، جیسا کہ دلیلیں گزر چکی ہیں [۵]۔ واللہ اعلم

۲۔ سونے کا نصاب اور زکاۃ کی مقدار:

جب سونا بیس مثقال ہوجائے تو اس میں زکاۃ واجب ہے، یہ سونے کا کم سے کم نصاب ہے، اس

---

① دیکھئے: المغنی لابن قدامۃ (3/35)۔

② فتاوی اللجنۃ الدائمۃ (9/254)۔

③ الانصاف فی معرفۃ الراجح من الخلاف مع المقنع والشرح الکبیر، 7/9، وحاشیہ ابن قاسم علی الروض المربع، 3/244، ومجموع فتاوی ابن باز، 14/79۔

④ جیسا کہ عالم اسلام کے معروف داعی ومربی ڈاکٹر سعید بن علی بن وہف قحطانی حفظہ اللہ نے خود وزن کر کے عملی تجربہ کیا ہے، تفصیل کے لئے دیکھئے: الزکاۃ فی الاسلام، للدکتور القحطانی ص: (131-133)۔

⑤ البتہ دیگر اہل علم نے چاندی کا موجودہ نصاب 595 گرام بتایا ہے، دیکھئے: مجموع فتاوی ورسائل العثیمین (18/138)، وفقہ الزکاۃ، (1/261)۔

سے کم میں زکاۃ نہیں ہے، دلیلیں ملاحظہ فرمائیں:

علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

''وَلَيْسَ عَلَيْكَ شَيْءٌ فِي الذَّهَبِ حَتَّى يَكُونَ لَكَ عِشْرُونَ دِينَارًا، فَإِذَا كَانَ لَكَ عِشْرُونَ دِينَارًا، وَحَالَ عَلَيْهَا الْحَوْلُ، فَفِيهَا نِصْفُ دِينَارٍ، فَمَا زَادَ، فَبِحِسَابِ ذَلِكَ''[1]۔

اور تم پر سونے میں کچھ واجب نہیں یہاں تک کہ تمہارے پاس بیس دینار ہو جائے، چنانچہ جب تمہارے پاس بیس دینار ہو جائے اور اس پر سال گزر جائے تو اُس میں آدھا دینار زکاۃ ہے، اور جتنا زیادہ ہو وہ بھی اسی حساب سے۔

اسی طرح ابن عمر وعائشہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے:

عَنِ ابْنِ عُمَرَ وَعَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُم أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَأْخُذُ مِنْ كُلِّ عِشْرِينَ دِينَارًا فَصَاعِدًا نِصْفَ دِينَارٍ، وَمِنَ الْأَرْبَعِينَ دِينَارًا دِينَارًا''[2]۔

عبداللہ بن عمر اور عائشہ رضی اللہ عنہم سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ ہر بیس دینار اور اس سے زائد میں آدھا دینار اور چالیس دینار میں ایک دینار لیا کرتے تھے۔

اسی طرح سونے میں زکاۃ کے وجوب پر علماء امت کا اجماع ہے[3]۔

---

① سنن أبي داود، کتاب الزکاۃ، باب في زکاۃ السائمۃ (2/ 101)، حدیث (1573)، ومسند أحمد طبع الرسالۃ (2/ 414)، حدیث (1265)، والسنن الکبری للبیہقی (4/ 160)، حدیث (7273)، اور مسند کے محققین نے اسے صحیح قرار دیا ہے، نیز علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے صحیح قرار دیا ہے، دیکھئے: صحیح أبو داود (5/ 294)، حدیث (1405)، وإرواء الغلیل (3/ 254)، حدیث (787)، وصحیح الجامع (2/ 1247)، حدیث (7497)۔

② سنن ابن ماجہ، کتاب الزکاۃ، باب زکاۃ الورق والذهب (1/ 571)، حدیث (1791)، وسنن الدارقطنی (2/ 471)، حدیث (1896)، حدیث صحیح ہے، دیکھئے: إرواء الغلیل (3/ 289)، حدیث (813)، وصحیح ابن ماجہ۔

③ الاجماع لابن المنذر (ص: 46)، والمغنی لابن قدامۃ (3/ 37)، اور وجوب کے لئے بیس مثقال سونے ===

خلاصۂ کلام اینکہ سونے کا نصاب بیس دینار یعنی بیس مثقال ہے، اور ایک مثقال کا وزن (4.6) گرام ہے، جیسا کہ چاندی کے نصاب کے تحت گزر چکا ہے، اس اعتبار سے بیس مثقال کا وزن (20 x 4.6 = 92) گرام ہوگا، اور یہی سونے کا موجودہ نصاب ہے[1]۔

لہٰذا جب کسی کے پاس (92) گرام سونا ہو تو اس پر شرائط کے مطابق زکاۃ واجب ہوگی، اور اُسے دسویں حصہ کا چوتھائی یعنی (2.5 %) زکاۃ نکالنا ہوگا، کیونکہ نبی کریم ﷺ بیس دینار میں سے نصف دینار زکاۃ لیا کرتے تھے، جیسا کہ حدیثیں گزر چکی ہیں، واللہ اعلم[2]۔

ثالثاً: نصاب کی تکمیل کے لئے سونے اور چاندی کو باہم ملانا:

اگر کسی کے پاس سونے اور چاندی ہوں لیکن دونوں مقررہ نصاب سے کم ہوں تو کیا نصاب کی تکمیل کے لئے دونوں کو ملایا جائے گا؟ اس سلسلہ میں اہل علم کی دو رائیں ہیں:

ایک رائے یہ ہے کہ نصاب کی تکمیل کے لئے دونوں کو باہم ملایا جائے گا۔

جبکہ دوسری رائے یہ ہے کہ دونوں مال کی الگ الگ جنس ہیں جن کی مالی قیمت، نصاب اور زکاۃ کی مقدار ایک دوسرے سے مختلف ہے، لہٰذا نصاب کی تکمیل کے لئے دونوں کو ملایا نہیں

=== کی قیمت دوسو درہم کے برابر ہونے کی شرط کے خلاف اُن کی تحقیق اور دلائل ملاحظہ فرمائیں۔

① مجموع فتاوی ابن باز (4 / 125)، و (14 / 80،82،99)، وفتاوی اللجنۃ الدائمۃ (9 / 255)، انہوں نے اکیانوے گرام اور ایک گرام کے سات حصوں میں سے تین حصے لکھا ہے۔ البتہ علامہ ابن عثیمین رحمہ اللہ نے سونے کا نصاب (85) گرام تحریر فرمایا ہے، دیکھئے: مجموع فتاوی ورسائل العثیمین (18 / 93)، و (18 / 135) اور یہ موقف ڈاکٹر یوسف قرضاوی کا بھی ہے، دیکھئے: (فقہ الزکاۃ، 1 / 261)، لیکن علامہ ابن باز رحمہ اللہ فرماتے ہیں: صحیح بات یہ ہے کہ پچاسی گرام نصاب سے تھوڑا کم ہے، پھر بھی احتیاطاً ادا کر دینے میں کوئی حرج نہیں۔ (دیکھئے: مجموع فتاوی ابن باز (14 / 80)۔

② واضح رہے کہ بعض اہل علم نے سونے کے نصاب کو مزید منضبط کرتے ہوئے اس کے قیراط کے اعتبار سے اس کا نصاب متعین کیا ہے، کیونکہ سونا پورے طور خالص نہیں ہوتا، بلکہ اس میں اضافی مواد کی آمیزش ہوتی ہے، وہ اس طرح: (24) قیراط سونے کا نصاب: (85) گرام۔ (21) قیراط سونے کا نصاب: (97) گرام۔ اور (18) قیراط سونے کا نصاب: (113) گرام۔ دیکھئے: صحیح فقہ السنۃ وأدلتہ وتوضیح مذاہب الأئمۃ (2 / 18)۔

جائے گا، جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے دونوں کا نصاب الگ بتلایا ہے، سونے کے بارے میں فرمایا کہ بیس دینار سے کم میں زکاۃ نہیں، اور چاندی کے بارے میں فرمایا کہ دوسو درہم سے کم میں زکاۃ نہیں، جیسا کہ حدیثیں گزر چکی ہیں۔

اور دلائل کی روشنی میں یہی راجح ہے جیسا کہ محققین نے اسی بات کو راجح قرار دیا ہے [1]۔

رابعاً: زیورات کی زکاۃ:

اولاً: جمہور اہل علم کا اس بات پر اجماع ہے کہ استعمال کے لئے سونے، چاندی کے علاوہ سے بنے زیورات میں زکاۃ نہیں ہے، جیسے ہیرے، موتی اور جواہرات وغیرہ سے بنے زیورات، اور اگر زیورات سونے چاندی کے ہوں اور ان میں ہیرے موتی وغیرہ جڑے ہوں تو بھی زکاۃ صرف سونے چاندی میں ہوگی، اور اگر تجارت کی غرض سے ہوں تو اموال تجارت کی حیثیت سے ان سب میں زکاۃ واجب ہوگی [2]۔

ثانیاً: سونے چاندی کے حرام زیورات مثلاً سونے چاندی کے برتن ہوں، یا مرد سونے کی انگوٹھی یا گھڑی استعمال کرے یا عورت سانپ، بچھو یا کسی پتنگے تتلی وغیرہ جاندار کے شکل میں بنے ہوئے زیورات استعمال کرے، یا وہ زیورات جو تجارت کی غرض سے ہوں، اُن میں زکاۃ واجب ہے [3]۔

ثالثاً: سونے چاندی کے مباح اور پہنے جانے والے زیورات میں زکاۃ کا حکم:

---

① دیکھئے: المحلی بالآثار لابن حزم (4/ 192)، وتمام المنۃ فی التعلیق علی فقہ السنۃ للالبانی (ص: 360)، ومجموع فتاوی ورسائل العثیمین (18/ 248)، و (18/ 521)، والشرح الممتع (4/ 107 - 108)، وموسوعۃ الفقہ الاسلامی (3/ 27)، وصحیح فقہ السنۃ وأدلتہ وتوضیح مذاہب الأئمۃ (2/ 18)۔

② المغنی لابن قدامۃ (3/ 44)، والکافی لابن قدامۃ، (2/ 149)، والفروع وتصحیح الفروع لابن مفلح (4/ 161)۔

③ دیکھئے: المغنی لابن قدامۃ (3/ 47)، والمقنع مع الشرح الکبیر والانصاف، 7/ 30)، والشرح الممتع علی زاد المستقنع (6/ 125)، و(6/ 135)، وفتاوی اللجنۃ الدائمۃ، (9/ 261)۔

اس مسئلہ میں سلف تا خلف اہل علم کا اختلاف رہا ہے ، اوراس سلسلہ میں ان کی تقریبا چار رائیں [1] پائی جاتی ہیں، جن میں مشہور اقوال اور رائیں حسب ذیل دو ہیں:

پہلی رائے: یہ ہے کہ عورت کے پہنے جانے والے زیورات میں زکاۃ نہیں ہے:

یہ صحابۂ کرام میں عبد اللہ بن عمر، جابر بن عبد اللہ، انس بن مالک، عائشہ صدیقہ اور اسماء بنت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہم اور چند تابعین سمیت، جمہور اہل علم کی رائے ہے [2]۔

عدم وجوب کے دلائل:

۱۔ حدیث جابر مرفوع وموقوف:

"لَيْسَ فِي الْحُلِيِّ زَكَاةٌ" [3]۔

زیورات میں زکاۃ نہیں ہے۔

۲۔ اثر ابن عمر رضی اللہ عنہما:

" أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ كَانَ يُحَلِّي بَنَاتَهُ وَجَوَارِيَهُ الذَّهَبَ ثُمَّ لاَ يُخْرِجُ مِنْ حُلِيِّهِنَّ الزَّكَاةَ" [4]۔

عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اپنی بیٹیوں اور لونڈیوں کو سونے کے زیورات پہناتے تھے، لیکن

---

① دیکھئے: سبل السلام (1 / 533)، وجامع احکام النساء لمصطفى العدوی (2 / 144)۔

② المغنی لابن قدامۃ (3 / 41)، والمجموع شرح المہذب (6 / 33)، وبدایۃ المجتہد ونہایۃ المقتصد (2 / 11)، وجامع ترمذی (3 / 20)۔

③ التحقیق فی مسائل الخلاف، لابن الجوزی (2 / 42)، حدیث (981)، وسنن الدارقطنی (2 / 500)، حدیث (1955)، یہ روایت، ضعیف، باطل اور بے اصل ہے، دیکھئے: الدرایۃ فی تخریج أحادیث الہدایۃ (1 / 260)، والفوائد المجموعۃ (ص: 61)، وضعیف الجامع (ص: 708)، حدیث (4906)، وإرواء الغلیل (3 / 294)، حدیث (817)۔

④ موطا امام مالک (2 / 352)، نمبر (859)، والسنن الکبری للبیہقی (4 / 233)، نمبر (7536)، ومسند الشافعی (1 / 228)، نمبر (628)، ومعرفۃ السنن والآثار (6 / 139)، نمبر (8278)، والتحجیل فی تخریج مالم یخرج من الأحادیث والآثار فی إرواء الغلیل (ص: 132)۔

ان کی زکاۃ نہیں نکالتے تھے ۔

۳۔ اثر ابن عمر رضی اللہ عنہما:

عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: ''لَيْسَ فِي الْحُلِيِّ زَكَاةٌ''(۱) ۔

ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا: زیورات میں زکاۃ نہیں ہے ۔

۴۔ اثر جابر رضی اللہ عنہ:

عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ قَالَ: سَأَلْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ: عَنِ الْحُلِيِّ أَفِيهِ زَكَاةٌ؟ قَالَ: لَا، قُلْتُ إِنَّ الْحُلِيَّ يَكُونُ فِيهِ أَلْفُ دِينَارٍ؟ قَالَ: وَإِنْ كَانَ فِيهِ يُعَارُ وَيُلْبَسُ''(۲) ۔

ابوالزبیر بیان کرتے ہیں کہ میں نے جابر رضی اللہ عنہ سے زیورات کے بارے میں پوچھا کہ کیا اس میں زکاۃ ہے؟ انہوں نے کہا: نہیں! میں نے عرض کیا: زیورات میں ایک ہزار دینار ہوتا ہے؟ کہا: اگرچہ اتنا زیادہ بھی ہو، بس اُسے عاریۃً دیا جائے اور پہنا جائے ۔

۵۔ اثر عائشہ رضی اللہ عنہا:

''...أَنَّ عَائِشَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ ﷺ كَانَتْ تَلِي بَنَاتِ أَخِيهَا يَتَامَى فِي حَجْرِهَا لَهُنَّ الْحُلِيُّ فَلاَ تُخْرِجُ مِنْ حُلِيِّهِنَّ الزَّكَاةَ''(۳) ۔

زوجۂ نبی مائی عائشہ رضی اللہ عنہا اپنی یتیم بھتیجیوں کی، جو ان کی سرپرستی میں تھیں، کفالت کرتی تھیں، ان کے پاس زیورات تھے، وہ اُن کے زیورات کی زکاۃ نہیں نکالتی تھیں ۔

۶۔ اثر اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما:

---

① مصنف عبدالرزاق الصنعانی (4/82)، نمبر (7047)، والسنن الکبری للبیہقی (4/233)، نمبر (7537) ۔

② مصنف ابن أبی شیبۃ (2/383)، نمبر (10177)، والأموال لابن زنجویہ (3/979)، نمبر (1794) ۔

③ موطأ مالک (2/351)، نمبر (858)، والسنن الکبری للبیہقی (4/232)، نمبر (7535)، ومعرفۃ السنن والآثار (6/139)، نمبر (8276) ۔

''عَنْ أَسْمَاءَ أَنَّهَا كَانَت لَا تُزَكِّي الْحُلِيَّ''[1]۔

اسماء بنت ابوبکر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ وہ زیورات کی زکاۃ نہیں نکالتی تھیں۔

ان میں سے اکثر آثار کی سندیں صحیح ہیں[2]۔

۷۔ تعلیل: زکاۃ ان مالوں میں واجب ہوتی ہے جن میں نمو اور بڑھوتری ہوتی ہو، یا جن میں تجارت وغیرہ کی جائے، جبکہ پہننے والے زیورات نہ تجارت کے لئے ہیں، نہ ان میں تجارت کی جاتی ہے، نہ بڑھوتری ہوتی ہے، لہٰذا ان کی حیثیت پہنے اور استعمال کئے جانے والے کپڑوں جیسی ہے، جن میں زکاۃ نہیں ہوتی۔ زیورات میں زکاۃ کے وجوب کی صورت میں زکاۃ ادا کرتے کرتے ایک دن زیوارت ختم ہو جائیں گے[3]۔

ان آثار اور تعلیل سے معلوم ہوتا ہے کہ زیورات میں زکاۃ واجب نہیں ہے۔

دوسری رائے: یہ ہے کہ سونے چاندی کے زیورات میں مطلق طور پر زکاۃ واجب ہے، خواہ وہ پہننے کے لئے ہوں، یا ذخیرہ (بیلنس) کرنے کے لئے، یا تجارت وغیرہ کے لئے۔

یہ صحابۂ کرام میں عبداللہ بن مسعود، عمر فاروق، عبداللہ بن عمرو، اور ایک روایت کے مطابق عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہم اور بہت سے تابعین کی رائے ہے[4]۔

---

① مصنف ابن أبي شيبة (2/383)، نمبر (10178)، الأموال لابن زنجويہ (3/979)، نمبر (1788)، ومسند إسحاق بن راہویہ (5/136)، نمبر (2253)۔

② تفصیل کے لئے ملاحظہ فرمائیں: التجحیل في تخريج ما لم يخرج من الأحاديث والآثار في إرواء الغليل (ص: 129-135)، جامع احکام النساء للعدوی، (2/158-159)، وصحیح فقہ السنۃ وأدلتہ وتوضیح مذاہب الأئمۃ (2/23-26)۔

③ لیکن فی الواقع بات ایسی نہیں ہے، بلکہ زیورات اگر نصاب سے ایک گرام بھی ہوں گے تو زکاۃ کا وجوب ختم ہو جائے گا، اور معتدل زینت کے لئے اتنی مقدار سونا کم نہیں! جبکہ چاندی کے زیورات اس کے علاوہ ہیں۔ دیکھئے: مجموع فتاوی ورسائل العثیمین (18/310)۔

④ دیکھئے: جامع احکام النساء للعدوی، (2/143-159)۔

وجوب کے دلائل:

ا۔ سونے چاندی میں زکاۃ کے وجوب سے متعلق قرآن کریم کی عمومی دلیل:

ارشاد باری ہے:

﴿وَٱلَّذِينَ يَكۡنِزُونَ ٱلذَّهَبَ وَٱلۡفِضَّةَ وَلَا يُنفِقُونَهَا فِي سَبِيلِ ٱللَّهِ فَبَشِّرۡهُم بِعَذَابٍ أَلِيمٖ ﴿٣٤﴾ يَوۡمَ يُحۡمَىٰ عَلَيۡهَا فِي نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكۡوَىٰ بِهَا جِبَاهُهُمۡ وَجُنُوبُهُمۡ وَظُهُورُهُمۡۖ هَٰذَا مَا كَنَزۡتُمۡ لِأَنفُسِكُمۡ فَذُوقُواْ مَا كُنتُمۡ تَكۡنِزُونَ ﴿٣٥﴾﴾

[التوبۃ:34-35]۔

اور جولوگ سونے چاندی کا خزانہ رکھتے ہیں اور اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے، انہیں دردناک عذاب کی خبر پہنچا دیجئے ۔جس دن اس خزانے کو آتش دوزخ میں تپایا جائے گا پھر اس سے ان کی پیشانیاں اور پہلو اور پیٹھیں داغی جائیں گی (ان سے کہا جائے گا) یہ ہے جسے تم نے اپنے لئے خزانہ بنا کر رکھا تھا۔پس اپنے خزانوں کا مزہ چکھو۔

۲۔کنز کا معنیٰ ومفہوم:

کنز کیا ہے؟ آیت کریمہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر سونے چاندی کو سینت سینت کر رکھا جائے اسے اللہ کی راہ میں خرچ نہ کیا جائے تو وہ کنز ہے، جس پر عذاب جہنم کی وعید ہے۔

کنز کی مزید وضاحت کے لئے چند احادیث وآثار ملاحظہ فرمائیں:

عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ: كُنْتُ أَلْبَسُ أَوْضَاحًا مِنْ ذَهَبٍ، فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، أَكَنْزٌ هُوَ؟ فَقَالَ: ''**مَا بَلَغَ أَنْ تُؤَدَّى زَكَاتُهُ فَزُكِّيَ فَلَيْسَ بِكَنزٍ**''[1]۔

---

① سنن أبی داود(2/95)،حدیث(1564)،والمستدرک علی الصحیحین للحاکم(1/547)،حدیث(1438)،حدیث حسن ہے،دیکھئے: صحیح أبی داود-الأم(5/284)،حدیث(1397)،وسلسلۃ الأحادیث الصحیحۃ(2/100)، ===

ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں سونے کے کچھ زیورات پہنتی تھی، چنانچہ میں نے اللہ کے رسول ﷺ سے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! کیا یہ کنز ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: جو زکاۃ کی ادائیگی کے نصاب کو پہنچے اور اس کی زکاۃ نکالی جائے، وہ کنز نہیں ہے۔

وعَنْ خَالِدِ بْنِ أَسْلَمَ، قَالَ: خَرَجْنَا مَعَ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، فَقَالَ أَعْرَابِيٌّ: أَخْبِرْنِي عَنْ قَوْلِ اللَّهِ: ﴿وَٱلَّذِينَ يَكۡنِزُونَ ٱلذَّهَبَ وَٱلۡفِضَّةَ وَلَا يُنفِقُونَهَا فِي سَبِيلِ ٱللَّهِ﴾ قَالَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: ''مَنْ كَنَزَهَا، فَلَمْ يُؤَدِّ زَكَاتَهَا، فَوَيْلٌ لَهُ، إِنَّمَا كَانَ هَذَا قَبْلَ أَنْ تُنْزَلَ الزَّكَاةُ، فَلَمَّا أُنْزِلَتْ جَعَلَهَا اللَّهُ طُهْرًا لِلْأَمْوَالِ''[1]۔

خالد بن اسلم بیان کرتے ہیں کہ ہم عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ نکلے، تو ایک اعرابی نے پوچھا: مجھے فرمان باری: (جو لوگ سونے چاندی کا خزانہ رکھتے ہیں اور اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے) کے بارے میں بتایئے؟ تو ابن عمر نے جواب دیا: جس نے سونا چاندی جمع کر کے رکھا اور اس کی زکاۃ ادا نہیں کیا، تو اس کے لئے تباہی ہے، یہ زکاۃ کے حکم سے پہلے کی بات ہے، جب زکاۃ کا حکم اترا تو اللہ نے اسے مال کی پاکی کا ذریعہ بنا دیا۔

وعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: ''كُلُّ مَالٍ أَدَّيْتَ زَكَاتَهُ وَإِنْ كَانَ تَحْتَ سَبْعِ أَرَضِينَ فَلَيْسَ بِكَنْزٍ، وَكُلُّ مَالٍ لَا تُؤَدِّي زَكَاتَهُ فَهُوَ كَنْزٌ وَإِنْ كَانَ ظَاهِرًا عَلَى وَجْهِ الْأَرْضِ''[2]۔

=== حدیث (559)، وصحیح الجامع (2/978)، حدیث (5582)۔

① صحیح البخاری، کتاب الزکاۃ، باب ما أدی زکاتہ فلیس بکنز (2/106)، حدیث (1404)۔

② السنن الکبری للبیہقی (4/139)، حدیث (7230)، ومصنف عبد الرزاق الصنعانی (4/106) حدیث (7140، 7141)۔ یہ اثر صحیح ہے، دیکھئے: صحیح الترغیب والترہیب (1/458)، حدیث (745)۔

ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، فرماتے ہیں: ہر وہ مال تم جس کی زکاۃ ادا کرتے ہو، خواہ وہ ساتوں زمینوں کے نیچے کیوں نہ ہو، کنز نہیں ہے، اور ہر وہ مال تم جس کی زکاۃ ادا نہیں کرتے ہو، وہ کنز ہے، چاہے روئے زمین پر ظاہر ہی کیوں نہ ہو۔

ان احادیث وآثار سے کنز کے معنی کی بخوبی وضاحت ہوتی ہے کہ جس مال، سونا چاندی خواہ پہننے والے زیورات کیوں نہ ہوں، کی زکاۃ نہ ادا کی جائے وہ کنز ہے، اور اس کا مرتکب نار جہنم کا مستحق ہوگا، مزید صراحت کے لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ حدیث ملاحظہ کریں:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: "**مَنْ اتَاهُ اللَّهُ مَالًا، فَلَمْ يُؤَدِّ زَكَاتَهُ مُثِّلَ لَهُ مَالُهُ يَوْمَ القِيَامَةِ شُجَاعًا أَقْرَعَ لَهُ زَبِيبَتَانِ يُطَوَّقُهُ يَوْمَ القِيَامَةِ، ثُمَّ يَأْخُذُ بِلِهْزِمَتَيْهِ - يَعْنِي بِشِدْقَيْهِ - ثُمَّ يَقُولُ أَنَا مَالُكَ أَنَا كَنْزُكَ، ...**"(1)۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کہ جسے اللہ تعالیٰ نے مال سے نوازا، اور اس نے اُس کی زکوٰۃ نہ ادا کی، تو قیامت کے دن اس کے مال کو نہایت زہریلے گنجے سانپ کی شکل دیدی جائے، اس کی آنکھوں کے پاس دو سیاہ نقطے ہوں گے، قیامت کے دن اسے طوق بنادیا جائے گا، پھر وہ اژدہا اس کے دونوں جبڑوں سے اسے پکڑ لے گا اور کہے گا: میں تیرا مال ہوں، میں تیرا (زکاۃ نہ ادا کردہ) خزانہ ہوں۔

۳۔ سونے چاندی میں زکاۃ کے وجوب سے متعلق حدیث رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمومی دلیل:

(1) صحیح البخاری، کتاب الزکاۃ، باب إثم مانع الزکاۃ، (2/ 106)، حدیث (1403)، وکتاب التفسیر، باب قولہ تعالیٰ: ﴿وَلَا يَحْسَبَنَّ ٱلَّذِينَ يَبْخَلُونَ بِمَآ ءَاتَىٰهُمُ ٱللَّهُ مِن فَضْلِهِۦ﴾ [آل عمران:180]، (6/39)، حدیث (4565)، نیز دیکھئے: صحیح بخاری، کتاب الحیل، باب فی الزکاۃ وأن لا یفرق بین مجتمع ولا یجمع بین متفرق خشیۃ الصدقۃ، (9/23)، حدیث (6957)۔

سونے چاندی کے بارے میں نبی کریم ﷺ کا عام ارشاد ہے، خواہ وہ کسی بھی شکل میں ہوں:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: ''**مَا مِنْ صَاحِبِ ذَهَبٍ وَلَا فِضَّةٍ، لَا يُؤَدِّي مِنْهَا حَقَّهَا، إِلَّا إِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ، صُفِّحَتْ لَهُ صَفَائِحُ مِنْ نَارٍ، فَأُحْمِيَ عَلَيْهَا فِي نَارِ جَهَنَّمَ، فَيُكْوَى بِهَا جَنْبُهُ وَجَبِينُهُ وَظَهْرُهُ، كُلَّمَا بَرَدَتْ أُعِيدَتْ لَهُ، فِي يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهُ خَمْسِينَ أَلْفَ سَنَةٍ، حَتَّى يُقْضَى بَيْنَ الْعِبَادِ، فَيَرَى سَبِيلَهُ، إِمَّا إِلَى الْجَنَّةِ، وَإِمَّا إِلَى النَّارِ**''[1]۔

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول ﷺ نے فرمایا: جو بھی چاندی یا سونے کا مالک اس کی زکوٰۃ نہیں دیتا ہے، قیامت کے دن اس کے لئے آگ کی چٹانوں کے پرت بنائے جائیں گے، اور انہیں جہنم کی آگ میں تپایا جائے گا، پھر ان سے اس کی پیشانی، پہلو اور پیٹھ کو داغا جائے گا۔ جب بھی وہ ٹھنڈے ہوں گے، پھر تپائے جائیں گے، یہ اس وقت ہوگا جب دن پچاس ہزار سال کا ہوگا، بندوں کے درمیان فیصلہ ہونے تک اسے یہی عذاب ہوتا رہے گا، پھر وہ اپنا راستہ دیکھے گا، کہ جنت کی طرف ہے یا جہنم کی طرف۔

۴۔ زیورات میں زکاۃ کے وجوب اور عدم ادائیگی پر وعید کے سلسلہ میں وارد خاص احادیث:

الف: عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، أَنَّ امْرَأَةً أَتَتْ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ وَمَعَهَا ابْنَةٌ لَهَا، وَفِي يَدِ ابْنَتِهَا مَسَكَتَانِ غَلِيظَتَانِ مِنْ ذَهَبٍ، فَقَالَ لَهَا: ''**أَتُعْطِينَ زَكَاةَ هَذَا؟**''، قَالَتْ: لَا، قَالَ: ''**أَيَسُرُّكِ أَنْ يُسَوِّرَكِ اللَّهُ بِهِمَا**

---

① متفق علیہ: صحیح بخاری، کتاب الزکاۃ، باب اِثم مانع الزکاۃ، (2/106)، حدیث (1402)، صحیح مسلم، کتاب الزکاۃ، باب اِثم مانع الزکاۃ، (2/680)، حدیث (987)، نیز دیکھئے: کتاب الزکاۃ، باب اِثم مانع الزکاۃ، (2/685)، حدیث (988)۔

يَوْمَ الْقِيَامَةِ سِوَارَيْنِ مِنْ نَارٍ؟''، قَالَ: فَخَلَعَتْهُمَا، فَأَلْقَتْهُمَا إِلَى النَّبِيِّ ﷺ وَقَالَتْ: هُمَا لِلَّهِ عَزَّ وَجَلَّ وَلِرَسُولِهِ''(۱)۔

عمرو بن شعیب اپنے والد اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ ایک خاتون رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آئی، اس کے ساتھ اس کی ایک بچی بھی تھی، اور اس بچی کے ہاتھ میں سونے کے دو موٹے موٹے کڑے تھے، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا تم اس کی زکاۃ دیتی ہو؟ اس نے جواب دیا نہیں! آپ نے فرمایا: کیا تمہیں اس بات سے خوشی ہوگی کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن تمہیں ان دونوں کے بدلے آگ کے دو کڑے پہنائے؟ یہ سن کر اس نے ان دونوں کڑوں کو نکال کر اللہ کے نبی ﷺ کے حوالہ کر دیا، اور کہا: یہ دونوں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے لئے ہیں۔

ب: عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، أَنَّهُ قَالَ: إِنَّ امْرَأَتَيْنِ مِنْ أَهْلِ الْيَمَنِ أَتَتَا رَسُولَ اللهِ ﷺ وَعَلَيْهِمَا سِوَارَانِ مِنْ ذَهَبٍ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: ''**أَتُحِبَّانِ أَنْ يُسَوِّرَكُمَا اللهُ سِوَارَيْنِ مِنْ نَارٍ؟**'' قَالَتَا: لَا، وَاللهِ يَا رَسُولَ اللهِ، قَالَ: ''**فَأَدِّيَا حَقَّ اللهِ عَلَيْكُمَا فِي هَذَا**''(۲)۔

عمرو بن شعیب اپنے والد اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا:

---

① سنن أبي داود، كتاب الزكاة، باب الكنز ما هو وزكاة الحلي (2/95)، حديث (1563)، وسنن النسائي، كتاب الزكاة، باب زكاة الحلي (5/38)، حديث (2479)، یہ حدیث حسن ہے، دیکھئے: صحيح أبي داود - الأم (5/283)، حديث (1396)، وآداب الزفاف في السنة المطهرة (ص:256)، وإرواء الغليل (3/296)، وصحيح الترغيب والترهيب (1/471)، حدیث (768)، نیز دیکھئے: صحيح فقه السنة وأدلته وتوضيح مذاهب الأئمة (2/24)، وفتح الغفار الجامع لأحكام سنة نبينا المختار (2/805)، حدیث (2497)۔

② مسند أحمد طبع الرسالة (11/248)، حدیث (6667 حسن)، و(11/502)، حدیث (6901 حسن)، وجامع ترمذی (3/20)، حدیث (637)، حدیث حسن ہے، دیکھئے: صحيح الترغيب والترهيب (1/471)، حدیث (768)۔

یمن کی دو عورتیں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں آئیں، ان دونوں نے سونے کا کنگن پہن رکھا تھا، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا تم دونوں کو پسند ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں آگ کے دو کنگن پہنائے؟ دونوں نے کہا: نہیں! اللہ قسم نہیں! اے اللہ کے رسول، آپ ﷺ نے فرمایا: تو اس زیور میں تم دونوں پر جو اللہ کا حق واجب ہے اُسے ادا کردو۔

ج: عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ شَدَّادِ بْنِ الْهَادِ، أَنَّهُ قَالَ: دَخَلْنَا عَلَى عَائِشَةَ، زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَتْ: دَخَلَ عَلَيَّ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَرَأَى فِي يَدَيَّ فَتَخَاتٍ مِنْ وَرِقٍ، فَقَالَ: ''**مَا هَذَا يَا عَائِشَةُ؟**''، فَقُلْتُ: صَنَعْتُهُنَّ أَتَزَيَّنُ لَكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ، قَالَ: ''**أَتُؤَدِّينَ زَكَاتَهُنَّ؟**''، قُلْتُ: لَا، أَوْ مَا شَاءَ اللَّهُ، قَالَ: ''**هُوَ حَسْبُكِ مِنَ النَّارِ**''[1]۔

عبد اللہ بن شداد بن الہاد بیان کرتے ہیں کہ ہم زوجۂ نبی ﷺ مائی عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئے، تو انہوں نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ میرے پاس تشریف لائے اور میرے ہاتھوں میں چاندی کی بلانگینہ انگوٹھیاں دیکھیں، اور فرمایا: عائشہ! یہ کیا ہے؟ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! آپ کے لئے سنورنے کی غرض سے انہیں پہن لیا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تم ان کی زکاۃ ادا کرتی ہو؟ میں نے جواب دیا: نہیں! یا کچھ جو اللہ چاہتا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: یہ تمہارے حق میں آگ کے لئے کافی ہے۔

محدث العصر علامہ البانی رحمہ اللہ اس حدیث کے بارے میں فرماتے ہیں:

---

(1) سنن أبي داود (2/ 95)، حدیث (1565)، وسنن الدارقطني (2/ 497)، حدیث (1951)، والسنن الکبریٰ للبیہقی (4/235)، حدیث (7547)، یہ حدیث صحیح ہے، دیکھئے: صحیح أبي داود- الأم (5/ 284)، حدیث (1398)، وآداب الزفاف في السنة المطہرة (ص: 264)، وإرواء الغلیل (3/ 296)، وصحیح الترغیب والترہیب (1/ 472)، حدیث (769)، وفتح الغفار الجامع لأحکام سنة نبینا المختار (2/ 806)، حدیث (2499)۔

زیورات میں زکاۃ کے وجوب کے سلسلہ میں یہ حدیث صریح ہے [1]۔

د: عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ يَزِيدَ، قَالَتْ: دَخَلْتُ أَنَا وَخَالَتِي عَلَى النَّبِيِّ ﷺ وَعَلَيْهَا أَسْوِرَةٌ مِنْ ذَهَبٍ، فَقَالَ لَنَا: " **أَتُعْطِيَانِ زَكَاتَهُ؟** " **قَالَتْ: فَقُلْنَا: لَا، قَالَ:** **"أَمَا تَخَافَانِ أَنْ يُسَوِّرَكُمَا اللهُ أَسْوِرَةً مِنْ نَارٍ؟ أَدِّيَا زَكَاتَهُ"** [2]۔

اسماء بنت یزید بیان کرتی ہیں کہ میں اور میری خالہ دونوں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں، میری خالہ سونے کے کنگن پہنے ہوئے تھیں، تو آپ ﷺ نے ہم سے فرمایا: کیا تم دونوں اس کی زکاۃ دیتی ہو؟ ہم نے جواب دیا: نہیں! آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تم دونوں کو ڈر نہیں لگتا کہ اللہ تعالیٰ تمہیں آگ کے کنگن پہنا دے؟ اس کی زکاۃ ادا کردو۔

د: زیورات میں زکاۃ کے وجوب اور ادائیگی کی صریح عملی دلیل:

عَنِ الشَّعْبِيِّ قَالَ: سَمِعْتُ فَاطِمَةَ بِنْتَ قَيْسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا تَقُولُ: أَتَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ بِطَوْقٍ فِيهِ سَبْعُونَ مِثْقَالًا مِنْ ذَهَبٍ ، فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ ، خُذْ مِنْهُ الْفَرِيضَةَ الَّتِي جَعَلَ اللَّهُ فِيهِ. قَالَتْ: فَأَخَذَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مِثْقَالًا وَثَلَاثَةَ أَرْبَاعِ مِثْقَالٍ فَوَجَّهَهُ .... قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ ، رَضِيتُ لِنَفْسِي مَا رَضِيَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ بِهِ وَرَسُولُهُ ﷺ" [3]۔

شعبی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا کو بیان کرتے ہوئے سنا کہ: میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ایک طوق لے کر آئی جو ستر (۷۰) مثقال سونے کا

---

① آداب الزفاف فی السنۃ المطہرۃ (ص:264)۔

② مسند أحمد طبع الرسالۃ (45/ 586)، حدیث (27614)، یہ حدیث صحیح لغیرہ ہے، دیکھئے: صحیح الترغیب والترہیب (1/ 473)، حدیث (770)، وفتح الغفار الجامع لأحکام سنۃ نبینا المختار (2/ 806)، حدیث (2501)۔

③ جزء فیہ أحادیث ابن حیان المعروف بأبی الشیخ الاصبھانی، لابن مردویہ (ص:83)، حدیث (30)، یہ حدیث صحیح ہے، اسے محدث عصر علامہ البانی رحمہ اللہ نے صحیح قرار دیا ہے، دیکھئے: سلسلۃ الأحادیث الصحیحۃ (6/ 1183)، حدیث (2978)۔

تھا، میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ اس طوق میں سے اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ فرض زکاۃ لے لیجئے ۔ بیان کرتی ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے اس میں سے (1.75 مثقال) یعنی پونے دو مثقال زکاۃ لے لی اور اسے بھیج دیا۔۔۔ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ میں اپنی ذات کے لئے اس بات سے خوش ہوں جس سے اللہ اور اس کے رسول ﷺ راضی ہیں ۔

علامہ البانی رحمہ اللہ اس حدیث کی تخریج کے بعد فرماتے ہیں:

''اس حدیث میں اس بات کی صریح دلیل ہے کہ عورتوں کے زیورات میں زکاۃ کا وجوب عہد رسالت میں معروف تھا...اسی لئے فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا اپنا طوق نبی کریم ﷺ کی خدمت میں لے کر آئیں، تاکہ آپ ﷺ اس کی زکاۃ لے لیں''[1]۔

۵۔ زیورات میں زکاۃ کے وجوب پر صحابہ کرام کے آثار[2]:

الف: اثر عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ:

عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ قَالَ: سَأَلَتْهُ امْرَأَةٌ عَنْ حُلِيٍّ، لَهَا فِيهِ زَكَاةٌ؟ قَالَ: ''إِذَا بَلَغَ مِائَتَيْ دِرْهَمٍ فَزَكِّيهِ''، قَالَتْ: إِنَّ فِي حِجْرِي يَتَامَى لِي أَفَأَدْفَعُهُ إِلَيْهِمْ؟ قَالَ: ''نَعَمْ''[3]۔

عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک خاتون نے اُن سے اپنے زیورات کے بارے میں پوچھا: کہ کیا اس میں زکاۃ ہے؟ تو انہوں نے فرمایا: جب دوسو درہم پہنچ

---

① سلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ وشیء من فقہہا وفوائدہا للالبانی (6/1185)۔

② ان تمام آثار کو محققین نے صحیح یا حسن قرار دیا ہے، دیکھئے: جامع أحکام النساء (2/153-157)، وصحیح فقہ السنہ وأدلتہ وتوضیح مذاھب الأئمۃ (2/25-26)۔

③ مصنف عبد الرزاق الصنعانی (4/83)، حدیث (7055)۔

جائے تو اس کی زکاۃ نکال دیا کرو‘‘ اُس خاتون نے پھر پوچھا: میری کفالت میں کچھ ایتام ہیں، کیا میں وہ زکاۃ انہیں دے سکتی ہوں؟ انہوں نے کہا: ہاں۔

ب: اثر عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ:

عَنْ شُعَيْبٍ قَالَ: كَتَبَ عُمَرُ إِلَى أَبِي مُوسَى أَنْ ''أْمُرْ مَنْ قِبَلَكَ مِنْ نِسَاءِ الْمُسْلِمِينَ، أَنْ يُصَدِّقْنَ مِنْ حُلِيِّهِنَّ ...''[۱]۔

شعیب بیان کرتے ہیں کہ عمر رضی اللہ عنہ نے ابوموسیٰ کو خط لکھا کہ: اپنے یہاں کی مسلمانوں کی عورتوں کو حکم دو کہ وہ اپنے زیورات کی زکاۃ نکالیں۔

ج: اثر عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ:

عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ أَنَّهُ كَانَ يَكْتُبُ إِلَى خَازِنِهِ سَالِمٍ أَنْ يُخْرِجَ زَكَاةَ حُلِيِّ بَنَاتِهِ كُلَّ سَنَةٍ''[۲]۔

عمرو بن شعیب اپنے والد اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ وہ اپنے خازن سالم کو لکھا کرتے تھے کہ وہ اپنی بیٹیوں کے زیورات کی زکاۃ ہر سال نکال دیا کریں۔

د: اثر عائشہ رضی اللہ عنہا:

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ: ''لَا بَأْسَ بِلُبْسِ الْحُلِيِّ إِذَا أُعْطِيَ زَكَاتُهُ''[۳]۔

اماں عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا: زیورات پہننے میں کوئی حرج

---

① مصنف ابن أبي شيبة (2/ 382)، حديث (10160)، والسنن الكبرى للبيهقي (4/ 234)، حديث (7544)، والتاريخ الكبير للبخاري (4/ 217)، نمبر (2556)۔

② السنن الكبرى للبيهقي (4/ 234)، حديث (7545)، وسنن الدارقطني (2/ 500)، حديث (1957)۔

③ السنن الكبرى للبيهقي (4/ 234)، حديث (7545)، وسنن الدارقطني (2/ 500)، حديث (1956)، اس کی سند صحیح ہے، دیکھئے: فتح الغفار الجامع لأحكام سنة نبينا المختار (1/ 280)، حديث (875)، والبدر المنير (5/ 582)۔

نہیں، بشرطیکہ اس کی زکاۃ ادا کی جائے۔

حضرات تابعین سعید بن المسیب، سعید بن جبیر، إبراہیم النخعی، عطاء بن أبو رباح، محمد بن شہاب زہری، عبد اللہ بن شداد، اور سفیان الثوری وغیرہ کا بھی یہی موقف ہے کہ زیورات میں زکاۃ واجب ہے[۱]۔

ترجیح:

مسئلہ میں اہل علم کے دونوں اقوال اور ان کے دلائل کا جائزہ لینے سے جو بات راجح معلوم ہوتی ہے (واللہ اعلم) وہ یہ ہے کہ حسب ذیل وجوہات کی بنا پر زیورات میں زکاۃ واجب ہے:

۱۔ مجموعی طور پر وجوب کے دلائل عدم وجوب کے دلائل سے زیادہ، واضح، قوی اور ٹھوس ہیں۔

۲۔ وجوب کے سلسلہ میں کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ کے عمومی دلائل موجود ہیں، جن کا کوئی قابل اعتبار مخصص نہیں ہے[۲]، جبکہ عدم وجوب کے سلسلہ میں کتاب اللہ کی کوئی عمومی نص یا عام صحیح مرفوع حدیث بھی موجود نہیں ہے۔

۳۔ وجوب کے سلسلہ میں نبی کریم ﷺ کی ایک سے زائد مرفوع صحیح اور حسن احادیث موجود ہیں، جبکہ عدم وجوب کے سلسلہ میں کوئی مرفوع حدیث سوائے جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث کے موجود نہیں ہے، اور اُسے محققین نے باطل و بے اصل قرار دیا ہے۔

۴۔ عدم وجوب کے سلسلہ میں صحابہ و تابعین کے جو آثار موجود ہیں، وجوب کے دلائل کے بالمقابل اُن کی معقول توجیہ و تعلیل کی جانی ممکن ہے[۳] برخلاف عدم وجوب کے دلائل کے

---

① دیکھئے: جامع أحکام النساء (2/156-157)، وصحیح فقہ السنہ وأدلتہ وتوضیح مذاہب الأئمۃ (2/25-26)۔

② دیکھئے: الموسوعۃ الفقہیۃ المیسرۃ فی فقہ الکتاب... (3/39)، والفقہ المیسر فی ضوء الکتاب والسنۃ (1/129)۔

③ دیکھئے: مصنف عبد الرزاق الصنعانی (4/83)، اثر (7052)، نیز دیکھئے: الجامع فی احکام النساء (2/150)، حاشیہ (۱)۔

بالمقابل وجوب کے دلائل کی۔

۵۔ عدم وجوب کے سلسلہ میں وارد آثار صحابہ وتابعین اور تعلیلات، وجوب کے دلائل پر اثر انداز نہیں ہوسکتے۔ چنانچہ علامہ امیر صنعانی رحمہ اللہ عدم وجوب کے سلسلہ میں وارد آثار کے بارے میں فرماتے ہیں:

"...وَلَكِنْ بَعْدَ صِحَّةِ الْحَدِيثِ لَا أَثَرَ لِلْآثَارِ"[1]۔

لیکن حدیث صحیح ہونے کے بعد اِن آثار کا کوئی اثر نہیں۔

۶۔ وجوب پر عمل کرنا شرعاً زیادہ قرین احتیاط واطمینان ہے، نیز اس میں مومن کے لئے اپنی ذمہ داری سے بری الذمہ ہونے کا پہلو موجود ہے، واللہ اعلم[2]۔

خامساً: موجودہ کاغذی ودھاتی کرنسیوں کی زکاۃ:

الف: کاغذی (اور دھاتی) کرنسیوں کی کیفیت:

چونکہ موجودہ دور میں سونے چاندی سے لین دین کا طریقہ تقریباً بالکلیہ ختم ہو چکا ہے، اور لوگ ان کے بدلے ممالک میں رائج کاغذی کرنسیوں (نوٹوں) کے ذریعہ کاروباری اور دیگر لین دین کے معاملات کرنے لگے ہیں، اس لئے اہل علم کے مابین اس سلسلہ میں خاصا اختلاف ہے کہ ان کاغذی نوٹوں کی کیفیت اور حیثیت کیا ہے؟ چنانچہ ان کی کیفیت کے سلسلہ میں متاخرین فقہاء امت کی حسب ذیل پانچ رائیں ہیں:

---

① سبل السلام، للامیر الصنعانی (1 / 533)۔

② قدیم وجدید اہل علم کی ایک بڑی جماعت نے الحمدللہ زیورات میں زکاۃ کے وجوب کو راجح قرار دیا ہے۔ دیکھئے: تحفۃ الأحوذی (3 / 226)، ومرعاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح (6 / 166)، وأضواء البیان، للشنقیطی، 2 / 457، وسلسلۃ الأحادیث الصحیحۃ، للألبانی رحمہ اللہ، 6 / 1185، حدیث (2978) کے تحت، وفتاوی اللجنۃ الدائمۃ للبحوث العلمیۃ والافتاء، 9 / 61-68، ومجموع فتاوی ابن عثیمین، 18 / 116-172، ومجموع فتاوی ابن باز، 14 / 8884)، والوجیز فی فقہ السنۃ والکتاب العزیز (ص:218)۔

۱۔ یہ کاغذی نوٹ، جاری کرنے والوں کی طرف سے قرض کی رسیدیں ہیں۔

۲۔ یہ کاغذی نوٹ، تجارتی اموال اور سامانوں میں سے ایک مال اور سامان ہیں۔

۳۔ یہ کاغذی نوٹ، سونے اور چاندی کے علاوہ سے بنائے گئے سکوں کے مشابہ ہیں، جیسے تانبے، پیتل وغیرہ کے سکے ہوا کرتے ہیں۔

۴۔ یہ کاغذی نوٹ، سونے چاندی سے نکلے ہیں اور انہی کا بدل ہیں۔

۵۔ یہ کاغذی نوٹ، سونے چاندی کے مثل ایک مستقل کرنسی ہیں۔

سعودی عرب کے کبار علماء بورڈ کی اکثریت نے اس آخری کیفیت کو قریب تر اور مناسب قرار دیا ہے[1]۔

ب: کاغذی کرنسیوں (نوٹوں) کا نصاب:

اب ان کرنسیوں کے نصاب کے بارے میں اہل علم کا اختلاف ہے کہ آیا ان کا نصاب چاندی کا نصاب ہوگا یا سونے کا نصاب؟ یعنی زکاۃ نکالنے میں چاندی کے نصاب کا اعتبار کیا جائے گا یا سونے کے نصاب کا؟

۱۔ بعض اہل علم کا کہنا ہے کہ ان کی زکاۃ چاندی کے نصاب کے اعتبار سے نکالی جائے گی، کیونکہ چاندی کا نصاب متفق علیہ ہے، نیز اس لئے کہ چاندی کے نصاب کا اعتبار کرنا فقراء ومحتاجوں کے حق میں زیادہ نفع بخش ہے۔

۲۔ اور بعض اہل علم کا کہنا ہے کہ ان کی زکاۃ سونے کے نصاب کے اعتبار سے نکالی جائے گی، کیونکہ عہد نبوی اور اس کے بعد کے ادوار میں چاندی کی قیمت میں خاصی تبدیلی آچکی ہے، بلکہ اس کی قیمت وحیثیت نہایت معمولی رہ گئی ہے، اس کے برخلاف سونے کی قیمت بڑی حد تک

---

① دیکھئے: أبحاث ہیئۃ کبار العلماء (1/53) و (1/88)، قرار نمبر (10) بتاریخ 17/8/1393ھ۔ نیز، ڈاکٹر یوسف قرضاوی کی بھی یہی رائے ہے۔ نیز دیکھئے: صحیح فقہ السنۃ وأدلتہ وتوضیح مذاہب الأئمۃ (2/20)۔

ثابت اور باقی ہے، نیز اس لئے بھی کہ سونے کا نصاب دیگر اموال زکاۃ کے نصاب سے قریب ہے، جیسے پانچ اونٹ، اور چالیس بکریاں وغیرہ، بھلا یہ کیونکر معقول ہوسکتا ہے کہ شریعت چار اونٹ اور انتالیس بکریوں کے مالک کو فقیر قرار دیکر اُس پر زکاۃ فرض نہ کرے اور چاندی کے نصاب کے بقدر روپیوں کے مالک کو مالدار قرار دیگر اُس پر زکاۃ فرض کرے، جس سے ایک بکری بھی خریدنا ممکن نہیں؟؟

اوران شاء اللہ یہی موقف زیادہ موزوں، بہتر اور مبنی برعدل ہے [۱]۔

۳۔ جبکہ بعض اہل علم کی ایک تیسری رائے یہ ہے کہ ان کی زکاۃ سونے چاندی دونوں میں سے کم تر نصاب کے اعتبار سے نکالی جائے گی، یعنی سونے کے نصاب کی قیمت اور اسی طرح چاندی کے نصاب کی قیمت کا حساب کیا جائے گا اور دونوں میں سے کم تر نصاب کا اعتبار کر کے کاغذی کرنسی سے زکاۃ نکالی جائے گی۔ کیونکہ ایسا کرنا فقراء کے حق میں بہتر ہوگا، زکاۃ دینے والا بھی بری الذمہ ہوجائے گا، اور مذکورہ دونوں اقوال میں تطبیق بھی ہوجائے گی۔

اس رائے کو عبد اللہ بن منصور الغفیلی نے اپنی کتاب میں راجح قرار دیا ہے، [۲] لیکن ساتھ ہی حاشیہ میں اس سے عدم اطمینان کا اظہار کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اگر یہ کہا جائے کہ کاغذی کرنسیوں کے نصاب میں سونے اور چاندی کے نصاب کی درمیانی قیمت کا اعتبار کیا جائے گا، تو ایک بہتر بات ہوگی، لیکن میرے علم کے مطابق موجودہ دور کے فقہاء میں سے یہ بات کسی نے نہیں کہی ہے، لہٰذا مسئلہ ابھی مزید غور و تامل کا متقاضی ہے [۳]۔

---

① جیسا کہ شیخ ابو مالک کمال بن السید سالم نے ذکر کیا ہے، دیکھئے: صحیح فقہ السنۃ وأدلتہ وتوضیح مذاہب الأئمۃ، مع تعلیقات فقہیۃ معاصرۃ: لفضیلۃ الشیخ محمد ناصر الدین الألبانی، وفضیلۃ الشیخ عبد العزیز بن باز، وفضیلۃ الشیخ محمد بن صالح العثیمین رحمہم اللہ (2/ 23)، نیز دیکھئے: فقہ الزکاۃ للقرضاوی (1/ 263)، والفقہ الاسلامی وأدلتہ للزحیلی (3/ 1834)۔

② نوازل الزکاۃ "دراسۃ فقہیۃ تاصیلیۃ لمستجدات الزکاۃ" (ص: 161)۔

③ دیکھئے: نوازل الزکاۃ "دراسۃ فقہیۃ تاصیلیۃ لمستجدات الزکاۃ" (ص: 161-162) حاشیہ۔

ج: کاغذی کرنسیوں کی زکاۃ اوراس کے شرائط:

چونکہ کاغذی کرنسیاں سونے چاندی کی طرح مستقل بالذات کرنسیاں اور مال ہیں، اوران سے وہ سارے مالی معاملات انجام پاتے ہیں، جو سونے چاندی یعنی درہم ودینار سے انجام پاتے ہیں، لہٰذا ان کی حیثیت سونے چاندی جیسی ہے، اورجب یہ سونے کے نصاب کو پہنچ جائیں تو مطلوبہ شرائط کے ساتھ ان کی زکاۃ نکالنا فرض ہے، کیونکہ اللہ کا فرمان عام اورشامل ہے:

﴿خُذْ مِنْ أَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيهِم بِهَا﴾[التوبۃ:103]۔

آپ ان کے مالوں میں سے صدقہ لے لیجئے، جس کے ذریعہ سے آپ ان کو پاک صاف کردیں۔

اسی طرح نبی کریم ﷺ کا ارشاد عام اورشامل ہے:

"... فَأَخْبِرْهُمْ أَنَّ اللَّهَ فَرَضَ عَلَيْهِمْ زَكَاةً مِنْ أَمْوَالِهِمْ وَتُرَدُّ عَلَى فُقَرَائِهِمْ، ..."(١)۔

...انہیں بتانا کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر اُن کے مالوں میں زکوٰۃ فرض کی ہے جو ان کے مالداروں سے لی جائے گی اورانہیں کے فقیروں میں تقسیم کردی جائے گی۔

اوراس میں ادنیٰ شک نہیں موجودہ کاغذی نوٹ، کرنسیاں مال ہیں، بلکہ تمام ترلین دین کے معاملات میں وہی اصل اورمتداول ہیں(٢)۔

اورکاغذی کرنسیوں میں وجوب زکاۃ وہی شرطیں ہیں جو سونے چاندی میں وجوب زکاۃ کی شرطیں

---

① صحیح البخاری، کتاب الزکاۃ، باب لا تؤخذ کرائم أموال الناس فی الصدقۃ، (2/119)، حدیث (1458)، وصحیح مسلم، کتاب الایمان، باب الدعاء إلی الشہادتین وشرائع الاسلام (1/51)، حدیث (19)۔

② دیکھئے: أبحاث ہیئۃ کبار العلماء، (1/88)، والشرح الممتع لابن عثیمین، 4/99، ومجموع فتاوی ابن باز، (14/125)۔

ہیں،یعنی مالک نصاب ہونا،یعنی (92) گرام سونے کے برابر ہونااوراس پرایک ہجری سال گزرنا، اور جب یہ دونوں شرطیں پائی جائیں تو دسویں کے چوتھائی حصہ (2.5%) کے حساب سے زکاۃ نکالی جائے گی،جیسا کہ سونے چاندی کے ضمن میں تفصیلات گزر چکی ہیں۔

[۴] سامان تجارت یااموال تجارت کی زکاۃ:

اولاً: اموال تجارت کامفہوم:

اموال تجارت یاسامان تجارت سے مراد نقد روپئے اور سونے چاندی کے علاوہ دیگر تمام سامان ہیں جنہیں انسان خرید وفروخت کے لئے رکھتا ہے،تاکہ اُسے نفع حاصل ہواور وہ کمائی کرسکے [۱]۔

ثانیاً: اموال تجارت میں زکاۃ کاوجوب:

سامان تجارت میں زکاۃ کاوجوب،کتاب وسنت اوراجماع سے ثابت ہے:

۱۔ چنانچہ اللہ سبحانہ وتعالی کاارشاد ہے:

﴿يَـٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓا۟ أَنفِقُوا۟ مِن طَيِّبَـٰتِ مَا كَسَبْتُمْ وَمِمَّآ أَخْرَجْنَا لَكُم مِّنَ ٱلْأَرْضِ﴾ [البقرۃ:267]۔

اے ایمان والو! اپنی پاکیزہ کمائی میں سے اور زمین میں سے تمہارے لئے ہماری نکالی ہوئی چیزوں میں سے خرچ کرو۔

اس آیت کریمہ کی تفسیر میں ﴿مَا كَسَبْتُمْ﴾ کامعنیٰ بیان کرتے ہوئے امام مجاہد فرماتے ہیں کہ: اس سے مراد تجارت ہے،اورایک روایت میں ہے کہ حلال تجارت ہے [۲]۔

---

① لسان العرب،7/170،ومختار الصحاح،ص:178،ومعجم لغۃ الفقہاء لمحمد رواس قلعہ جی،ص 278،والقاموس الفقہی: لغۃ واصطلاحاً،سعدی أبوحبیب،ص 247،والمغنی لابن قدامۃ (3/58)،والشرح الممتع علی زاد المستقنع (6/138)،والموسوعۃ الفقہیۃ،23/268،وصحیح فقہ السنۃ وأدلتہ وتوضیح مذاہب الأئمۃ (2/52)۔

② تفسیر الطبری (5/556)،نمبر (6121-6124،6127)۔

اور امام بغوی نے ابن مسعود اور مجاہد سے نقل کیا ہے کہ اس سے مراد: تجارت وصناعت کے ذریعہ حلال کمائی ہے[1]۔

اور امام بخاری رحمہ اللہ ترجمۃ الباب میں لکھتے ہیں:

''بَابُ صَدَقَةِ الكَسْبِ وَالتِّجَارَةِ، لِقَوْلِهِ تَعَالَى: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَنفِقُوا مِن طَيِّبَاتِ مَا كَسَبْتُمْ﴾ إِلَى قَوْلِهِ ﴿أَنَّ اللَّهَ غَنِيٌّ حَمِيدٌ ﴿٢٦٧﴾﴾ [البقرة:267]''[2]۔

کمائی اور تجارت کی زکاۃ کا بیان، کیونکہ اللہ کا ارشاد ہے: اے ایمان والو! اپنی پاکیزہ کمائی میں سے اور زمین میں سے تمہارے لئے ہماری نکالی ہوئی چیزوں میں سے خرچ کرو ۔۔۔۔اللہ تعالیٰ بے پرواہ اور خوبیوں والا ہے۔تک

۲۔ نیز ارشاد باری ہے:

﴿خُذْ مِنْ أَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيهِم بِهَا﴾ [التوبۃ:103]۔

آپ ان کے مالوں میں سے صدقہ لے لیجئے، جس کے ذریعہ سے آپ ان کو پاک صاف کردیں۔

امام قرطبی رحمہ اللہ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں: یہ آیت مطلق ہے، لہٰذا تمام مالوں سے زکاۃ لی جائے گی[3]۔

اور حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو مسلمانوں کے اموال سے

---

① تفسیر البغوی (1 / 364)، نیز دیکھئے: تفسیر ابن کثیر تحقیق سامی سلامۃ (1 / 697)، والمحرر الوجیز فی تفسیر الکتاب العزیز (1 /362)۔

② صحیح البخاری (2 /115)، نیز دیکھئے: فتح الباری لابن حجر (3 /307)، وسبل السلام (1 / 534)۔

③ الجامع لأحکام القرآن، للقرطبی، 8 /228)۔

زکاۃ لینے کا حکم دیا ہے، اور یہ حکم عام ہے [۱]۔

۳۔ نیز ارشاد باری ہے:

﴿وَفِيٓ أَمۡوَٰلِهِمۡ حَقّٞ لِّلسَّآئِلِ وَٱلۡمَحۡرُومِ ١٩﴾ [الذاریات:19]۔

اور ان کے مال میں مانگنے والوں کا اور سوال سے بچنے والوں کا حق ہے۔

اس آیت کریمہ میں اموال کا لفظ عام ہے، اس میں فقراء ومحتاجین کا حق ہے جو زکاۃ وصدقہ سے دیا جائے گا [۲]۔

علامہ ابن عثیمین رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

سامان تجارت میں زکاۃ واجب ہے، کیونکہ وہ اموال کے عموم میں داخل ہے [۳]۔

۴۔ سنت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

"... فَأَخْبِرْهُمْ أَنَّ اللَّهَ فَرَضَ عَلَيْهِمْ زَكَاةً مِنْ أَمْوَالِهِمْ وَتُرَدُّ عَلَى فُقَرَائِهِمْ، ..." [۴]۔

...انہیں بتانا کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر اُن کے مالوں میں زکوٰۃ فرض کی ہے جو ان کے مالداروں سے لی جائے گی اور انہیں کے فقیروں میں تقسیم کر دی جائے گی۔

علامہ ابن عثیمین رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

حدیث میں اموال عام ہے، اور اس میں کوئی شک نہیں کہ سامان تجارت مال ہے [۵]۔

---

① تفسیر ابن کثیر (4/207)۔

② تفسیر ابن کثیر ت سلامۃ (7/418)، وتیسیر الکریم الرحمن (ص:809)۔

③ الشرح الممتع علی زاد المستقنع (6/138)۔

④ صحیح البخاری، کتاب الزکاۃ، باب لا تؤخذ کرائم أموال الناس في الصدقۃ، (2/119)، حدیث (1458)، وصحیح مسلم، کتاب الایمان، باب الدعاء إلی الشہادتین وشرائع الاسلام (1/51)، حدیث (19)۔

⑤ الشرح الممتع علی زاد المستقنع (6/138)۔

۵۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: بَعَثَ رَسُولُ اللهِ ﷺ عُمَرَ عَلَى الصَّدَقَةِ، فَقِيلَ: مَنَعَ ابْنُ جَمِيلٍ، وَخَالِدُ بْنُ الْوَلِيدِ، وَالْعَبَّاسُ عَمُّ رَسُولِ اللهِ ﷺ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: **''مَا يَنْقِمُ ابْنُ جَمِيلٍ إِلَّا أَنَّهُ كَانَ فَقِيرًا فَأَغْنَاهُ اللهُ، وَأَمَّا خَالِدٌ فَإِنَّكُمْ تَظْلِمُونَ خَالِدًا، قَدِ احْتَبَسَ أَدْرَاعَهُ وَأَعْتَادَهُ فِي سَبِيلِ اللهِ، وَأَمَّا الْعَبَّاسُ فَهِيَ عَلَيَّ، وَمِثْلُهَا مَعَهَا''**[1]۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے عمر رضی اللہ عنہ کو زکاۃ وصول کرنے کے لئے بھیجا، تو بتلایا گیا کہ ابن جمیل، خالد بن ولید اور رسول اللہ ﷺ کے چچا عباس رضی اللہ عنہم نے زکاۃ روک لی ہے، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ابن جمیل کے زکاۃ وصول کرنے والے پر غضبناک ہونے کی وجہ صرف ناشکری ہے، کیونکہ وہ فقیر تھے پھر اللہ نے انہیں مالدار بنا دیا، اور جہاں تک خالد کا معاملہ ہے تو تم سب خالد پر ظلم کر رہے ہو، اُنہوں نے اپنی زرہیں اور آلات حرب، ہتھیار اور گھوڑے وغیرہ اللہ کی راہ میں وقف کر رکھا ہے، اور رہا مسئلہ عباس کا، تو اُن کی زکاۃ اور اسی کے مثل مزید میرے ذمہ ہے۔ (یعنی میں نے اُن سے دو سالوں کی زکاۃ پیشگی لے لی ہے)[2]۔

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

صحابہ نے خالد رضی اللہ عنہ سے یہ سمجھ کر زکاۃ کا مطالبہ کیا تھا کہ وہ تمام سامان تجارت کے لئے ہیں اور سامان تجارت میں زکاۃ واجب ہے، تو خالد نے انہیں جواب دیا کہ مجھ پر زکاۃ واجب نہیں

---

① صحیح البخاری، کتاب الزکاۃ، باب قول اللہ تعالیٰ: ﴿وَفِي الرِّقَابِ وَالْغَارِمِينَ وَفِي سَبِيلِ اللَّهِ﴾ [التوبۃ:60] (2/122)، حدیث (1468)، وصحیح مسلم بلفظہ، کتاب الزکاۃ، باب فی تقدیم الزکاۃ ومنعہا، (2/676)، حدیث (983)۔

② دیکھئے: إرواء الغلیل (3/346)، حدیث (857)۔

ہے، چنانچہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے شکایت کی کہ خالد نے زکاۃ روک لی ہے، تب رسول اللہ ﷺ نے انہیں بتلایا کہ تمہارا انہیں منع زکاۃ کا مورد ٹھہرانا بے جا ہے، اور ساتھ ہی انہیں حقیقت حال سے آگاہ فرمایا۔۔۔ اور بعض علماء نے اس حدیث سے یہ مسئلہ مستنبط کیا ہے کہ سامان تجارت کی زکاۃ واجب ہے، اور یہی قدیم وجدید جمہور علماء کا مسلک ہے، سوائے امام داود ظاہری کے [۱]۔

اور امام خطابی فرماتے ہیں:

اس حدیث میں اس بات کی دلیل ہے کہ تجارت کی غرض سے تیار کردہ اموال میں زکاۃ واجب ہے، اور اس پر اہل علم کا تقریباً اجماع ہے، جبکہ بعض متاخرین اہل ظاہر کا خیال ہے کہ اس میں زکاۃ نہیں ہے، حالانکہ اس کے پہلے اجماع ہو چکا ہے [۲]۔

ان دلائل کتاب وسنت سے واضح ہوتا ہے کہ اموال تجارت میں زکاۃ واجب ہے۔

اسی طرح اموال تجارت میں زکاۃ کے وجوب پر اہل علم کا اجماع ہے [۳]۔

ثالثاً: اموال تجارت میں زکاۃ کی شرطیں:

اموال تجارت میں وجوب زکاۃ کی کچھ شرطیں ہیں، جنہیں ملحوظ رکھنا ضروری ہے:

پہلی شرط: یہ ہے کہ سامانوں میں تجارت کی نیت ہو، کیونکہ سامان مختلف مقاصد کے لئے ہو سکتے ہیں، لہٰذا تجارت کی نیت کے ذریعہ وہ سامان اموال تجارت معتبر ہوں گے، اور اس نیت کا اعتبار پورے سال میں کیا جائے گا، لہٰذا اگر پورے سال ان سامانوں میں تجارت کی نیت ہوگی تو زکاۃ واجب ہوگی، چنانچہ نیت کے سلسلہ میں نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

---

① شرح النووی علی مسلم (7/56)، نیز دیکھئے: فتح الباری لابن حجر، (3/333)۔

② معالم السنن للامام الخطابی (2/53)۔

③ دیکھئے: الاجماع لابن المنذر (ص:48)، نمبر (115)، والاقناع لابن المنذر (1/178)، والتمہید لما فی الموطا من المعانی والأسانید لابن عبد البر (17/132)۔

''إِنَّمَا الأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ، وَإِنَّمَا لِكُلِّ امْرِئٍ مَا نَوَى''[1]۔

یقیناً اعمال کادارومدار نیتوں پر ہے، اور ہر آدمی کے لئے وہی ہے جس کی وہ نیت کرے۔

دوسری شرط: یہ ہے کہ اموال تجارت کی قیمت نصاب کو پہنچے، یعنی بیس دینار کے برابر ہو جس کی موجودہ پیمائش (92) گرام سونا ہے، لہٰذا اموال تجارت میں زکاۃ کے وجوب کے لئے اُس کا (92) گرام سونے کی قیمت کے برابر یا اس سے زائد ہونا ضروری ہے[2]۔

تیسری شرط: یہ ہے کہ مال تجارت پر ایک ہجری سال گزرے، جیسا کہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: سَمِعْتُ رَسُول اللَّهِ ﷺ يَقُولُ: ''لَا زَكَاةَ فِي مَالٍ حَتَّى

---

① متفق علیہ: صحیح بخاری، کتاب بدأ الوحی، باب کیف کان بدء الوحی إلی رسول اللہ ﷺ (1 / 6)، حدیث (۱)، وصحیح مسلم، کتاب الامارۃ، باب قولہ ﷺ: إنما الأعمال بالنیۃ، حدیث (1907)۔

② عموماً علماء کرام نے سامان تجارت کے نصاب کے بارے میں لکھا ہے کہ سونے اور چاندی میں سے کمتر نصاب کی قیمت کے برابر ہو، کیونکہ یہ چیز مستحقین زکاۃ کے حق میں زیادہ بہتر ہے، لیکن سلف کے آثار سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ وہ سامان تجارت کی زکاۃ میں سونے کی قیمت کا اعتبار کیا کرتے تھے، چنانچہ عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ کا ایک اثر ملاحظہ فرمائیں:

عَنْ زُرَيْقِ بْنِ حَيَّانَ ... أَنَّ عُمَرَ بْنَ عَبْدِ الْعَزِيزِ كَتَبَ إِلَيْهِ:'' أَنِ انْظُرْ مَنْ مَرَّ بِكَ مِنَ الْمُسْلِمِينَ؛ فَخُذْ مِمَّا ظَهَرَ مِنْ أَمْوَالِهِمْ مِمَّا يُدِيرُونَ مِنَ التِّجَارَاتِ، مِنْ كُلِّ أَرْبَعِينَ دِينَاراً دِينَاراً، فَمَا نَقَصَ فَبِحِسَابِ ذلِكَ، حَتَّى تَبْلُغَ عِشْرِينَ دِينَاراً، فَإِنْ نَقَصَتْ ثُلُثَ دِينَارٍ، فَدَعْهَا وَلاَ تَأْخُذْ مِنْهَا شَيْئاً''۔

[موطا امام مالک، کتاب الزکاۃ، باب زکاۃ العروض (2 / 358)، حدیث (880)، اثر صحیح ہے۔ دیکھئے: القبس فی شرح موطا مالک بن أنس (ص:465)، وجامع الأصول (4 / 632) حاشیہ (۱)]۔

زریق بن حیان جو مصر میں ایک جگہ زکاۃ کی وصولی پر مامور تھے' بیان کرتے ہیں کہ عمر بن عبد العزیز نے انہیں خط لکھا کہ: دیکھو جو مسلمان تمہارے پاس سے گزریں' ان کے اموال تجارت سے' جو ظاہر ہوں، ہر چالیس دینار میں سے ایک دینار کے حساب سے لے لو، اور جو کم ہو اُسے بھی اسی حساب سے لو، یہاں تک کہ بیس دینار پہنچ جائے، اور اگر بیس دینار سے ایک تہائی دینار بھی کم ہو تو چھوڑ دو اس میں سے کچھ بھی نہ لو۔

يَحُولَ عَلَيْهِ الْحَوْلُ"[1]۔

عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے،وہ بیان کرتی ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا:کسی مال میں زکاۃ نہیں،یہاں تک کہ اس پر سال گزرجائے۔

واضح رہے کہ سال کا اعتبار اس وقت سے ہوگا جب اموال تجارت نصاب کو پہنچیں،نصاب مکمل ہونے سے قبل سال کا اعتبار نہیں ہے،اسی طرح اگر درمیان سال نصاب سے کم ہوجائیں تو سال کا اعتبار ختم ہوجائے گا، یہاں تک کہ دوبارہ نصاب کو پہنچے،جیسے سونے چاندی اور مویشیوں کی زکاۃ کا معاملہ ہے[2]۔

اور اموال تجارت کی زکاۃ بھی سونے چاندی کے مثل دسویں حصہ کا چوتھائی حصہ (2.5%) ہے،یعنی ان کی قیمت نکالی جائے گی اور پوری قیمت کا اڑھائی فیصد(چالیسواں حصہ)زکاۃ میں نکال دیا جائے گا۔واللہ اعلم

⑤ دفینے اور معادن کی زکاۃ:

اولاً: رکاز یعنی دفینے کی زکاۃ:

رکاز،یعنی اسلام سے قبل جاہلیت کا دفینہ(مدفون خزانہ)جس کے مالک کا پتہ نہ ہو،کہیں حاصل ہوجائے،اس میں سال اور نصاب کی کوئی شرط نہیں ہے،جب بھی حاصل ہو،کم ہو یا زیادہ،اس میں پانچواں حصہ زکاۃ نکالنا ضروری ہے[3]۔

---

① سنن ابن ماجہ،کتاب الزکاۃ، باب من استفاد مالاً،(1/571)حدیث(1792)،وسنن الدارقطنی(2/467)، حدیث(1889)،والسنن الکبری للبیہقی(4/160)،حدیث(7315،7274)،علامہ البانی نے اسے صحیح قرار دیا ہے، دیکھئے:إرواء الغلیل(3/254)،حدیث(787)،وصحیح الجامع(2/1247)،حدیث(7497)۔

② دیکھئے:الزکاۃ فی الاسلام،للدکتور القحطانی،ص:(193)۔

③ دیکھئے:المغنی(2/467،و3/48)،والہدایۃ علی مذہب أحمد(ص:141)،وصحیح فقہ السنۃ...(2/60)۔

چنانچہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: ''... **وَفِي الرِّكَازِ الخُمُسُ**''(۱)۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ۔۔۔اور رکاز (جاہلی دفینہ) میں پانچواں حصہ ہے۔

اسی طرح دفینہ کے سلسلہ میں نبی کریم ﷺ کا عملی فیصلہ ملاحظہ فرمائیں:

عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: فِي كَنْزٍ وَجَدَهُ رَجُلٌ فِي خَرِبَةٍ جَاهِلِيَّةٍ: ''**إِنْ وَجَدْتَهُ فِي قَرْيَةٍ مَسْكُونَةٍ أَوْ سَبِيلٍ مِئْتَاءٍ فَعَرِّفْهُ وَإِنْ وَجَدْتَهُ فِي خَرِبَةٍ جَاهِلِيَّةٍ أَوْ فِي قَرْيَةٍ غَيْرِ مَسْكُونَةٍ فَفِيهِ وَفِي الرِّكَازِ الْخُمُسُ**''(۲)۔

عمرو بن شعیب اپنے والد اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ایک خزانہ کے بارے میں جسے کسی شخص نے زمانۂ جاہلیت کے کھنڈر یا ویرانے میں پایا تھا' فرمایا: اگر تم اسے کسی آباد بستی یا چلنے پھرنے والے راستے میں پائے ہو' تو اسے پہچنواؤ، اور اگر کسی جاہلی کھنڈر یا ویرانے میں یا کسی غیر آباد بستی میں پائے ہو تو اور اس میں اور دفینہ میں پانچواں حصہ ادا کرنا ہے۔

لہٰذا دفینے میں پانچواں حصہ واجب ہے، اور اس پر اہل علم کا اجماع بھی ہے (۳)۔

---

① متفق علیہ: صحیح بخاری، کتاب الزکاۃ، باب: فی الرکاز الخمس، (2/130)، حدیث (1499)، وصحیح مسلم، کتاب الحدود، باب جرح العجماء والمعدن والبئر جبار، (3/1334)، حدیث (1710)۔

② السنن الکبری للبیہقی (4/261)، حدیث (7648)، والمستدرک علی الصحیحین للحاکم (2/74)، حدیث (2374)، حدیث حسن ہے، دیکھئے: بلوغ المرام من أدلۃ الأحکام، تحقیق ماہر یاسین فحل (ص:249)، حدیث (625) مع حاشیہ۔

③ الاجماع لابن المنذر (ص:46) نمبر (102)، صحیح فقہ السنۃ وأدلتہ (2/60) والاقناع لابن المنذر (1/178)۔

ثانیاً: معدن (کان) کی زکاۃ:

معادن (کان) یعنی زمین سے نکلنے والی وہ قیمتی اموال اور دھاتیں جو اُسی میں پیدا ہوتی ہیں، جیسے سونا، چاندی، تانبا، پیتل، لوہا، کبریت، یاقوت، زبرجد، عقیق وغیرہ اور اسی طرح ڈیزل، پیٹرول اور دیگر سیال اشیاء جن پر کان کا نام منطبق ہوتا ہو۔ اس میں بھی سال گزرنے کی کوئی قید نہیں ہے، بلکہ جب بھی حاصل ہو، اس میں زکاۃ واجب ہوگی[1]۔

زمین سے نکلنے والی چیزوں کے بارے میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا عام ارشاد ہے:

﴿يَـٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓا۟ أَنفِقُوا۟ مِن طَيِّبَـٰتِ مَا كَسَبْتُمْ وَمِمَّآ أَخْرَجْنَا لَكُم مِّنَ ٱلْأَرْضِ﴾ [البقرۃ: 267]۔

اے ایمان والو! اپنی پاکیزہ کمائی میں سے اور جو کچھ ہم نے تمہارے لئے زمین سے نکالا ہے، اُس میں سے خرچ کرو۔

البتہ معادن میں زکاۃ کے وجوب کے لئے سال گزرنے کی شرط کے بارے میں اہل علم کی دو رائیں ہیں:

۱۔ تمام مسالک کے جمہور اہل علم اس بات کے قائل ہیں کہ سال گزرنا شرط نہیں ہے۔ کیونکہ یہ زمین سے حاصل ہونے والا مال ہے، اس کی مثال کھیتیوں، پھلوں اور دفینہ جیسی ہے، لہٰذا اس میں سال گزرنا شرط نہیں ہے، اور سال کی شرط والی روایت غلوں اور پھلوں سے متعلق ہے[2]۔

۲۔ جبکہ چند دیگر اہل علم اس بات کے قائل ہیں کہ سال گزرنا شرط ہے، کیونکہ نبی کریم ﷺ کا

---

① دیکھئے: المغنی لابن قدامۃ (2/ 3،467/ 53)، والهدایۃ علی مذهب الامام أحمد (ص: 140)، والموسوعۃ الفقهیۃ الکویتیۃ (23/ 242)، والکافی فی فقه الامام أحمد (1/ 407)، وصحیح فقه السنۃ وأدلته وتوضیح مذاهب الأئمۃ (2/ 61)، والبیان للعمرانی (3/ 334)۔

② دیکھئے: المغنی لابن قدامۃ (3/ 55)۔

ارشاد ہے:

''لَا زَكَاةَ فِي مَالٍ حَتَّى يَحُولَ عَلَيْهِ الْحَوْلُ''[1] ۔

کسی بھی مال میں زکاۃ نہیں، یہاں تک کہ اس پر سال گزر جائے۔

معادن کا نصاب، سونے چاندی کا نصاب ہے، اگر سونے چاندی ہوں ہوتو ان کا نصاب معتبر ہوگا، اور اگر دوسری چیزیں ہوتوں سونے چاندی کی قیمتوں کا اعتبار ہوگا، جیسا کہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد عام ہے:

''لَيْسَ فِيمَا دُونَ خَمْسِ أَوَاقٍ مِنَ الوَرِقِ صَدَقَةٌ''[2] ۔

پانچ اوقیہ سے کم چاندی میں زکاۃ نہیں ہے۔

رکاز اور معدن میں فرق:

رکاز اور معدن میں فرق یہ ہے کہ: رکاز کافر کا مال ہے جو اسلام میں ملا ہے، لہٰذا اس کی حیثیت مال غنیمت جیسی ہے، برخلاف معدن کے، کہ معدن زمین کا خزانہ ہے جو حاصل ہوا ہے، اور اس سے مالداری حاصل ہوئی ہے، اور بطور شکر یہ زکاۃ واجب ہوئی ہے، لہٰذا دیگر اموال زکاۃ کی طرح اس میں بھی نصاب کا اعتبار کیا جائے گا، گرچہ کہ یکمشت حاصل ہونے کے سبب اُس میں سال گزرنے کا اعتبار نہیں ہوگا، جیسے زمینی پیداوار اور پھلوں میں نہیں ہوتا[3] ۔ واللہ اعلم

---

① سنن ابن ماجہ، کتاب الزکاۃ، باب من استفاد مالاً، (1 / 571) حدیث (1792)، وسنن الدارقطنی (2 / 467)، حدیث (1889)، والسنن الکبریٰ للبیہقی (4 / 160)، حدیث (7315،7274)، علامہ البانی نے اسے صحیح قرار دیا ہے، دیکھئے: إرواء الغلیل (3 / 254)، حدیث (787)، وصحیح الجامع (2 / 1247)، حدیث (7497)۔

② متفق علیہ: صحیح بخاری، کتاب الزکاۃ، باب ما أدی زکاتہ فلیس بکنز، حدیث (1405)، وباب زکاۃ الورق، حدیث (1447)، وباب: لیس فیما دون خمسۃ أوسق صدقۃ، حدیث (1484)، وصحیح مسلم، کتاب الزکاۃ، باب لیس فیما دون خمسۃ أوسق صدقۃ، حدیث (979)۔

③ دیکھئے: المغنی لابن قدامۃ (3 / 54)، والکافی فی فقہ الامام أحمد (1 / 407)۔

پانچویں فصل:

مصارف زکاۃ (زکاۃ کے مستحقین)

تمہید:

مصارف زکاۃ سے مراد اہل زکاۃ ہیں، یعنی وہ لوگ جنہیں زکاۃ دی جائے گی، یا وہ مدات جن میں زکاۃ صرف کی جائے گی، یہ آٹھ ہیں جنہیں اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنی کتاب میں بڑی صراحت سے بیان کر دیا ہے، ارشاد باری ہے:

﴿ إِنَّمَا ٱلصَّدَقَٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَٱلْمَسَٰكِينِ وَٱلْعَٰمِلِينَ عَلَيْهَا وَٱلْمُؤَلَّفَةِ قُلُوبُهُمْ وَفِى ٱلرِّقَابِ وَٱلْغَٰرِمِينَ وَفِى سَبِيلِ ٱللَّهِ وَٱبْنِ ٱلسَّبِيلِ فَرِيضَةً مِّنَ ٱللَّهِ وَٱللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ﴿٦٠﴾ ﴾ [التوبۃ: 60]۔

صدقے صرف فقیروں کے لئے ہیں اور مسکینوں کے لئے اور ان کے وصول کرنے والوں کے لئے اور ان کے لئے جن کے دل پر چائے جاتے ہوں اور گردن چھڑانے میں اور قرض داروں کے لئے اور اللہ کی راہ میں اور راہرو مسافروں کے لئے، فرض ہے اللہ کی طرف سے، اور اللہ علم وحکمت والا ہے۔

آیت کریمہ میں "اِنما" حصر اور تحدید کے لئے ہے، جس کا حاصل یہ ہے کہ زکاۃ صرف انھی آٹھ قسم کے لوگوں میں صرف کرنا جائز ہے، لہٰذا ان کے علاوہ کسی مد میں زکاۃ صرف کرنا جائز نہیں، جیسے، مساجد کی تعمیر، راستوں کی اصلاح ومرمت یا میت کو کفنانے دفنانے وغیرہ میں زکاۃ صرف کرنا جائز نہیں۔

چنانچہ امام ابن قدامہ مقدسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ہم اس مسئلہ میں اہل علم کے درمیان کوئی اختلاف نہیں جانتے کہ مذکورہ آٹھ اصناف کے علاوہ میں زکاۃ صرف کرنا جائز نہیں، سوائے اس کے جو انس اور حسن سے مروی ہے [1]۔

ذیل میں ان آٹھ مصارف کی مختصر وضاحت کی جاتی ہے:

① فقراء ومحتاجین:

زبان عرب میں فقراء فقیر کی جمع ہے۔ اور فقیر: فقر سے ماخوذ ہے، جس کے معنیٰ مال کم ہو جانے کے ہیں، لہٰذا فقیر کا معنیٰ مالدار کی ضد محتاج اور ضرورتمند ہے [2]۔

امام شافعی فرماتے ہیں کہ: فقیر وہ ہے جس کے پاس کچھ بھی نہ ہو، اور مسکین وہ ہے جس کے پاس کچھ ہو، جبکہ امام ابوحنیفہ اس کے برعکس کے قائل ہیں [3]۔

صحیح بات یہ ہے کہ اصطلاح شرع میں فقیر وہ ہے جس کے پاس کوئی مال، پونجی یا کمائی سرے نہ ہو، اور اگر کچھ ہو بھی تو کسی اسراف وفضول خرچی کے بغیر اُس کے اور اس کے ماتحتوں کے واجبی اخراجات کے آدھے سے بھی کم ہو، لہٰذا فقیر مسکین سے زیادہ ضرورتمند ہوتا ہے، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے مصارف میں فقیر کو مسکین سے پہلے ذکر کیا ہے، اور اللہ کے نبی ﷺ نے سعی بین الصفا والمروۃ کے بارے میں فرمایا تھا:

"أَبْدَأُ بِمَا بَدَأَ اللهُ بِهِ" [4]۔

---

① الاجماع لابن المنذر (ص: 48)، نمبر (116) المغنی لابن قدامۃ (6/ 469)، وتوضیح الأحکام من بلوغ المرام (3/ 417)، وصحیح فقہ السنۃ وأدلتہ وتوضیح مذاہب الأئمۃ (2/ 65)۔

② دیکھئے: المصباح المنیر للفیومی ص (478)، ومعجم لغۃ الفقہاء لمحمد رواس قلعہ جی، ص: (317)۔

③ النہایۃ فی غریب الحدیث والأثر (3/ 462)۔

④ صحیح مسلم، کتاب الحج، باب حجۃ النبی ﷺ (2/ 888)، حدیث (1218)۔

میں وہیں سے شروع کروں گا جہاں سے اللہ نے کیا ہے۔

اور عرب اہم ترین کو اہم سے پہلے بیان کرتے ہیں (۱)۔

اور اس لئے بھی کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿أَمَّا ٱلسَّفِينَةُ فَكَانَتۡ لِمَسَٰكِينَ يَعۡمَلُونَ فِي ٱلۡبَحۡرِ﴾[الکہف:۷۹]۔

کشتی تو چند مسکینوں کی تھی جو دریا میں کام کاج کرتے تھے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مسکینوں کے بارے میں بتلایا کہ ان کے پاس کشتی تھی جس میں وہ کام کرتے تھے۔اس سے معلوم ہوا کہ فقیر مسکین سے زیادہ خستہ حال ہوتا ہے (۲)۔واللہ اعلم

چنانچہ فقراء کو اتنی مقدار میں زکاۃ صرف کی جائے گی جس سے اُس کے پورے سال کے اخراجات پورے ہوجائیں، یعنی اُس کے اور جن کے اخراجات اُس کے ذمہ ہیں اُن کے کھانے، پینے، پہننے، رہنے، اور اگر زکاۃ کے بغیر وہ نکاح کرکے پاکدامن نہ رہ سکتا ہو تو نکاح کرنے اور بالمعروف مہر ادا کرنے، کے اخراجات کے لئے کافی ہوجائے (۳)۔

۲ مساکین:

زبان عرب میں مساکین، مسکین کی جمع ہے۔اور مسکین مسکنت سے ماخوذ ہے، جس کے معنیٰ ذلت، مال کی قلت، خستہ حالی اور بوسیدگی کے ہیں (۴)۔

---

① الکافی فی فقہ الامام أحمد (1/424)، والعدۃ شرح العمدۃ (ص:154)۔

② الکافی فی فقہ الامام أحمد (1/424)، والمغنی لابن قدامۃ (2/496)، (6/469)، ومختصر اختلاف العلماء (5/30)۔

③ دیکھئے: الشرح الممتع لابن عثیمین (6/221)، ومجالس شہر رمضان (ص:122)، والمغنی لابن قدامۃ (2/496)۔

④ دیکھئے: المصباح المنیر للفیومی، (1/283)، ولسان العرب، لابن منظور، (3/216) والنھایۃ فی غریب الحدیث والأثر، لابن الاثیر الجزری، (2/385)۔

اور اصطلاح میں مسکین اسے کہتے ہیں جس کے پاس اتنا مال ہو جس سے اُس کے اور اس کے ماتحتوں کے آدھے یا اُس سے زیادہ اخراجات پورے ہوتے ہوں، لیکن تمام ضروریات کے لئے کافی نہ ہوتا ہو، اور اس طرح مسکین کی حالت فقیر سے بہتر ہوتی ہے[1]۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: ''**لَيْسَ الْمِسْكِينُ بِهَذَا الطَّوَّافِ الَّذِي يَطُوفُ عَلَى النَّاسِ، فَتَرُدُّهُ اللُّقْمَةُ وَاللُّقْمَتَانِ، وَالتَّمْرَةُ وَالتَّمْرَتَانِ**''، قَالُوا، فَمَا الْمِسْكِينُ؟ يَا رَسُولَ اللهِ، قَالَ: ''**الَّذِي لَا يَجِدُ غِنًى يُغْنِيهِ، وَلَا يُفْطَنُ لَهُ، فَيُتَصَدَّقَ عَلَيْهِ، وَلَا يَسْأَلُ النَّاسَ شَيْئًا**''[2]۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اصلی مسکین وہ نہیں ہے جو لوگوں کا چکر لگاتا ہے، چنانچہ ایک دو لقمہ یا ایک دو کھجوریں اسے مل جاتی ہیں، صحابہ نے پوچھا: اے اللہ کے رسول! پھر آخر مسکین کون ہے؟ فرمایا: وہ جسے اتنا ملتا ہی نہ ہو جس کے ذریعہ وہ بے نیاز ہو جائے، اور نہ کسی طرح اس کی کیفیت کا پتہ ہی چلتا ہو کہ اس پر صدقہ کیا جائے، اور نہ ہی وہ لوگوں سے کچھ مانگتا ہے۔

اور مساکین کو بھی فقراء کی طرح اتنی مقدار میں زکاۃ صرف کی جائے گی جس سے اُس کے پورے سال کے اخراجات پورے ہو جائیں، یعنی اُس کے اور جن کے اخراجات اُس کے ذمہ ہیں' اُن کے کھانے، پینے، پہننے، رہنے، اور اگر زکاۃ کے بغیر وہ نکاح نہ کرسکتا ہو تو نکاح کرنے اور بالمعروف مہر ادا کرنے، کے اخراجات کے لئے کافی ہو جائے[3]۔

---

① الانصاف في معرفة الراجح من الخلاف للمرداوي (3/ 217)، والأسئلة والأجوبة الفقهية (2/ 100)، والملخص الفقهي (1/ 361)، والفقه الاسلامي وأدلته للزحيلي (3/ 1952)۔

② صحیح مسلم، کتاب الزکاۃ، باب المسکین الذی لایجد غنی ولایفطن لہ فلیتصدق علیہ (2/ 719)، حدیث (1039)۔

③ الفقہ المیسر (2/ 116)، والشرح الممتع لابن عثیمین، (6/ 220)۔

فقیر ومسکین کے مابین فرق:

گرچہ علماء لغت اور علماء فقہ نے فقیر اور مسکین کے معنیٰ میں تھوڑا سا فرق کیا ہے، جیسا کہ آپ نے ملاحظہ کیا، لیکن یہ دونوں الفاظ ایک دوسرے کے معنیٰ میں ہیں اور ایک دوسرے کی جگہ پر بولے اور استعمال کئے جاتے ہیں، اسی لئے اہل علم نے وضاحت کی ہے کہ جب یہ دونوں الفاظ الگ الگ استعمال ہوں گے تو دونوں کا معنیٰ یکساں ہوگا، اور جب دونوں ایک ساتھ استعمال ہوں گے، جیسا کہ مصارف زکاۃ کی آیت میں یکجا استعمال ہوا ہے؛ تو دونوں کا معنیٰ الگ الگ ہوگا، جیسے لفظ اسلام اور ایمان کا معاملہ ہے[1]۔

۳ عاملین (زکاۃ کی وصولی پر مامور افراد):

زبان عرب میں عاملین عامل کی جمع ہے، جس کے معنیٰ کام کرنے والوں کے ہیں، جنہیں کسی کام پر مامور کیا گیا ہو، مثلاً کسی علاقہ کی گورنری، یا وزارت یا زکاۃ کی وصولی وغیرہ کے کام[2]۔

اور اصطلاح شریعت میں عاملین سے مراد وہ لوگ ہیں جنہیں امام وقت ارباب مال سے زکاۃ وصول کرنے کے لئے بھیجتا ہے، جو ان اموال کو مالداروں سے لیں، ان کی حفاظت کریں، اس کا ریکارڈ لکھیں اور پھر مستحقین میں اسے تقسیم کریں۔

اور صرف اتنا ہی نہیں بلکہ عاملین میں زکاۃ اکٹھا کرنے والے، اسے تولنے والے، وزن کرنے والے، شمار کرنے والے، حساب کتاب کرنے والے، دوڑ بھاگ کرنے والے، مویشیوں کے چرانے اور ہانکنے والے، غلوں اور پھلوں کو اونٹوں پر لادنے اور اتارنے والے، اور حسب ضرورت

---

① دیکھئے: مجموع الفتاوی لابن تیمیہ (7/ 551) و (13/ 39)، مختصر الصواعق المرسلۃ علی الجہمیۃ والمعطلۃ لابن القیم، (ص: 297)، والموسوعۃ الفقہیۃ الکویتیۃ، (23/312)، وموسوعۃ الفقہ الاسلامی (3/77)۔

② دیکھئے: مختار الصحاح ص: (191)، والمصباح المنیر للفیومی، (2/430)، والنہایۃ فی غریب الحدیث والأثر لابن الاثیر الجزری (3/00)۔

دیگر مطلوب افراد بھی شامل ہیں۔

نیز عامل کے ضروری ہے کہ وہ مسلمان مکلف، امانتدار، قدرت والااور زکاۃ کے احکام ومسائل کا جاننے والا ہو[1]۔

چنانچہ ان لوگوں کی مزدوری بھی زکاۃ سے دی جائے گی، خواہ وہ مالدار بھی کیوں نہ ہو، اِلایہ کہ بیت المال سے ان کی تنخواہیں متعین ہوں[2]۔

نبی کریم ﷺ کاارشاد ہے:

’’لَا تَحِلُّ الصَّدَقَةُ لِغَنِيٍّ إِلَّا لِخَمْسَةٍ: لِغَازٍ فِي سَبِيلِ اللَّهِ، أَوْ لِعَامِلٍ عَلَيْهَا، أَوْ لِغَارِمٍ، أَوْ لِرَجُلٍ اشْتَرَاهَا بِمَالِهِ، أَوْ لِرَجُلٍ كَانَ لَهُ جَارٌ مِسْكِينٌ فَتُصُدِّقَ عَلَى الْمِسْكِينِ، فَأَهْدَاهَا الْمِسْكِينُ لِلْغَنِيِّ‘‘[3]۔

صدقہ (زکاۃ) کسی مالدار کے لئے حلال نہیں، سوائے پانچ کے: اللہ کے راستے کا مجاہد، یا زکاۃ کی وصولی کرنے والا، یا قرض دار، یا کوئی آدمی جو اسے اپنے مال سے خرید لے، یا اس شخص کو جس کا کوئی مسکین پڑوسی ہو چنانچہ مسکین کو زکاۃ دی جائے تو مسکین اسے مالدار کو ہدیہ کرے۔

---

① دیکھئے: الروض المربع مع حاشیۃ ابن قاسم، 3/312، ومنتہی الارادات، للفتوحی، 1/515، والشرح الکبیر مع المقنع والانصاف، (7/222 - 226)، والاقناع لطالب الانتفاع، لموسی بن أحمد الحجّاوی، (1/469)، والمغنی لابن قدامۃ (6/473)۔

② المغنی لابن قدامۃ (6/473)۔

③ سنن أبو داود، کتاب الزکاۃ، باب من یجوز لہ أخذ الصدقۃ وھو غنی، (2/119)، حدیث: (1635) وابن ماجہ، کتاب الزکاۃ، باب من تحل لہ الصدقۃ، (1/590)، حدیث (1841)، ومسند أحمد طبع الرسالۃ، (18/97)، حدیث: (11538)، حدیث صحیح ہے، دیکھئے: صحیح أبي داود - الأم (5/337)، حدیث (1445)، وصحیح الجامع (2/1214)، حدیث (7250)، وإرواء الغلیل، حدیث (870)۔

اور سچے، حق پسند عامل زکاۃ کی بڑی فضیلت ہے، نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

''عَنْ رَافِعِ بْنِ خَدِيجٍ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ: ''**الْعَامِلُ عَلَى الصَّدَقَةِ بِالْحَقِّ كَالْغَازِي فِي سَبِيلِ اللَّهِ، حَتَّى يَرْجِعَ إِلَى بَيْتِهِ**''[1]۔

رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: حق کے ساتھ زکاۃ کی وصولی کرنے والا، اللہ کی راہ کے مجاہد کی طرح ہے' یہاں تک کہ اپنے گھر لوٹ آئے۔

اور عاملین کو ان کی مزدوری قدر کفایت دی جائے گی، جس کے ذریعہ وہ اپنی ضروریات زندگی مہیا کرسکے، جیسا کہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

'' عَنِ الْمُسْتَوْرِدِ بْنِ شَدَّادٍ، قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ: ''**مَنْ كَانَ لَنَا عَامِلًا فَلْيَكْتَسِبْ زَوْجَةً، فَإِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُ خَادِمٌ فَلْيَكْتَسِبْ خَادِمًا، فَإِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُ مَسْكَنٌ فَلْيَكْتَسِبْ مَسْكَنًا**''[2]۔

مستورد بن شداد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: جو ہمارا زکاۃ وصول کرنے والا ہو، اس چاہئے کہ اپنے لئے بیوی کا انتظام کرلے، اگر اس کے پاس خادم نہ ہوتو خادم کا انتظام کرلے، اور اگر اس کے پاس رہنے کے لئے گھر نہ ہوتو گھر کا انتظام بھی کرلے۔

---

① سنن أبي داود (3/ 132)، حديث (2936)، وجامع ترمذی (3/ 28)، حديث (645)، وسنن ابن ماجہ (1/ 578)، حديث (1809)، ومسند أحمد طبع الرسالة (25/ 147)، حديث (15826)۔ حديث صحيح ہے، دیکھئے: صحيح الترغيب والترهيب (1/ 478)، حديث (773)۔

② سنن أبي داود، كتاب الخراج والامارة والفيء، باب في أرزاق العمال، (3/ 134)، حديث (2945)، حديث صحيح ہے، دیکھئے صحيح سنن ابو داود، ومشكاة المصابيح بتحقيق الالباني (2/ 1107)، حديث (3751)۔

۴ المولفة قلوبهم:

زبان عرب میں مولفة القلوب:

اَلف یالف، کے معنیٰ کسی سے مانوس ہونے کے ہیں، کہا جاتا ہے: اَلفت الشیء واَلفت فلاناً: جب کسی چیز یا فلاں سے انسیت ہو جائے، اور تالیف کے معنیٰ: جدائیگی کے بعد جوڑنے اور اکٹھا کرنے کے ہیں، اور اسی سے تالیف الکتاب اور تالیف القلوب بھی ہے، یعنی دلوں کو جوڑنا اور جمانا[1]۔

اور اصطلاح شریعت میں مولفة القلوب وہ لوگ مراد ہیں جو اپنے کنبے قبیلے کے سردار اور پیشوا ہوں، جن کے اسلام لانے کی امید ہو، یا اُن کے شر سے بچنے کی امید ہو، یا اُنہیں عطا کرنے سے اُن کے ایمان کی مضبوطی کی امید ہو، یا اُن جیسے اور کسی کے اسلام لانے کی امید ہو، یا زکاۃ نہ دینے والوں سے زکاۃ کی ادائیگی کی امید ہو[2]۔

مولفة القلوب کی دو قسمیں ہیں: کفار اور مسلمین۔

۱۔ **کفار:** چنانچہ اللہ کے رسول ﷺ نے فتح مکہ کے موقع پر صفوان بن امیہ کو تین بار سو سو بکریاں (تین سو بکریاں) عطا کیں، اور رفتہ رفتہ وہ مسلمان ہو گئے، وہ خود بیان کرتے ہیں کہ: اللہ کی قسم! رسول اللہ ﷺ میرے نزدیک سب سے مبغوض اور ناپسندیدہ تھے، لیکن آپ نے مجھے اتنا نوازا کہ اب وہ میرے نزدیک لوگوں میں سب سے محبوب ہیں[3]۔

۲۔ **مسلمین:** جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے مال ہوازن کے موقع پر انصار سے فرمایا تھا:

---

① لسان العرب، لابن منظور دمشقی، (9/10-11)۔

② دیکھئے: الروض المربع، (3/314)، والکافی فی فقہ الامام أحمد (1/425)۔

③ مسلم، کتاب الفضائل، باب ما سئل رسول اللہ ﷺ شیئاً قط فقال: لا، وکثرۃ عطائہ، حدیث (2313)۔

''إِنِّي أُعْطِي رِجَالًا حَدِيثٌ عَهْدُهُمْ بِكُفْرٍ، أَمَا تَرْضَوْنَ أَنْ يَذْهَبَ النَّاسُ بِالأَمْوَالِ، وَتَرْجِعُوا إِلَى رِحَالِكُمْ بِرَسُولِ اللَّهِ ﷺ ، فَوَاللَّهِ مَا تَنْقَلِبُونَ بِهِ خَيْرٌ مِمَّا يَنْقَلِبُونَ بِه''[1]۔

یقیناً میں کچھ لوگوں کو اس لئے دیتا ہوں کہ وہ نئے نئے مسلمان ہوتے ہیں، ان کے کفر کا دور ابھی نزدک ہوتا ہے، کیا تم اس بات سے خوش نہیں ہو کہ لوگ مال لے کر جائیں، اور تم اپنے گھر رسول اللہ ﷺ کو لے کر جاؤ، اللہ کی قسم جو تم لے کر لوٹو گے وہ اس سے کہیں بہتر ہوگا جو وہ لے کر لوٹیں گے۔

اسی طرح جب علی رضی اللہ عنہ نے یمن سے سونا بھیجا تو آپ ﷺ نے اسے چار لوگوں میں تقسیم کر دیا، جس سے بعض قرشیوں اور انصاریوں کو شکایت ہوئی تو آپ نے فرمایا:

''إِنِّي إِنَّمَا فَعَلْتُ ذَلِكَ لِأَتَأَلَّفَهُمْ''[2]۔

یقیناً میں نے ایسا ان کی تالیف قلب اور دلجوئی کے لئے کیا ہے۔

اور تالیف قلب کے لئے زکاۃ کی اتنی مقدار دی جائے گی، جس سے اسلام لانے، یا شر سے بچنے یا ایمان مضبوط ہونے وغیرہ مقاصد میں' تالیف ہو سکے۔

۵ الرقاب (غلاموں کی آزادی):

زبان عرب میں رقاب رقبۃ کی جمع ہے، اور رقبۃ گردن کی جڑ کے آخری حصہ کو کہتے ہیں، اور یہ پورے انسان کا کنایہ ہے، اسی لئے رقبہ غلام کو بھی کہتے ہیں[3]۔

---

① صحیح بخاری، کتاب فرض الخمس، باب ما کان النبی ﷺ یعطی المؤلفۃ قلوبھم، (4/94) حدیث (3147)۔

② صحیح بخاری، کتاب أحادیث الأنبیاء، باب قول اللہ تعالی: (وإلى عاد أخاهم هودا)، (4/137)، حدیث (3344)، وصحیح مسلم، کتاب الزکاۃ، باب ذکر الخوارج وصفاتھم، (2/741)، حدیث (1064)۔

③ مختار الصحاح ص: (106)، والنہایۃ فی غریب الحدیث والأثر (2/249)۔

اور اصطلاح شرع میں رقاب (غلاموں) سے مراد وہ مسلم مکاتب [1] غلام ہیں: جنہوں نے کچھ رقم کے عوض اپنے آپ کو اپنے مالکان سے خرید لیا ہو، جسے وہ انہیں بستہ بستہ بعد میں ادا کریں گے، لہٰذا وہ اس مال کی فراہمی کے لئے کوشاں ہوں، تاکہ ان کی گردنیں آزاد ہو جائیں [2]۔

اور غلاموں کے اس عموم میں غلاموں کو خرید کر آزاد کرنا اور قیدیوں وغیرہ کو چھڑانا اور ان کی رہائی کی کوشش کرنا بھی شامل ہے [3]۔

کتاب اللہ اور احادیث رسول ﷺ میں غلاموں کو آزاد کرنے سے سلسلہ میں بڑی فضیلتیں آئی ہیں، اور یوں بھی شریعت میں مختلف موقعوں پر غلاموں کی آزادی کو کفارہ قرار دیا گیا ہے۔

عَنْ أَبِي أُمَامَةَ، وَغَيْرِهِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: '' أَيُّمَا امْرِئٍ مُسْلِمٍ أَعْتَقَ امْرَأً مُسْلِمًا، كَانَ فَكَاكَهُ مِنَ النَّارِ، يُجْزِي كُلُّ عُضْوٍ مِنْهُ عُضْوًا مِنْهُ، وَأَيُّمَا امْرِئٍ مُسْلِمٍ، أَعْتَقَ امْرَأَتَيْنِ مُسْلِمَتَيْنِ، كَانَتَا فَكَاكَهُ مِنَ النَّارِ، يُجْزِي كُلُّ عُضْوٍ مِنْهُمَا عُضْوًا مِنْهُ، وَأَيُّمَا امْرَأَةٍ مُسْلِمَةٍ، أَعْتَقَتْ امْرَأَةً مُسْلِمَةً، كَانَتْ فَكَاكَهَا مِنَ النَّارِ، يُجْزِي كُلُّ عُضْوٍ مِنْهَا عُضْوًا مِنْهَا'' [4]۔

ابو امامہ اور دیگر صحابہ کرام نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو مسلمان شخص کسی مسلمان کو آزاد کرے گا وہ جہنم سے اس کے چھٹکارے کا سبب ہوگا،

---

① النہایۃ فی غریب الحدیث لابن الأثیر، (4/148)۔

② دیکھئے: الزکاۃ فی الاسلام ص: 263)

③ دیکھئے: الزکاۃ فی الاسلام ص: (263-265)، نیز دیکھئے: وفتاوی اللجنۃ الدائمۃ، (10/32)۔

④ جامع ترمذی، کتاب النذور، باب ما جاء فی فضل من أعتق، (4/ 117)، حدیث (1547)۔ حدیث صحیح ہے، دیکھئے: سلسلۃ الأحادیث الصحیحۃ (6/ 215)، حدیث (2611)، وصحیح الجامع (1/ 525)، حدیث (2700)، وصحیح الترغیب والترہیب (2/392)، حدیث (1891)۔

اُس کا ہر عضو اُس کے عضو کے لئے کافی ہوگا، اور جو مسلمان شخص دو مسلمان عورتوں کو آزاد کرے گا، وہ دونوں جہنم سے اس کے چھٹکارے کا سبب ہوں گی، اُن دونوں کا ہر عضو اُس کے عضو کے لئے کافی ہوگا، اور جو مسلمان عورت کسی مسلمان عورت کو آزاد کرے گی، وہ جہنم سے اس کے چھٹکارے کا سبب ہوگی، اُس کا ہر عضو اُس کے عضو کے لئے کافی ہوگا۔

ان مسلم مکاتبین کو مال زکاۃ سے اتنی مقدار دی جائے گی، جتنا ان کی آزادی کے لئے مطلوب ہو، کم یا زیادہ، تاکہ وہ جلد سے جلد آزاد ہوسکے [1]۔

٦ الغارمون (قرض دار لوگ):

زبان عرب میں غارمون، غارم کی جمع ہے، یہ غرم سے اسم فاعل ہے، اور غرم کے معنی لازم ہونے کے ہیں، اور غرم قرض کو بھی کہتے ہیں، کیونکہ قرض قرض دار پر لازم ہوجاتا ہے، اسی لئے غارم قرض دار کو کہتے ہیں [2]۔

اور اصطلاح شریعت میں غارمین وہ قرض سے گراں بار افراد ہیں جو اپنے قرضوں کی ادائیگی سے عاجز ہوں [3]۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:

عَنْ قَبِيصَةَ بْنِ مُخَارِقٍ الْهِلَالِيِّ، قَالَ: تَحَمَّلْتُ حَمَالَةً، فَأَتَيْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ أَسْأَلُهُ فِيهَا، فَقَالَ: ''**أَقِمْ حَتَّى تَأْتِيَنَا الصَّدَقَةُ، فَنَأْمُرَ لَكَ بِهَا**''، قَالَ: ثُمَّ قَالَ: ''**يَا قَبِيصَةُ إِنَّ الْمَسْأَلَةَ لَا تَحِلُّ إِلَّا لِأَحَدِ ثَلَاثَةٍ: رَجُلٍ تَحَمَّلَ حَمَالَةً، فَحَلَّتْ لَهُ الْمَسْأَلَةُ حَتَّى يُصِيبَهَا ثُمَّ يُمْسِكُ، وَرَجُلٌ أَصَابَتْهُ جَائِحَةٌ**

① دیکھئے: المغنی لابن قدامۃ (6/477)۔
② دیکھئے: مفردات ألفاظ القرآن للاصفہانی ص: (606)۔
③ دیکھئے: المغنی لابن قدامۃ (6/480)

اجْتَاحَتْ مَالَهُ، فَحَلَّتْ لَهُ الْمَسْأَلَةُ حَتَّى يُصِيبَ قِوَامًا مِنْ عَيْشٍ – أَوْ قَالَ سِدَادًا مِنْ عَيْشٍ – وَرَجُلٌ أَصَابَتْهُ فَاقَةٌ حَتَّى يَقُومَ ثَلَاثَةٌ مِنْ ذَوِي الْحِجَا مِنْ قَوْمِهِ: لَقَدْ أَصَابَتْ فُلَانًا فَاقَةٌ، فَحَلَّتْ لَهُ الْمَسْأَلَةُ حَتَّى يُصِيبَ قِوَامًا مِنْ عَيْشٍ – أَوْ قَالَ سِدَادًا مِنْ عَيْشٍ – فَمَا سِوَاهُنَّ مِنَ الْمَسْأَلَةِ يَا قَبِيصَةُ سُحْتًا يَأْكُلُهَا صَاحِبُهَا سُحْتًا"[1]۔

قبیصہ بن مخارق ہلالی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ (اصلاح ذات البین وغیرہ کی غرض سے) میں نے کچھ قرض لے لیا تھا، چنانچہ اس کی ادائیگی کے سلسلہ میں مدد مانگنے کے لئے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، تو آپ ﷺ نے فرمایا: ذرا ٹھہرو، یہاں تک کہ ہمارے پاس زکاۃ کا مال آئے تو ہم تمہیں بھی دینے کا حکم دیں، اور پھر فرمایا: اے قبیصہ! تین آدمیوں کے علاوہ کسی کے لئے مانگنا حلال نہیں! ایک وہ آدمی جس نے اپنے اوپر (اصلاح ذات البین وغیرہ کے لئے) قرض کا بوجھ لاد لیا ہو، تو اس کے لئے اتنا مانگنا جائز ہے، جتنے میں وہ رقم مکمل ہو جائے؛ اور پھر وہ رک جائے۔ دوسرا وہ آدمی جس کے مال پر کوئی آسمانی آفت آجائے، جس سے اس کا مال پورے طور پر تباہ ہو جائے، تو اس کے لئے اپنے گزربسر تک یا گزراوقات کے قابل ہونے تک، مانگنا جائز ہے۔ تیسرا وہ آدمی جو فاقہ کا شکار ہو جائے، چنانچہ اس کی قوم کے تین ٹھوس عقل لوگ گواہی دیں کہ فلاں آدمی فاقہ کا شکار ہو گیا ہے، تو اس کے لئے گزربسر کے قابل ہونے تک مانگنا جائز ہے، اے قبیصہ! ان تین ضرورتوں کے علاوہ مانگنا حرام ہے، اور جو مانگ کر کھائے گا حرام کھائے گا۔

اور قرض داروں کو مال زکاۃ سے اتنی مقدار دی جائے گی، جتنا انہیں اپنے قرضوں کی ادائیگی

① صحیح مسلم، کتاب الزکاۃ، باب من تحل لہ المسالۃ، (2/722)، حدیث (1044)۔

کے لئے ضرورت ہوگی[۱]۔

۷ فی سبیل اللہ (اللہ کے راستے میں):

زبان عرب میں ''سبیل'' راستے کو کہتے ہیں، اور اللہ کا راستہ عام ہے، ہر اس نیک اور خالص عمل کو کہا جاتا ہے، جسے اللہ کی قربت کے لئے انجام دیا گیا ہو، اس میں فرائض، نوافل اور مختلف نیکیاں شامل ہیں، لیکن جب مطلق طور پر ''سبیل اللہ'' کہا جائے گا تو فی الغالب اس سے جہاد مراد ہوگا، یہاں تک کہ کثرت استعمال کے سبب یہ لفظ اُسے معنیٰ میں محصور ہوگیا ہے[۲]۔

اور اصطلاح شریعت میں سبیل اللہ سے مراد اللہ کے دین اور اس کی شریعت کی مدد کے لئے اللہ کے دشمنوں، کافروں سے جہاد میں مال خرچ کرنا ہے[۳]۔

یعنی وہ مجاہدین جو اللہ کی راہ میں للہ جہاد کرتے ہیں، امام المسلمین کی جانب سے ان کی کوئی تنخواہ وغیرہ نہیں ہے، یا ہے بھی تو ناکافی ہے[۴]۔

مجاہدین فی سبیل اللہ کو مال زکاۃ سے اتنا دیا جائے گا جس سے وہ جنگی ہتھیار اور گھوڑے وغیرہ خرید سکیں اور اپنے اہل وعیال کی کفالت کرسکیں، خواہ مالدار کیوں نہ ہوں، کیونکہ یہ مسلمانوں کی مصلحت کے لئے زکاۃ لے رہے ہیں، بشرطیکہ بیت المال سے ان کا معاوضہ نہ ہو جو کافی ہو[۵]۔

---

① دیکھئے: المغنی لابن قدامۃ (6/480)، والکافی لابن قدامۃ، (2/200)، والشرح الممتع لابن عثیمین (6/233)۔

② دیکھئے: النہایۃ فی غریب الحدیث والأثر، لابن الأثیر، (2/338)۔

③ دیکھئے: جامع البیان، للطبری، (14/319)۔

④ دیکھئے: المغنی لابن قدامۃ (6/482)، والمقنع مع الشرح الکبیر والانصاف، (7/247)، والکافی فی فقہ الامام أحمد (1/426)، والفروع، لابن مفلح، (4/345)۔

⑤ دیکھئے: المغنی لابن قدامۃ (6/482)، والکافی فی فقہ الامام أحمد (1/426)، والشرح الکبیر مع المقنع والانصاف، (7/247)، نیز دیکھئے: تیسیر الکریم الرحمن (ص:341)۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

"لَا تَحِلُّ الصَّدَقَةُ لِغَنِيٍّ إِلَّا لِخَمْسَةٍ: لِغَازٍ فِي سَبِيلِ اللَّهِ، أَوْ لِعَامِلٍ عَلَيْهَا، أَوْ لِغَارِمٍ، أَوْ لِرَجُلٍ اشْتَرَاهَا بِمَالِهِ، أَوْ لِرَجُلٍ كَانَ لَهُ جَارٌ مِسْكِينٌ فَتُصُدِّقَ عَلَى الْمِسْكِينِ، فَأَهْدَاهَا الْمِسْكِينُ لِلْغَنِيِّ"[1]۔

صدقہ وزکاۃ کسی مالدار کے لئے حلال نہیں، سوائے پانچ کے: اللہ کے راستے کا مجاہد، یا زکاۃ کی وصولی کرنے والا، یا قرض دار، یا کوئی آدمی جو اسے اپنے مال سے خرید لے، یا اس شخص کو جس کا کوئی مسکین پڑوسی ہو چنانچہ مسکین کو زکاۃ دی جائے تو مسکین اسے مالدار کو ہدیہ کرے۔

مسئلہ:

فی سبیل اللہ کے مصرف میں اہل علم نے طلب علم کے لئے فراغت اور دعوت الی اللہ اور اس کے مختلف جہات اور کاموں کو بھی شامل کیا ہے' تاکہ دین اسلام کا دفاع اور باطل پروپیگنڈوں کا ازالہ ہو سکے، اور کہا ہے کہ یہ اللہ کے عظیم راستوں میں سے ہے[2]۔

---

① أبو داود، کتاب الزکاۃ، باب من یجوز لہ أخذ الصدقۃ وہو غنی، (2/119)، حدیث: (1635) وابن ماجہ، کتاب الزکاۃ، باب من تحل لہ الصدقۃ، (1/590)، حدیث (1841)، ومسند أحمد طبع الرسالۃ، (18/97)، حدیث: (11538)، حدیث صحیح ہے، دیکھئے: صحیح أبی داود-الأم (5/337)، حدیث (1445)، وصحیح الجامع (2/1214)، حدیث (7250)، وإرواء الغلیل، حدیث (870)۔

② دیکھئے: فتاوی ورسائل سماحۃ الشیخ محمد بن إبراہیم بن عبد اللطیف آل الشیخ (4/142) نمبر (1082)، وتیسیر الکریم الرحمن للسعدی (ص: 341)، وتوضیح الأحکام من بلوغ المرام (3/417)، نیز دیکھئے: قرارات اسلامی فقہ کونسل، رابطہ عالم اسلامی، مکہ مکرمہ، نمبر: (38)، (4/8)۔

⑧ ابن السبیل (مسافر):

زبان عرب میں سبیل راستے کو کہتے ہیں اور ''ابن السبیل'' مسافر کو جو کثیر الاسفار ہو، چنانچہ سفر سے کثرت التزام کے سبب اسے راستے کا بیٹا کہا گیا ہے [1]۔

اور اصطلاح شریعت میں ابن السبیل (راستے کا بیٹا، مسافر) سے مراد وہ مسافر ہے جو اپنے اہل وعیال اور مال سے دور ہو، حادثہ کے سبب اس کا مال چھن گیا ہو یا ضائع ہوگیا ہو، اور اُس کے پاس اپنے وطن واپس ہونے کی کوئی سبیل نہ ہو، گرچہ اپنے وطن میں وہ مالدار اور صاحب حیثیت کیوں نہ ہو [2]۔

ابن السبیل کو مال زکاۃ سے اتنا دیا جائے گا جس سے وہ اپنے وطن واپس جاسکے، کیونکہ بدیہی طور پر وہ اتنے ہی کا محتاج ہے، اور یہ حاجت بھی کسی حادثہ کے سبب وقتی ہے۔ واللہ اعلم

خاتمہ (خلاصۂ بحث)

۱۔ شریعت میں زکاۃ معین اموال میں کسی مخصوص گروہ یا مد کے لئے شرعاً واجب ہونے والا حصہ نکال کر اللہ کی عبادت بجالانے کا نام ہے۔

۲۔ زکاۃ دین اسلام کا تیسرا رکن ہے، جو ایک مسلمان پر شرائط کے ساتھ سنہ ۲ھ میں فرض ہوا۔

۳۔ زکاۃ نہایت اہم فریضہ ہے، اس کے ہمہ جہت دنیوی واخروی فوائد اور حکمتیں ہیں، اور عدم ادائیگی پر دنیوی، شرعی وقدری سزائیں اور اخروی وعیدیں وارد ہیں۔

۴۔ کتاب وسنت اور اجماع کی روشنی میں زکاۃ پانچ قسم کے اموال میں فرض ہے: چرنے

---

① النہایۃ فی غریب الحدیث والأثر، (2/338)، ومفردات القرآن للاصفہانی ص: (395)۔

② المقنع مع الشرح الکبیر والانصاف، (7/252)، والمغنی لابن قدامۃ (6/485)، وکتاب الفروع لابن مفلح، (4/348)، ونیل الأوطار للشوکانی، (4/201)۔

والے مویشی (اونٹ، گائے، بکریاں)، غلہ جات اور پھل، سونے چاندی اور موجودہ کاغذی کرنسیاں، سامان تجارت، اور معادن ورکاز (جاہلی دفینہ)۔

۵۔ پانچ سے کم اونٹوں، تیس سے کم گایوں اور چالیس سے کم بکریوں میں زکاۃ نہیں۔

۶۔ پانچ وسق سے کم غلوں اور پھلوں میں زکاۃ نہیں، جس کی موجودہ پیمائش تقریباً نوسوکلو گرام ہے۔

۷۔ دوسو درہم سے کم چاندی اور بیس مثقال سے کم سونے میں زکاۃ نہیں، چاندی کا موجودہ نصاب (۶۴۴) گرام جبکہ سونے کا موجودہ نصاب (۹۲) گرام ہے۔ اور ادائیگی کی مقدار (۵ء۲ فیصد) ہے۔

۸۔ دلائل کی روشنی میں سونے چاندی کے زیورات میں (۵ء۲ فیصد) زکاۃ واجب ہے۔

۹۔ سونے چاندی کے علاوہ ہیرے موتی وغیرہ جواہرات سے بنے زیورات میں زکاۃ نہیں ہے، اس پر امت کا اجماع ہے، الایہ کہ ان کی تجارت کی جائے تو زکاۃ واجب ہے۔

۱۰۔ دلائل کی روشنی میں موجودہ تمام کاغذی و دھاتی کرنسیوں میں زکاۃ واجب ہے، اور راجح قول کے مطابق سونے کے نصاب کی قیمت کا اعتبار کر کے (۵ء۲ فیصد) زکاۃ نکالی جائے گی۔

۱۱۔ اموال تجارت جسے انسان فروخت کرنے اور نفع کمانے کے لئے لاتا ہے اس میں بھی زکاۃ واجب ہے، قیمت کا اندازہ لگا کر اس میں بھی (۵ء۲ فیصد) زکاۃ نکالی جائے گی۔

۱۲۔ رکاز یعنی زمانۂ جاہلیت کے دفینے اور معادن (کانوں) میں شروط کے مطابق زکاۃ واجب ہے۔

۱۳۔ زکاۃ کے آٹھ مصارف ہیں: فقراء، مساکین، زکاۃ کی وصولی کرنے والے، کفار اور نومسلموں کی دلجوئی کے لئے، غلاموں اور قیدیوں کی آزادی، قرض دار، جہاد فی سبیل اللہ بشمول دعوت الی اللہ اور دفاع عن الحق کے کام، اور مسافر۔

هذا، والحمد لله الذي بنعمته تتم الصالحات، وصلى الله على نبينا محمد وعلى آله وصحبه وسلم۔

وکتبہ: عنایت اللہ بن حفیظ اللہ مدنی ۸ / جون ۲۰۱۶ء بروز بدھ۔